يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين

ضعیف احادیث کی معرفت اور اُنکی شرعی حیثیت

غازی عُزیر
(الخبر - سعودی عرب)

فاروقی کتب خانہ
بیرون بوہڑ گیٹ - ملتان
الفضل مارکیٹ اردو بازار - لاہور
فون ملتان: ۷۱۸۰۹

نام کتاب	ـــــ۔ـــــ	"ضعیف احادیث کی معرفت اور انکی شرعی حیثیت"
نام مصنف	ـــــ۔ـــــ	غازی عزیر (الخبر۔ سعودی عرب)
کتابت	ـــــ۔ـــــ	جہانگیر نور قلم۔ ٹاہلی زنگ شاہ۔ ملتان
تصحیح	ـــــ۔ـــــ	مولانا عبدالرحمن شاہین آف محمود کوٹ
تعداد صفحات	ـــــ۔ـــــ	۲۲۴۔ دو سو چوبیس
طباعت	ـــــ۔ـــــ	رُوحانی پریس بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
ناشر	ـــــ۔ـــــ	محمد عبدالمنعم عبدالباقی
مقامِ اشاعت	ـــــ۔ـــــ	فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان۔ ۱۸۹ الفضل مارکیٹ اُردو بازار۔ لاہور
قیمت	ـــــ۔ـــــ	مجلد ۴۸/- روپے

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	خلافِ اصول ہے۔	۳۰
	۔ضعیف و موضوع احادیث کی مشکلات کے حل کا تکلف نہ کیا جائے	۳۱
	۔ابن فورکؒ اور ابنِ حجر ہیتمیؒ کا اس اصول سے انحراف۔	۳۲
	۔ضعیف حدیث کی روایت کیوں جائز ہے؟	۳۴
۴	بعض فقہا کے نزدیک معتبر چند اصولِ حدیث۔	۳۶
	۔ضعیف اور مضعف کے درمیان فرق۔	۳۶
	۔ضعیف روایت سے اَحد المحتملات کی تعیین ہو سکتی ہے۔	۳۶
	۔کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا ہی اس کی تصحیح ہوتا ہے، خواہ وہ ضعیف ہی ہو۔	۳۷
	۔مختلف فیہ حدیث حسن ہوتی ہے۔	۳۷
	۔مختلف فیہ راوی حسن الحدیث ہوتا ہے۔	
	۔اگر ضعیف حدیث میں صحت کا قرینہ پایا جائے تو وہ قابلِ احتجاج ہوتی ہے۔	۳۸
	۔اعتضاد بالضعیف کا اصول۔	۳۸
	۔ضعف وصحت کا حکم ظاہر کی حیثیت سے ہوتا ہے جس میں صحیح کے موضوع یا اس کے برعکس ہونے کا احتمال	۳۹
۵	کشف، الہام اور خواب کے ذریعہ احادیثِ نبوی ثابت نہیں ہوتیں۔	۴۱
	۔ابن عربی اور عجلونیؒ کا اس اصول سے انحراف۔	۴۲
۶	کسی حدیث کی تصحیح، تحسین و تضعیف اجتہادی امر نہیں ہوتی	۴۳
	۔حدیث کی تصحیح، تحسین و تضعیف میں اختلاف بین المحدثین کی وجوہ۔	۴۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	اولیٰ ہے۔	۹۵
	ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دینے کا سبب۔	۹۷
	حافظ عراقیؒ وغیرہ کو اس مسلک کو "متسع" بیان فرمانا۔	۹۸
ب	علماء جن کے نزدیک ضعیف حدیث مطلقاً مقبول نہیں، صرف فضائلِ اعمال اور ترغیب وترہیب وغیرہ میں بلا قید و شرط مقبول ہوتی ہے۔	۹۸
	مقبول چند ضعیف روایات کی مثالیں۔	۱۰۳
	بلا تحقیق وتمیز کسی ضعیف حدیث کو قبول کرنا بد اندیشی کی بات ہے۔	۱۰۵
	ضعیف حدیث پر عمل کی رخصت ظنِ مرجوح کا فائدہ دیتی ہے۔	۱۰۷
ج	علماء جن کے نزدیک فضائلِ اعمال وغیرہ میں ضعیف حدیث چند شرائط کے ساتھ مقبول ہوتی ہے۔	۱۰۸
ا	فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کی شرائط قبول اور انکی تشریح۔	۱۰۹
	شرائطِ قبول کا علمی جائزہ۔	۱۱۴
	شرائط قبول کا التزام دائرہ عمل کو تنگ کرتا ہے۔	۱۱۴
	عوامی سطح پر پہلی شرط سے التزام کی توقع بعید از امکان ہے۔	۱۱۴
	کسی اصل عام کے تحت داخل ہونے سے عمل ضعیف حدیث پر نہیں بلکہ اس اصل العام کے تحت ہوتا ہے۔	۱۱۵
	تیسری شرط خود ضعیف حدیث پر عمل ترک کرنیکی متقاضی ہے۔	۱۱۶
	مذکورہ بالا شرائطِ قبول سے انحراف کی چند مثالیں۔	۱۱۷
	پہلی حدیث	۱۱۸
	دوسری حدیث	۱۲۲
	تیسری حدیث	۱۳۰
	چوتھی حدیث	۱۳۶

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۳۸	پانچویں حدیث	
۱۴۰	چھٹی حدیث	
۱۴۱	ساتویں حدیث	
۱۴۴	آٹھویں حدیث	
۱۴۶	نویں حدیث	
۱۴۸	د : علماء جن کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل مطلقاً ناجائز ہے۔	
۱۴۹	یحییٰ بن معینؒ اور ابن العربیؒ کا مسلک۔	
۱۴۹	امام بخاریؒ کا احادیث ترغیب و ترہیب میں تساہل کا دعویٰ باطل ہے	
۱۵۲	امام بخاریؒ وغیرہ کا علی الاطلاق ضعیف حدیث کو اخذ کرنے سے منع فرمانا ـــــ علامہ کوثریؒ کی صراحت۔	
۱۵۲	امام مسلمؒ کا ضعیف احادیث کی روایت کرنے اور انھیں اپنانے کی مذمت فرمانا۔	
۱۵۳	امام ابنِ حبانؒ کا ضعیف حدیث پر عمل جائز نہ سمجھنا۔	
۱۵۴	امام ابنِ تیمیہؒ کا مسلک۔	
۱۵۴	امام ابن حزمؒ کا مسلک۔	
۱۵۴	علامہ شوکانیؒ کی حافظ ابنِ عبدالبرؒ کے کلام پر تنقید۔	
۱۵۵	خطیب بغدادیؒ کا مسلک۔	
۱۵۵	استاذ شاکرؒ کا ضعیف حدیث پر عمل سے منع فرمانا۔	
۱۵۶	عصرِ حاضر کے بعض مشاہیر کی تصریحات۔	
۱۵۷	شیخ الالبانی کے اقوال۔	
۱۵۸	مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی حق پسندی۔	
	فضیلت کے بارے میں وارد ایک زبان زد حدیث (من بلغه	۱۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	پانچواں اختلاف : ابن حجر مکی کے اس قول کی حقیقت کہ "کسی حدیث کی تصحیح، تحسین و تضعیف کا حکم بحیثیت ظاہر ہوتا ہے جس میں صحیح کے موضوع ہونے اور موضوع کے صحیح ہونیکا احتمال باقی رہتا ہے"	۱۹۴
	چھٹا اختلاف : ابن حجر مکی کا زیرِ نظر حدیث سے پوری طرح باخبر نہ ہونا نیز تاویلِ حدیث کا آں رحمہ اللہ کی طرف انتساب مشکوک ہے۔	۱۹۶
	خلاصہ کلام : حدیث زیرِ نظر موضوع ہے اور اس کے آثارِ سیئہ ھیں۔	۱۹۹
۱۴	اِشاریہ	۲۰۱
	۱۔ آیاتِ قرآنیہ	۲۰۲
	۲۔ اخبار و احادیث	۲۰۳
	۳۔ تراجم رُواۃ	۲۰۸
	۴۔ مراجع و مصادر	۲۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۂ ناشر

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنتی (الحدیث)
(رسول کریمؐ نے فرمایا، تمہیں گمراہی سے بچانے کیلئے میں تمہارے لئے دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تمہاری گمراہی کا کوئی اندیشہ نہیں)

کے مصداق حدیث شریف دین کا دوسرا بڑا مأخذ ہے۔ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں ایسے لوگ موجود رہے ہیں جو حدیث رسول کو دین کے مأخذ کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے منکر رہے ہیں وہاں چند ایسے جری دروغ گو بھی موجود رہے ہیں جنہوں نے صدہا احادیث وضع کرکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے لوگوں میں پھیلا کر حدیث مبارک "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اُس نے جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنایا" کا مِصداق بنے۔
جبکہ صحیح حدیث باتفاق اُمت واجب العمل ہے البتہ ضعیف احادیث کے متعلق علماء اُمت کا نظریہ مختلف رہا ہے۔ چند علماء فضائل اعمال کے بارے میں وارد احادیث پر عمل کے جواز کے قائل ہیں جبکہ کچھ علماء اِس بات کے قائل ہیں کہ جب تک کوئی حدیث مکمل طور پر محقق نہ ہو اس پر عمل کے لئے ایک مسلمان کو کسی طور بھی مکلف نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔
باوجودیکہ یہ موضوع انتہائی اہم ہے۔ اُردو میں کسی عالم نے اس پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔ اللہ جزائے خیر دے غازی عزیر صاحب کو کہ آپ نے اِس موضوع کی اہمیت کے مدِنظر خاصی تحقیق سے وسیع مطالعے کے بعد ایک مربوط کتاب لکھی ہے۔

کتاب کے متعلق شیخ محمد جمیل ذینو مدرس دار الحدیث الخیریہ مکۃ المکرمہ (سعودی عرب) اور ادارۃ البحوث العلمیہ ریاض کے شعبہ مراقبۃ المطبوعات کے مدیر فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن ددن البداح کی قیمتی آراء ہم نے کتاب کے شروع میں لگا دی ہیں تاکہ قارئین کرام کتاب کے علمی مقام سے صحیح طور پر آگاہ ہوسکیں۔

دعا ہے اللہ رب العزت عزیزی غازی عزیر طول عمرہ کو اُن کی اس علمی کاوش پر جزائے خیر عنایت فرمائے (آمین)

ناشر کی گزارش ہے کہ خدمتِ حدیث کے جس جذبہ سے یہ کتاب شائع کی گئی ہے اللہ کے ہاں اسکے شرفِ قبولیت کے لئے دعا فرمائیں! والسلام۔

محمد عبد المنعم مُدیر
فاروقی کُتب خانہ
بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان
۱۲ - ۴ - ۱۴۱۱ھ
۱ - ۱۱ - ۱۹۹۰

۱۔ اِدارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد (ریاض سعودی عرب) کے شعبہ مراقبۃ المطبوعات کے ڈائریکٹر فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن ردن البداح کا لیٹر کہ اِدارہ مذکورہ کے چیف ڈائریکٹر جناب فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ نے یہ کتاب پڑھوا کر سُن لی ہے اور اِدارہ اِس کتاب کے مندرجات سے متفق ہے۔

۲۔ فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو مدرس دارالحدیث الخیریہ کا خط مصنّف کے نام کہ "کتاب اِنتہائی عمدہ لکھی گئی ہے" اور آج کے دَور میں اِس موضوع پر لکھنے کی ضرورت ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

الرقم ٢٧٦٩٢ / م
التاريخ ٢٤ / ١١ / ١٤٠٩هـ
المرفقات مسودة
الموضوع [illegible]

المكرم الأخ غازى عزير بن محمد أمين الاثرى المباركفورى سلمه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاتـــه وبعد :ـ

فإجابة لكتابكم المؤرخ فى ٢٢ / ٤ / ١٤٠٩ هـ والموجه أصلا لسماحة الرئيس العام و مشفوعه مسودة كتابكم (معرفة الاحاديث الضعيفة وحكمها فى الشريعة)

و أفيدكم أنه تمت دراسة المسودة دينيا وقد تم العرض على سماحة الرئيس العـــام فتلقينا توجيه سماحته رقمه ٢٠٠ / ١ / ك وتاريخ ١٤ / ١١ / ١٤٠٩ هـ والمتضمن ما نصــه

« نوافق على فسح الكتاب المذكور وابلغوه اعتذارى عن كتابة مقدمة للكتاب نظرا لضيق الوقت وعدم التفرغ » انتهى توجيه سماحته حفظه الله.

وبناء عليه فانه لا مانع دينيا من طباعة المسودة في حدود الصفحات المختومة بالختم الرسمي للرئاسة على أنه توافونا بمروفتين مبدئيا مع الاساس المختوم للمطابقة وعلى ضوء مايتضح لنا نوافيكم بالاجراء الديني المناسب انشاء الله. وتجدون المسودة برفقه وفق الله الجميع لما يحبه ويرضاه انه سميع قريب . والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته ،،،،

مدير الادارة العامة

لشئون المصاحف ومراقبة المطبوعات

عبد الله بن رد ان البداح

٢٣/١١/١٤٠٩

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد بن جميل زينو إلى الأخ الكريم غازي عزير بن محمد أمين الأثري المباركفوري وفقه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أما بعد فقد وصلني محتويات كتاب (معرفة الأحاديث الضعيفة وحكمها في الشريعة) فوجدتها هامة جداً، ولا سيما في عصر انتشرت فيه الأحاديث الضعيفة والموضوعة، وظهر أثرها السيء في عقيدة المسلمين، ومن أوضح دليل على ذلك هو ما يلي: للشيخ متولي الشعراوي

١- قرأت في كتاب (المختار من تفسير القرآن) ج ٢/ص ٥ قوله:

النوع الثالث: أنه يعبده لأنه يستحق العبادة أن يعبد للحديث القدسي القائل:

(لو لم أخلق جنة أو ناراً أما كنت أهلاً لأن أعبد؟)

بعد أن ذكر القسم الأول: وهو عبادته طمعاً في الجنة، والقسم الثاني: عبادته خوفاً من ناره وجعل القسم الثالث: وهو عبادته من غير طمع في جنته أو خوف من ناره.

وقد استدل الشعراوي على ذلك بحديث قدسي لم يذكر درجته، والظاهر أنه غير صحيح لأنه يخالف القرآن القائل: (وادعوه خوفاً وطمعاً) فهذا أمر من الله لعباده أن يدعوه خوفاً من ناره وطمعاً في جنته والحديث يخالف أيضاً السنة، فقد سمع الرسول صلى الله عليه وسلم رجلاً يقول: (اللهم إني أسألك الجنة وأعوذ بك من النار)

فقال: كلنا حولها ندندن.

٢- قرأت في كتاب (أنت تسأل والإسلام يجيب) للشيخ متولي الشعراوي بعنوان (النور المحمدي وبداية الخليقة):

س- ورد في الحديث: أن جابر بن عبد الله سأل رسول الله ﷺ: ما أول ما خلق الله؟ فقال: نور نبيك يا جابر. فكيف نفسر هذا الحديث، مع أن أول المخلوقات آدم وهو من طين؟

ج- لابد أن يكون النور المحمدي هو الذي وجد أولاً... ومن النور المحمدي نشأت الأشياء... ويكون حديث جابر صادقاً. وهذا هو العلم يؤكد تلك المعاني، فالنور هو البداية، ثم تجلت منه الماديات (ص ٢٨) اهـ

أقول: الحديث الذي استشهد به الشعراوي لم يذكر درجة صحته، وهو عند أهل الحديث موضوع وهو يخالف القرآن الذي يقرر أن آدم خلق من طين، وأن رسولنا محمداً ﷺ خلق من أبويه وكذلك بقية الرسل لأنهم جميعاً من البشر كما نص عليه القرآن.

فهذا الحديث الموضوع ليس صادقاً كما زعم الشعراوي، لأنه يخالف القرآن الذي ينص على أن أول البشر آدم عليه السلام، ومن الأشياء القلم لقوله ﷺ: "إن أول ما خلق الله القلم" رواه الترمذي وصححه الألباني.

والخلاصة: إن هذا الكتاب يهم المسلمين جميعاً، ولا سيما طلاب العلم ليحذروا الأحاديث الضعيفة والموضوعة وفي الأحاديث الصحيحة والحسنة غنية عنها، والله أسأل أن ينفع به المسلمين، ويجعله خالصاً لوجهه الكريم.

٢/٢/١٤١٠ — أخوكم المدرس في دار الحديث الخيرية بمكة

محمد بن جميل زينو ص ب ٦٠١ مكة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

امّا بعد: راقم گاہے بگاہے اپنے مختلف مضامین میں اس اَمر کی طرف اشارہ کرتا رہا ہے کہ امورِ شریعت میں جب کسی حدیث کا "ضعف" بدلائل ثابت ہوجاتے توپھر اس "ضعیف" حدیث پر عمل کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ خواہ اِس کا تعلق احکام وعقائد سے ہو یا فضائل اعمال، ترغیب وترہیب اور مناقب ومواعظ وغیرہ سے اہلِ فضل محدثین، محققین اور محتاط علماء وفقہائے حدیث میں سے اکابرین کی ایک جماعت اِسی نظریہ کی حامل رہی ہے۔ اس کے برعکس علمائے حدیث اور فقہائے حدیث کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جن میں سے بعض بلا کسی تکلف وشرط ضعیف حدیث کو مطلقاً قبول کرتے نظر آتے ہیں اور بعض چند قیود وشرائط کے ساتھ۔ اِس موضوع پر اُردو زبان میں تادمِ تحریر کوئی ایسی چیز نظر سے نہیں گزری جو اِن تمام ضروری مباحث پر محیط ہو۔ عربی زبان میں بھی جو کچھ مواد اس بارے میں موجود ہے وہ اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے، پھر حدیث شریف اور اصولِ حدیث کی بعض مخصوص اِصطلاحات کے متعلق بھی عوامی سطح پر کافی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اِن تمام چیزوں کے پیشِ نظر ایک عرصہ سے ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ اس بارے میں تمام ضروری بحثوں کو یکجا جمع کر دیا جائے تاکہ ہمارے اُردو خواں مسلمان بھائی بہن جو اِن چیزوں سے بخوبی واقف نہیں ہیں اُن پر حق منکشف ہوجائے۔

زیرِ نظر رسالہ دراصل اسی ضرورت سے پیشِ نظر سیّدی و مرشدی و والدی سماحۃ الشیخ محمد امین اثری رحمانی [ابن الاخ محدث شہیر مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ (صاحب تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی)] لقارہ فی صحۃ و عافیۃ کی خواہش اور حکم کی تعمیل میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر قلم اُٹھانے یا مسودہ پر نظر ثانی کرنے سے قبل تک راقم الحروف کو اس بات کا قطعی اندازہ نہ تھا کہ بحث اس قدر طویل ہو جائیگی۔ اس کی طوالت کے پیشِ نظر یہی مناسب معلوم ہوا کہ مسودہ کو مضمون کی بجائے ایک کتابچہ کی شکل دیدی جائے، چنانچہ حاضرِ خدمت ہے۔ کثرتِ مشاغل کے باعث چند ضروری مباحث فی الحال شاملِ رسالہ نہیں کئے جا سکے ہیں جنہیں اِنشاءاللہ آئندہ کبھی ترتیب دیگر شامل کر دیا جائے گا۔

وھو الموافق والمستعان۔

راقم الحروف کی یہ دِلی خواہش تھی کہ اس موضوع پر ترتیب و تسوید کا پورا کام مسجدِ نبوی یا حرم شریف کے کسی پرسکون اور بابرکت گوشہ میں بیٹھ کر کیا جائے مگر "اَنْخَبُ" سے حرمین شریفین کا بُعد (تقریباً دو ہزار کلومیٹر کی مسافت) اور طویل رخصت نہ ملنے کے عوارض اس خواہش کی تکمیل میں مانع ثابت ہوئے۔ راقم الحروف اسے بھی کوئی کم خوش بختی تصور نہیں کرتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے انتہائی فضل و کرم اور بے پناہ عنایات سے نوازتے ہوئے حالیہ عمرہ بیت الحرام و زیارتِ اَرضِ مقدّسہ کے دوران راقم کو رسالہ ہذا کی ابتدا وسط اور آخر کے بعض حصص ہر دو مقامات پر ترتیب دینے کی توفیق اور مہلت عطا فرمائی۔

فالحمد للہ علی ذالک۔

[1] (مسودۂ کتاب کے دوران راقم کو یہ خواہش ہوئی تھی کہ طباعت سے قبل حضرت صاحب الفضیلۃ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ باز، حفظ اللہ تعالےٰ

---

[1] "عرضِ مؤلف" کی مابین القوسین یہ چند سطور اَولاً شاملِ مسودہ نہ تھیں لیکن صاحب المعالی الشیخ عبداللہ بن رون البداح حفظ اللہ کے محولہ بالا مکتوب گرامی کے پیشِ نظر شکر و اِمتنان کے جذبہ کے تحت شامل کی جا رہی ہیں، نیز کتاب کے اختتام پر عوام کی سہولت و استفادہ کے لئے "اشاریہ" کا اضافہ بھی کیا جا رہا ہے۔ (مؤلف ۱۴۰۹۔۱۲۔۱۰)

الرئیس العام لإدارات البحوث العلمیۃ والدعوۃ والارشاد بالریاض (المملکۃ العربیۃ السعودیۃ) سے زیرِ نظر کتاب کی اِصلاح نیز کتاب کا مقدمہ تحریر فرمانے کی درخواست کی جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا صد ہزار شکر و احسان ہے کہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ کی عرضداشت کے جواب میں سماحۃ الرئیس العام، حفظ اللہ کی ہدایت پر صاحب المعالی الشیخ عبداللہ بن رذن البداح، حفظ اللہ، مدیر الادارۃ العامۃ لشئون المصاحف ومراقبۃ المطبوعات نے اپنے مکتوبِ گرامی (رقم: ۵/۷۷۴۳، مورخہ ۲۴/۱۱/۱۴۰۹ھ) میں آں حفظ اللہ کی مسودۂ کتابت کے جملہ مندرجات سے موافقت اور عدمِ فراغت کے باعث مقدمہ لکھنے سے معذرت کی تصریح کے ساتھ کتاب کی طباعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز مسودۂ کتاب کے جملہ صفحات (از ٹائیٹل تا صفحہ آخر) پر رئاسہ کی ختم رسمی ثبت فرما کر اس کے مندرجات کی توثیق و تائید فرمائی۔ اللہ عز وجل محترمین شیخین، حفظہما اللہ، نیز جملہ اعضائے رئاسہ کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

نیز دُعا ہے کہ اللہ عزّ وجل رَاقم کی اِس حقیر کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے۔ عام مسلمانوں کیلئے اسے مشعلِ راہ اور رَاقم کیلئے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ ناسپاسی ہوگی اگر اپنے بعض رفقاء (جناب تاج محمد صاحب جودھپوری اور جناب سیّد احمد قادری صاحب حفظہما اللہ) کا شکریہ نہ اَدا کیا جائے۔ جنہوں نے بعض ضروری مراجع اور مسودہ کی عکسی نقول فراہم کرنے میں تعاون فرمایا اور اپنی رفیقۂ حیات (سلمیٰ عزیز حفظہا اللہ) کا بھی کہ جنہوں نے اپنی عائلی مصروفیات سے وقت بچا بچا کر نہایت صبر وتحمل کیساتھ ترتیبِ رسالہ اور مراجع ومصادر کے مقابلہ میں معاونت فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی أشرف الانبیاء والمرسلین، محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین ومن تبعہم باحسان إلی یوم الدین۔

تاریخ: ۱۲ نومبر ۱۹۸۹ء — غازی عزیز ص ب ۳۱۹۵۲ ۲۲۲ الخبر - ۳۱۹۵۲ سعودیہ عربیہ ۲۵۵۸۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضعیف حدیث کی تعریف اور اس کی قسمیں

وہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے جسمیں "صحیح" اور "حسن" حدیث کی صفات و شرائط (یعنی اِتصال، عدالت، ضبط، متابعت مستور، عدم شذوذ اور عدم علّت) نہ پائی جاتی ہوں [1]

بعض علماء "ضعیف" حدیث کی تین (۳) قسمیں بیان کرتے ہیں۔

"۱۔ ضعیف ، ۲۔ ضعیف جداً (بہت زیادہ ضعیف) ، ۳۔ موضوع (گھڑی ہوئی)" [2]

مگر بعض دوسرے محدثین نے "ضعیف" حدیث کی کثیر انواع کا شمار کیا ہے مثلاً امام ابن حبانؒ اس کی انچاس (۴۹) قسمیں بیان کرتے ہیں، عراقیؒ بیالیس (۴۲)، بعض دوسرے محدثین کے نزدیک اسکی ترسیٹھ (۶۳) قسمیں ہیں، بعض کے نزدیک اکیاسی (۸۱) اور بعض کے نزدیک ایک سو انتیس (۱۲۹) قسمیں [3]، لیکن عموماً اس کی مشہور قسمیں صرف تیرہ (۱۳) ہیں: موضوع، مقلوب، شاذ، منکر، معلل، مضطرب، موقوف، مقطوع، معضل، متروک، منقطع، مدلس اور مرسل [4]

بعض علماء نے ان ضعیفہ میں سے بعض کو "ضعیف" کے بجائے "صحیح" کی قبیل سے قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

---

[1] تدریب الراوی السیوطیؒ ج ۱ ص ۱۷۹، شرح صحیح مسلمؒ للنوویؒ ج ۱ ص ۱۹، مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص ۱۹۹، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث للقاسمیؒ ص ۱۰۸، تحفۃ أھل الفکر فی مصطلح اھل الاثر للشیخ عبد الرحمٰن عبید اللہ رحمانی ص ۱۴، منہاج الصالحین از عز الدین بلیق ص ۴۵، أسنی المطالب للحوت بیروتی ص ۱۷، تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ للسید ابی وزیر احمد حسینؒ ج ۱ ص ۶ وغیرہ

[2] منہاج الصالحین لعز الدین بلیق ص ۴۸ ۔ [3] تدریب الراوی للسیوطیؒ ج ۱ ص ۱۷۹ مختصراً

[4] شرح صحیح مسلمؒ للنوویؒ ج ۱ ص ۱۹، قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۳، تدریب الراوی للسیوطیؒ ج ۱ ص ۱۸۱ و منہاج الصالحین لعز الدین بلیق ص ۵۰ ۔

"حاکمؒ نے بیان کیا کہ "صحیح" حدیث کو دس قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں سے پانچ قسمیں متفق علیہ ہیں اور پانچ مختلف فیہ (پھر آں رحمہ اللہ پہلی پانچ متفق علیہ قسموں کا ذکر فرماتے ہیں) جو مختلف فیہ اقسام ہیں وہ یہ ہیں: ۱۔ مرسل ۲۔ احادیثِ مدلسین جبکہ وہ اپنے سماع کی صراحت نہ کریں۔ ۳۔ ثقات غیر حفاظ عارفین کی روایات۔ ۴۔ روایاتِ مبتدع اگرچہ اسکی روایت کرنیوالے صادقین ہوں، اور ۵۔ وما أسنده ثقة وأرسله ثقات" [۵]

معرفتِ حدیث سے متعلق چند اصول ومسائل کی تشریح

قول: "ھذا حدیث صحیح" سے مراد نفس الامر میں حدیث کا قطعی صحیح ہونا نہیں ہوتا

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: "جب کوئی محدث یہ کہے کہ "ھذا حدیث صحیح" (یہ حدیث صحیح ہے) تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اوصاف مذکورہ کے ساتھ اسکی سند متصل ہے پس ہم نے بظاہر الاسناد اسکو عملاً قبول کیا۔ اس کا مطلب نفس الامر میں قطعی صحیح ہونا نہیں ہوتا کیونکہ اسمیں ثقہ رواۃ کی خطاء ونسیان کی گنجائش باقی رہتی ہے" [۶]

قول: "ھذا حدیث غیر صحیح" سے مراد نفس الامر میں حدیث کا کذب ہونا نہیں ہوتا۔

اسی طرح "جب کوئی محدث "ھذا حدیث غیر صحیح" (یہ حدیث غیر صحیح ہے) کہے تو اس کے معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند شرط مذکور کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں کذب (جھوٹ) ہے کیونکہ کاذب راوی کے صدق اور کثیر الخطاء راوی کی اصابت کا امکان باقی رہتا ہے" [۷]

غیر صحیح اور موضوع حدیث میں فرق

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "یہ ضروری نہیں کہ اگر کوئی حدیث کسی سبب سے صحیح نہ ہو تو وہ ضرور ہی موضوع ہو" اور

---

۵ مدخل فی اصول الحدیث للحاکمؒ ص۱۲-۱۶ وتدریب الراوی للسیوطیؒ ج ۱ ص ۱۴۰-۱۴۲

۶ تدریب الراوی للسیوطیؒ ج ۱ ص ۷۵ ۷ ایضاً ج ۱ ص ۷۵-۷۶

علامہ بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی الشافعیؒ (م ۷۹۴ھ) اس بارے میں فرماتے ہیں :

"ہمارے اس قول کہ : "یہ روایت موضوع ہے" اور اس قول کہ : "یہ روایت صحیح نہیں ہے" کے درمیان بہت زبردست فرق ہے کیونکہ پہلا قول کذب اور اختلاق کے اثبات پر دلیل ہوتا ہے جب کہ دوسرا قول اس خبر کے عدم ثبوت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے اس کے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہی مطلب ان تمام احادیث کا بھی ہے جن کے متعلق امام ابن الجوزی نے "لا یصح" وغیرہ بیان کیا ہے"۔ ؎۱

قول : "رجالہ رجال الصحیح" صحتِ حدیث کی دلیل نہیں ہوتا۔

ائمہ فن کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ فقط صحیحین کے راوی ہونیکی بناء پر کسی حدیث کو "علی شرط الصحیح" یا "علی شرط الشیخین" یا "صحیح" کہنا درست نہیں ہے بلکہ اس میں موجود دوسرے علل کی تحقیق و تفتیش بھی ضروری ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کسی حدیث کے متعلق محدث کا یہ قول : "رجالہ رجال الصحیح" (اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں) اس روایت کی صحت کی دلیل نہیں ہوتا اگرچہ بعض کم علم لوگ اس قول سے یہی مراد لیتے ہیں۔

شیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ نے "قواعد التحدیث" میں اس بارے میں ایک عنوان یوں مقرر فرمایا ہے : "بیان أن من روی لہ حدیث فی الصحیح لا یلزم صحۃ جمیع حدیثہ"۔ اور اس کے تحت بیان کرتے ہیں :

"علامہ شعرانی "مقدمہ میزان" میں فرماتے ہیں : حافظ مزّی اور حافظ زیلعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ متکلم فیہ رواۃ جن سے شیخین نے تخریج کی ہے ان میں سے جعفر بن سلیمان الضبعی، حارث ابن عبیدہ، یونس بن اسحاق السبیعی اور ابو اویس وغیرہ ہیں۔ لیکن آں رحمہما اللہ ان رواۃ سے صرف اسی وقت روایت کرتے ہیں جب متابعت

؎۱ کما فی اسرار المرفوعہ لملا علی القاری ص ۴۶ ، و لآلی المصنوعہ للسیوطیؒ ج ۱ ص ۱۱ و تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراق الکنانیؒ ج ۱ ص ۱۴۰ و رفع و التکمیل لابو الحسنات عبد الحیٔ اللکنوی ص ۱۳۸۔

پائی جاتی ہو یا اس کے شواہد ظاہر ہوں، یا ان کو علم ہو کہ اس کی کوئی اصل ہے
پس اگر وہ کسی روایت میں منفرد ہوں یا ثقات کے خلاف روایت کریں تو ایسی صورت
میں ان سے روایت نہیں کرتے۔ یہ وہ علّت ہے جو اکثر حفّاظ، جنہوں نے صحیحین پر
استدراک کیا ہے۔ مثلاً ابو عبداللہ حاکمؒ، کے نزدیک رائج رہی ہے لہٰذا وہ کثرت
کے ساتھ اپنی مستدرک میں لکھتے ہیں: "یہ حدیث شیخین (یا انہیں سے کسی ایک کی)
شرط پر صحیح ہے"، شیخین نے اپنی صحیحین میں جن رواۃ سے احتجاج کیا ہے
ضروری نہیں کہ ان سے جو مروی حدیث بھی ہمیں ملے وہ اس صاحبِ صحیح کی شرط پر
صحیح ہی ہو کیونکہ صحیح کے رجال ہونے کے باوجود اس بات کا احتمال رہتا ہے
کہ اس حافظ کی شروط میں سے ایسی کوئی شرط فاقد ہو جس کو صاحبِ صحیح نے بوقت
تصحیح و تخریج ملحوظ رکھا تھا۔" ۹

امام ابن حجر عسقلانیؒ "النکت" میں بصراحت فرماتے ہیں:

"لا یلزم من کون الاسناد محتجا برواية فی الصحیح ان یکون الحدیث الذی یروی به صحیحا" ۱۰

"صحیح کے راوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے مروی ہر حدیث صحیح ہی ہو"

اور علّامہ جمال الدین زیلعیؒ فرماتے ہیں:

"لا یلزم من کون الراوی محتجا به فی الصحیح انه اذا وجد فی ای حدیث کان ذلک الحدیث علی شرطه" ۱۱

"کسی راوی سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ جس حدیث میں بھی ہوگا اسکی حدیث صحیح کی شرط پر ہوگی۔"

رجالِ سند کا ثقہ ہونا صحت حدیث کیلئے کافی نہیں ہے

ایک مسلّمہ اصول یہ بھی ہے کہ رجالِ سند کا ثقہ ہونا حدیث کے "صحیح" ہونے کیلئے کافی نہیں ہوتا حالانکہ محدثین کے قول: "رجالہ ثقات" سے عموماً یہی مطلب اخذ کیا جاتا ہے۔ ثقہ راوی کی حدیث بھی

---

۹ مقدمہ المیزان للشعرانیؒ بحوالہ قواعد التحدیث للقاسمیؒ صہ ۱۹۸۔ ۱۰ النکت لابن حجر عسقلانیؒ صہ ۲۵۔ ۱۱ نصب الرایہ للزیلعیؒ ج صہ ۳۴۲۔

معلول ہو سکتی ہے، یہ مشہور و مشہود امر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "تلخیص الحبیر" میں ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لا یلزم من کون رجاله ثقات ان یکون صحیحاً" [۱۲]

"راویوں کے ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث صحیح ہے"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

"لا شک فیه أن الإمام منهم لا یعدل عن قوله صحیح إلی قوله صحیح الاسناد إلا لأمر ما" [۱۳]

"بے شک ان حفاظ میں سے کوئی امام صحیح کے بجائے صحیح الإسناد کہتا ہے تو کسی وجہ پر مبنی ہے"

اور علامہ زیلعی فرماتے ہیں:

"صحة الاسناد یتوقف علی ثقة الرجال ولو فرض ثقة الرجال لم یلزم منه صحة الحدیث" [۱۴]

"اسناد کا صحیح ہونا رجال کے ثقہ ہونے پر موقوف ہے اور اگر راوی ثقہ ہوں تو اس سے حدیث کی صحت لازم نہیں آتی"

مزید تفصیل کے لئے "تحقیق الکلام" [۱۵] للشیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اور "معارف السنن" [۱۶] وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔

قول: "أصح شیئ فی الباب" سے صحت حدیث مراد نہیں ہوتی۔

محدثین کے قول: "أصح شیئ فی الباب" یا "أصح شیئ فی الباب کذا" یا "هذا أصح ما جاء فی الباب" سے بھی صحتِ حدیث مراد نہیں ہوا کرتی بلکہ محدثین "هذا أصح ما جاء فی الباب" ضعیف حدیث کیلئے بھی استعمال کرتے ہیں اور اس سے اُنکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اِس باب میں یہ روایت سب سے أرجح یا سب سے کم ضعف والی روایت ہے [۱۷]

---

[۱۲] تلخیص الحبیر لابن حجرؒ ج ۳ ص ۱۹۔ [۱۳] تدریب الراوی للسیوطیؒ ج ۱ ص ۱۶۱۔

[۱۴] نصب الرایہ للزیلعیؒ ج ۱ ص ۳۴۷۔ [۱۵] تحقیق الکلام للمبارکفوری ج ۲ ص ۱۳۔

[۱۶] معارف السنن جلد ۲ ص ۲۷۵۔ [۱۷] کتاب الاذکار المنتخبة من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم للنوویؒ ص ۱۶۹، وکذا فی قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۸۲، ۲۱۲ وجوہر النقی علی سنن البیہقیؒ للماردینیؒ جلد ۳ ص ۲۸۶ ومقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص ۱۹۷

محدث شہیر علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

"قول: "هذا الحديث أصح شيء في الباب وأحسن" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس باب میں جو کچھ وارد ہے وہ سب صحیح ہے اور ان سب میں یہ حدیث أصح ہے بلکہ محدثین کے اس قول کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ حدیث اس باب میں وارد ہونے والی جملہ روایات میں أرجح ہے صرفِ نظر اس امر کے کہ اس باب میں جو کچھ وارد ہے وہ ضعیف ہے یا صحیح۔ پس اگر اس باب میں سب روایات صحیح وارد ہوں تو یہ حدیث صحت میں أرجح ہے اور اگر تمام روایات ضعیف ہوں تو یہ روایت ان سب سے أرجح یعنی کم ضعف والی ہے۔" [۱۸]

علامہ سیوطیؒ "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں:

"محدثین کا قول: "أصح شيء في الباب كذا" جامع ترمذیؒ اور تاریخ البخاریؒ میں بکثرت نظر آتا ہے۔"

امام نوویؒ، امام دارقطنیؒ کے قول: "سورتوں کے فضائل میں أصح شيء قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کے فضل میں وارد ہونے والی حدیث اور نمازوں کے فضل میں أصح چیز صلوٰۃ التسبیح کے فضل میں وارد ہونے والی حدیث ہے۔" پر تعقب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"محدثین کا قول: "أصح شيء في الباب كذا" ضعیف حدیث کیلئے بھی بولتے ہیں اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس باب کی سب سے أرجح یا کم ضعف والی روایت یہ ہے۔" [۱۹]

علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

ابن القطانؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ یہ قول تصحیح حدیث کیلئے صریح نہیں ہے۔ "أصح شيء في الباب" سے مراد "أشبه ما في الباب" اور کم ترین ضعف ہے .... جب امام بخاریؒ "أصح شيء" کہیں تو اس کے معنی بھی صحیح نہیں ہوتے۔" [۲۰]

---

[۱۸] مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص ۱۹۷-۱۹۸۔ [۱۹] الاذکار للنوویؒ ص ۱۶۹

[۲۰] نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۲ ص ۲۱۷

قول: "هذا أصح من ذاك" صحت حدیث کی دلیل نہیں ہوتا

حسبِ سابق محدثین کے قول: "هذا أصح من ذاك" سے بھی یہ مراد نہیں لی جاتی کہ دونوں حدیثیں یا دونوں اقوال صحیح ہیں بلکہ اسے بھی ترجیح و تفضیل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔[۲۱] مثال کے طور پر ابوداؤدؒ کتاب "الطلاق" کے باب "البتة" میں رُکانہ کی حدیث: "انه طلق امرأته البتة الخ" بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "هذا أصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امرأة ثلاثاً"۔[۲۲] آں رحمہ اللہ کے اس قول کی شرح میں امام ابن قیمؒ "تہذیب سنن ابوداؤد" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ابوداؤد نے اس کی صحت کا حکم نہیں لگایا ہے اور اگر روایت حدیث کے بعد یہ کہا ہے کہ: "یہ حدیث ابن جریج کی حدیث سے زیادہ أصح ہے" تو بظاہر ان کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ ابن جریج کی حدیث ضعیف ہے، مگر چونکہ یہ روایت بھی فی الواقع ضعیف ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک أصح الضعیفین ہوئی"۔[۲۳]

قول: "فيه مقال" اور "في إسناده مقال" سے محدثین کی مراد۔

کسی حدیث کے متعلق محدثین کا قول "فيه مقال" یا "في إسناده مقال" کا معنی یہ ہوتا ہے کہ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے یا اس کی صحت پر طعن کیا ہے۔[۲۴]

تفاوتِ ضعیف

جس طرح "صحیح" حدیث کی صحت میں "تفاوت" ہوتا ہے اور ان میں سے کوئی حدیث "صحیح" سے "أصح" ہوتی ہے اسی طرح رواۃ کے ضعف کی شدت اور خفت کے سبب "ضعیف" حدیث کا ضعف بھی متفاوت

---

[۲۱] مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص۱۹۷-۱۹۸ وغیرہ۔ [۲۲] سنن ابوداؤدؒ مع عون المعبود جلد۲ ص۲۳۱-۲۳۲۔ [۲۳] تہذیب سنن ابوداؤدؒ لابن قیمؒ جلد۳ ص۱۳۴ وکذا فی عون المعبود للعظیم آبادیؒ جلد۲ ص۲۳۲ و مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص۱۹۷۔ [۲۴] مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص۱۹۵

ہوتا ہے۔ "أصح" کے مقابلہ میں "ضعیف" حدیث "أوهى" یا "أضعف الأسانید" ہوتی ہے۔ امام نوویؒ "تقریب" میں فرماتے ہیں: "ویتفاوت ضعفه کصحة الصحیح"[۲۵]
علامہ جلال الدین سیوطیؒ "تقریب النواوی" کی شرح "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں:

"ویتفاوت ضعفه بحسب شدة ضعف رواة وخفته وقوله:
کصحة الصحیح إشارة إلی أن منه أوهی کما أن فی الصحیح
أصح"۔[۲۶]

اور علامہ سخاویؒ "فتح المغیث" میں فرماتے ہیں:

"واعلم انهم کما تکلموا فی أصح الأسانید، مشوا فی
أوهی الأسانید وفائدته ترجیح بعض الأسانید علی بعض
وتمییز ما یصلح للاعتبار مما لا یصلح"۔

امام ابن الجوزیؒ نے کتاب "العلل المتناهیة فی الأحادیث الواهیة" میں ایسی احادیث جمع کی ہے۔ امام حاکمؒ نے بھی بعض أوهی الأسانید کی تفصیل باعتبار رجال وبلاد بیان فرمائی ہے امام سیوطیؒ نے حاکمؒ کی بیان کردہ اس تفصیل کو "تدریب الراوی" میں نقل کیا ہے۔ علامہ شیخ جمال الدین قاسمیؒ نے "قواعد التحدیث"[۲۷] میں اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم نے "قواعد فی علوم الحدیث"[۲۸] میں بھی "تفاوتِ ضعیف" پر مختصراً بحث درج کی ہے۔

الضعیف لا یُعَلُّ به الصحیح

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:
"الضعیف لا یُعَلُّ به الصحیح"۔[۲۹]

---

[۲۵] تقریب النواوی مع تدریب جلد ۱ صفحہ ۱۸۰ ۔ [۲۶] تدریب الراوی للسیوطیؒ مع تقریب جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ ۔ [۲۷] قواعد التحدیث للقاسمیؒ صفحہ ۱۰۹ ۔ [۲۸] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی صفحہ ۳۶-۳۷
[۲۹] ھدی الساری لابن حجر عسقلانیؒ صفحہ ۲۴۷ وکذا فی قواعد التحدیث للقاسمیؒ صفحہ ۱۲۳ ۔

ضعیف احادیث کی روایت سے متعلق چند ضروری آداب و شرائط

ذیل میں اُن چند ضروری آداب و شرائط کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں علماء محققین اور محدثین وغیرہ نے ضعیف احادیث کی روایت کے وقت ملحوظ رکھنا لازم قرار دیا ہے:

① کسی حدیث کو باسناد ضعیف پاکر فی الجملہ اس حدیث کو ضعیف المتن نہ کہا جائے

علامہ سیوطی "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں:
"جب کسی کوئی شخص کسی حدیث کو باسناد ضعیف پائے تو فقط اس طرح کہے: یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ ضعیف ہے۔ مجرد اس ضعیف اسناد کی بناء پر یہ نہ کہے کہ "یہ حدیث ضعیف المتن ہے" کیونکہ ممکن ہے کہ اسکی کوئی دوسری صحیح سند بھی موجود ہو۔ مگر جب کہ کوئی امام کہے کہ اسے اس کا کوئی صحیح طریق نہ مل سکا یا اسکی اسناد ثابت نہیں ہیں یا وہ حدیث ضعیف ہے اور اس کا ضعف مفسر و واضح ہے"۔ [۳۰]

② صحیح کو بصیغۂ تمریض اور ضعیف کو بصیغۂ جزم بیان کرنا خلافِ اصول ہے

جو شخص کسی ضعیف حدیث کو بغیر اسناد روایت کرنا چاہے تو ہرگز اس طرح نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، یا یہ فعل کیا یا یہ حکم دیا یا اس بات سے منع فرمایا یا اس بات کی تاکید فرمائی۔ یا اس کے مشابہ صیغۂ جزم کے ساتھ کوئی اور بات [۳۱] اسی طرح کسی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں نہ کہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی یا فلاں صحابی نے یہ روایت کی یا ایسا کہا یا اس بات کا ذکر کیا یا یہ خبر دی یا یوں بیان کیا یا یہ فتویٰ دیا ــــ یا اس کے مشابہ کوئی اور قول اور تابعین رحمہم اللہ

---

[۳۰] تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۲۹۶، قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۱۱۷ و قواعد فی علوم الحدیث للتھانویؒ ص ۹۵

[۳۱] مجموع شرح المھذب للنوویؒ جلد ۱ ص ۶۳، تقریب للنوویؒ ص ۳۹، تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۲۹۷-۲۹۸، علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۹۴، قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۲۱۰۔

یا ان کے بعد تبع تابعینؒ ، کہ جن میں ضعفاء بھی موجود ہوں ، سے متعلق بھی کوئی بات صیغۂ جزم کے ساتھ نہ کہی جائے بلکہ جب بھی کسی ضعیف حدیث کی بابت کچھ کہنا ہو تو صیغۂ تمریض کے ساتھ اس طرح کہا جائے : ان سے ایسا مروی ہے یا ہم تک ان سے یہ روایت اس طرح پہنچی ہے یا ایسا وارد ہے یا یہ خبر اس طرح آئی ہے یا ان سے ایسا منقول ہے یا ان کے متعلق ایسا بیان کیا گیا ہے یا ان کی بابت یوں ذکر کیا گیا ہے[۳۲] وغیرہ ۔ کیونکہ صیغۂ جزم مضاف الیہ کی طرف اس روایت کی صحت کا متقاضی ہوتا ہے ۔ پس اگر مضاف الیہ کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس پر بالقصد جھوٹ بولا گیا ہے ۔ اسی باعث امام حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ وغیرہ نے ان علماء کا شدید ردّ و انکار کیا ہے جو اس شرط کو ملحوظ نہیں رکھتے حالانکہ فاعل کا یہ تساہل انتہائی قبیح ہے کہ وہ "صحیح" کو صیغۂ تمریض کے ساتھ "یذکر" یا "یروی" اور "ضعیف" کو صیغۂ جزم کے ساتھ "قال" یا "روی" بیان کرے۔[۳۳]

امام ابن حجر عسقلانیؒ بیان کرتے ہیں کہ :

"امام نووی نے ان دونوں صیغوں کے اعتبار و لحاظ و اہتمام پر محقق محدثین وغیرہ کا اتفاق نقل کیا ہے ۔"[۳۴]

اگر کوئی شخص اس شرط کی پابندی کی اعلیٰ ترین مثال دیکھنا چاہے تو صحیح بخاریؒ اٹھا کر دیکھ لے ۔ آں رحمہ اللہ کسی مقام پر کسی راوی کے ترجمہ میں اس کا کوئی کلام تمریض کے ساتھ بیان کرتے ہیں پھر اسی راوی کا کوئی دوسرا کلام صیغۂ جزم کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو انکی جلالتِ شان ، ورع اطلاع ، تحقیق ، اتقان ، تدقیق ، تطبع ، تحری اور تفقہ کی روشن علامت ہے ۔

(۴) ضعیف و موضوع احادیث کی مشکلات کے حل کا تکلف نہ کیا جائے ۔

محققین ، محدثین اور اصولیین فرماتے ہیں کہ مشکل حدیث کے جواب کا تکلّف نہ کیا جائے جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو ، ضعیف حدیث کیلئے ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اسکے جواب کی کوئی حاجت نہیں

---

۳۲ ؎ ماتمس الیہ حاجۃ القاری لصحیح البخاری للامام النوویؒ ص ۸۹ ۔ ۳۳ ؎ ھدی الساری لابن حجر عسقلانیؒ ص ۱۹ ۔ ۳۴ ؎ ایضاً ص ۱۹

ہوتی ہے[۳۵] مگر بعض علماء نے اس اصول سے انحراف کرتے ہوئے ضعیف بلکہ موضوع احادیث کی مشکلات سے حل کا بھی تکلف فرمایا ہے۔

ابن فورکؒ اور ابن حجر ہیتمیؒ کا اس اصول سے انحراف

علامہ ابن فورکؒ کے متعلق مشہور ہے کہ آں رحمہ اللہ نے محدثین کے اس اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بعض اخبار کی تاویل کا تکلف باوجود عدم ثبوت کے کیا ہے۔ علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں:

"ان میں سے بعض علماء کا بعض اخبار موضوعہ کی تاویل کرنا ــــ پس جس نے ان اخبار کے موضوع ہونے کا اعتراف کیا اس کیلئے ان کی تاویل کا کوئی داعیہ موجود نہیں ہوتا، نہ ان اخبار کی صحت فرض کرنے اور نہ انکی تاویل کے استرسال کی کوئی حاجت ہوتی ہے مگر ابن فورکؒ وغیرہ نے ایسا کیا ہے۔"[۳۶]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"وكتاب الإمام أبي بكر محمد بن الحسين بن فورك في تأويل أحاديث الصفات: معروف لكن لو اقتصر على الأحاديث الثابتة بدون تعرض للواهيات لما أبعد في التأويل۔"[۳۷]

آں رحمہ اللہ ایک مقام پر تعلیقاً فرماتے ہیں:

"وأبو بكر بن فورك على جلالة قدره في علو الكلام، كثيراً ما يطيش سهمه في باب التأويل۔"[۳۸]

علامہ کوثری کے علاوہ صوفی شیخ سید احمد بن المبارک السلجماسیؒ بھی اپنی کتاب "الابریز" میں بعض ضعیف احادیث پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"یہ حدیث فی نفسہ مردود ہے۔ ابوالحسن القابسی رحمہ اللہ نے استاذ ابوبکر بن فورکؒ

---

[۳۵] حدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ محمد بن لطفی الصباغ ص۲۲۵ و قواعد التحدیث القاسمیؒ ص۱۲۱-۱۲۲

[۳۶] الإمتاع لسیرة الامامین: الحسن بن زیاد و محمد بن شجاع للکوثری ص۶۴۔

[۳۷] مقدمۃ الاسماء والصفات للبیہقیؒ بتحقیق الکوثریؒ صفحہ "ی" [۳۸] ایضاً ص۴۱۱

پر نہایت شجاعت اور خوبی کے ساتھ باطل احادیث کی مشکلات کے جواب کے تکلف کے بارے میں ان کے تساہل پر اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ قابسیؒ فرماتے ہیں:

"مشکل حدیث کے جواب کا تکلف اس وقت تک نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو اور باطل حدیث کا باطل ہونا ہی اس کے رد کیلئے کافی ہوتا ہے"

مگر علامہ ابن حجر ہیتمی حنفیؒ ابن فورکؒ کے اس تساہل پر اعتذار پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن ان کا بعض ضعیف احادیث کے جواب کا تکلف فرمانا اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ، جن کو صحیح اور ضعیف احادیث میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، اُن سے چمٹے ہوئے ہوتے ہیں، پس بغرض صحت ان کا جواب مطلوب ہوتا ہے۔ نیز حدیث کی صحت اور ضعف امور قطعیہ نہیں بلکہ ظنی ہوتے ہیں[۳۹] ہو سکتا ہے ضعیف اصلاً صحیح ہو۔ اس مفروضہ کی صورت میں وہ محتاج جواب ہوتی ہے"[۴۰]

اس اعتذار میں اصلاً اصولِ حدیث اور محدثین کرام کی نسبت کسی بغض و عناد سے کام لیا گیا ہے یہ بات مخفی نہیں ہے۔ مذکورہ بالا عبارت میں جس امکان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ عند العلماء والمحققین قطعی معتبر نہیں ہے۔ محدثین نے جن احادیث کی تصحیح یا تضعیف کی ہے اگر ان پر جزم کے ساتھ وثوق نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ محدثین کرام کی تمام مساعی محض ضیاع اوقات کے لئے تھیں۔ لہذا یوم آخرت میں ان کیلئے ان مساعی

---

۳۹ - علامہ نور الدین بن علی بن محمد بن سلطان المشہور بملا علی القاری الہروی حنفی بھی ایک مقام پر حدیث پر محدثین کے حکم صحت و ضعف و وضع کے غیر یقینی اور ظنی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں: "مقام اسناد میں باعتبار عقل یہ احتمال باقی رکھتا ہے کہ جو روایت صحیح ہے وہ نفس الامر میں ضعیف ہو یا موضوع ہو اور ایسے ہی موضوع صحیح اور مرفوع ہو، سوائے حدیث متواترہ کے کیونکہ اس سے تو علم یقینی حاصل ہوتا ہے چاہے وہ مقطوع ہی کیوں نہ ہو" (اسرار المرفوعہ للقاریؒ ص ۴۶) ۴۰ - فتاوی الحدیثیہ لابن حجر الہیتمیؒ بحوالہ قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۱۲۲

کا کوئی ثمر بھی نہیں ہے ، فاناللہ الخ ۔

اور " موعظۃ الحسنۃ" میں مذکور ہے :

" جس چیز کی کوئی اصل نہ ہو اس کی تردید بھی مستحق اشتغال ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ یہ کلام شریعت میں سے نہیں ہے یا جو کچھ اوپر کہا گیا ہے وہ ہرگز شریعت میں سے نہیں ہے پس قابلِ رّد اور اس کا کہنے والا مردود ہے "۔

البتہ اگر کسی حدیث کی صحت میں محققین کے درمیان کسی علّت غیر قادحہ کے سبب اختلاف رائے تو اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس مُعَلّ مختلف فی الصحۃ سے اشتغال کیا جائے کیونکہ وہاں اسکی صحت کا احتمال ہوتا ہے۔

ضعیف حدیث کی روایت کیوں جائز ہے ؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کبار ائمہ حدیث نے آخر ضعیف احادیث کی روایت کو کیوں جائز رکھا ہے ، ان سے اپنا دامن کیوں نہیں بچائے رکھا ، جبکہ انہیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ ان کے ساتھ احتجاج نہیں کیا جاتا ؟ اس سوال کا نہایت عمدہ جواب امام نوویؒ نے دیا ہے جو ذیل میں ذرا سے تصرف کے ساتھ پیش خدمت ہے :

" محدثین نے ضعیف احادیث کی روایت اسلئے کی ہے کہ :

۱۔ وہ عوام میں ضعیف کی حیثیت سے معروف ہو جائیں اور اُن کا ضعف واضح ہو جائے تا کہ کوئی شخص کسی وقت اِلتباس میں پڑ کر اُنکی صحت کا شک نہ کرنے لگے۔

۲۔ ضعیف احادیث استشہا د و اعتبار کے لئے لکھی جاتی ہے ، اکیلے ان سے کوئی حجت نہیں پکڑتا ۔

۳۔ ضعیف راوی کی روایت میں صحیح ، ضعیف اور باطل ہر طرح کی روایات ہو سکتی ہیں ان کو اس لئے لکھا جاتا ہے تا کہ علمائے حدیث ان کے درمیان تمیز کر سکیں ۔

۴۔ محدثین ان سے صرف وہ احادیث روایت کرتے ہیں جن کا تعلّق حلال و حرام

تمام احکام وعقائد وغیرہ سے نہیں بلکہ ترغیب وترہیب، فضائل اعمال، قصص، احادیث الزھد اور مکارم الاخلاق سے ہوتا ہے۔" [۱۴۱]

[۱۴۱] شرح صحیح مسلم للنووی ؒ ص۶۰ وکذا فی قواعد التحدیث للقاسمی ؒ ص۱۱۴-۱۱۵ و حدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم از محمد بن لطفی الصباغ ص۲۲۵۔

بعض فقہاء کے نزدیک معتبر چند اصولِ حدیث

ذیل میں ہم بعض فقہاء کے وہ چند اصول (بلا تنقید) بیان کریں گے جو قدیم محدثین، محققین اور اصولیین کے نزدیک غیر معروف نہیں تو متفق علیہ بھی ہرگز نہیں ہیں لیکن علمائے متاخرین کے ایک مخصوص گروہ کے نزدیک تصحیح و تحسین حدیث کے معتبر اور نہایت اہم قواعد و اصول سمجھے جاتے ہیں۔

ضعیف اور مضعّف کے درمیان فرق

علامہ قسطلانیؒ نے "ارشاد الساری" میں مولانا محمد حسن سنبھلی حنفیؒ (م ۱۳۰۵ھ) نے "مقدمہ تنسیق النظام فی مسند الامام"[۴۲] میں اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم نے "قواعد فی علوم الحدیث"[۴۳] میں "ضعیف" اور "مضعّف" کے درمیان یہ فرق بیان کیا ہے کہ "ضعیف" سے احکام میں احتجاج نہیں کیا جاتا صرف فضائل میں کیا جاتا ہے، جبکہ مضعّف سے دونوں میں احتجاج درست ہے "ضعیف" کی تعریف تو شروع ہی میں بیان کی جا چکی ہے، "مضعف" ضعیف حدیث کی وہ قسم ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق نہ ہو بلکہ اس کا متن یا اسکی سند بعض کے نزدیک "ضعیف" اور بعض کے نزدیک "قوی" ہو۔ اس لحاظ سے مضعّف ضعیف سے برتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ شاید "مضعّف" اصطلاح "حسن" کا متبادل ہے کیونکہ: (۱) عند الحنفیہ جو حدیث مختلف فیہ ہو وہ "حسن" ہوتی ہے۔ (۲) حسن اور مضعّف دونوں قابل احتجاج بیان کی جاتی ہیں۔ (۳) ضعیف سے اُوپر اور صحیح سے فروتر حدیث "حسن" ہوتی ہے، "مضعّف" بھی ضعیف سے اوپر ہے لیکن درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ لہذا "حسن" ہوئی۔

ضعیف روایت سے احد المحتملات کی تعیین ہو سکتی ہے

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ ضعیف روایت سے احد المحتملات کی تعیین ہو

۴۲ھ مقدمہ تنسیق النظام ص ۹۹، ۴۳ھ قواعد فی علوم الحدیث

سکتی ہے۔ چنانچہ مولانا بدر عالم میرٹھی مرحوم فرماتے ہیں:

"لا باس بضعف الروایۃ فانہا تکفی لتعیین أحد المحتملات"۔[۴۴]

کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا ہی اس کی تصحیح ہوتا ہے، خواہ وہ ضعیف ہو

شیخ ابن الہمام حنفیؒ وغیرہ کا قول ہے: "جب کوئی مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرتا ہے تو یہ اسکی تصحیح ہوتی ہے"۔[۴۵]

علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں:

"و معلوم أن استدلال المجتہد بحدیث تصحیح لہ"۔[۴۶]

اور مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"جزم کل مجتہد بحدیث دلیل علی صحتہ عندہ الخ"۔[۴۷]

مختلف فیہ حدیث حسن ہوتی ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم بیان کرتے ہیں: "اگر کوئی حدیث مختلف فیہ ہو یعنی بعض محدثین نے اسکی تصحیح کی ہو۔ بعض نے تحسین اور بعض نے تضعیف، تو وہ حسن ہوتی ہے"۔[۴۸]

اور علامہ منذریؒ "مقدمہ ترغیب" میں فرماتے ہیں:

"فأقول إذا کان رواۃ إسناد الحدیث ثقات وفیہم من اختلف فیہ: إسنادہ حسن، أو مستقیم، أو لا بأس بہ"۔[۴۹]

مختلف فیہ راوی حسن الحدیث ہوتا ہے

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم بیان کرتے ہیں:

---

[۴۴] تعلیقات علی فیض الباری جلد ۲ ص ۴۲۱۔ [۴۵] رد المختار جلد ۱ ص ۳۷۔ [۴۶] تعلیق علی شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمیؒ ص ۵۶-۵۹۔ [۴۷] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۵۸۔ [۴۸] ایضاً ص ۷۲۔ [۴۹] ترغیب المنذری جلد ۱ ص ۶۔

" اگر کوئی راوی مختلف فیہ ہو یعنی بعض نے اسے ثقہ بتایا ہو اور بعض سے ضعیف تو وہ حسن الحدیث ہوتا ہے "۔[۵۰]

مندرجہ بالا ان دونوں اصولوں پر مبنی تحسینِ احادیث اور تحسین رواۃ کی مثالیں اگر دیکھنا مطلوب ہوں تو نصب الرایہ للزیلعیؒ [۵۱]، مرقاۃ السعود [۵۲] حاشیہ سنن ابوداؤدؒ، فتح القدیر [۵۳] لابن ہمامؒ اور تعقیبات [۵۴] للسیوطیؒ وغیرہ کی طرف مراجعت ہوگی۔

اگر ضعیف حدیث میں صحت کا قرینہ پا جائے تو وہ قابلِ احتجاج ہوتی ہے

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم فرماتے ہیں:

" اگر صحت کا قرینہ پایا جائے تو ضعیف حدیث سے ساتھ احتجاج بھی جائز ہے جس طرح کہ اگر قرینہ صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اس پر عمل ترک کرنا جائز ہوتا ہے "۔[۵۵]

اور علامہ ابن ہمام حنفیؒ فرماتے ہیں:

" إذا تأيد الضعيف بما يدل على صحته من القرائن كان صحيحاً "۔[۵۶]

اعتضاد بالضعیف کا اصول۔

مولانا ظہیر احسن نیموی مرحوم فرماتے ہیں:

" الضعيف يكفي للإعتضاد "[۵۷] اور " الضعيف يصلح للتقوية "۔[۵۸] غالباً آں مرحوم کے ان دونوں اقوال کا پس منظر علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی یہ عبارت ہے:

---

[۵۰] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۷۲،۷۳۔ [۵۱] نصب الرایہ للزیلعی جلد ۱ ص ۱۸، ۶۲
[۵۲] مرقاۃ السعود جلد ۲ ص ۲۵۳۔ [۵۳] تعقبات للسیوطیؒ ص ۵۴۔ [۵۵] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۵۶۔ [۵۶] فتح القدیر لابن ہمامؒ جلد ۱ ص ۴۴۱۔ [۵۷] تعلیق الحسن علی آثار السنن للنیموی جلد ۱ ص ۸۷۔ [۵۸] ایضاً جلد ۲ ص ۴۸۔

"لا بدع فی الاحتجاج بحدیث له طریقان لو انفرد كل منهما لم یكن حجة" ۵۹؎

" ایسی حدیث سے حجت پکڑنے میں کوئی بدعت کی بات نہیں ہے جس کے دو طریق ایسے ہوں کہ ان میں سے تنہا کوئی بھی حجت نہ ہو۔"

اور مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں :

" محدثین کے درمیان اس امر پر اتفاق ہے کہ مرسل حدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن اس کو کسی دوسری ضعیف سند سے آنیوالی مرسل یا مسند حدیث سے تقویت پہنچتی ہے۔" ۶۰؎

یہی وجہ ہے کہ مولانا ظفر احمد مرحوم " اعلاء السنن " کے متون و متوحشی کے بعض مقامات پر بقصد اعتضاد ضعیف احادیث ذکر کرتے نظر آتے ہیں۔

ضعف وصحت کا حکم ظاہر کی حیثیت سے ہوتا ہے جس میں صحیح کے موضوع یا اس کے برعکس ہونے کا احتمال رہتا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفیؒ فرماتے ہیں :

" ضعف وصحت کا حکم جو ہوتا ہے وہ (فقط) ظاہر کی حیثیت سے ہوتا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ ظاہری طور جس پر ضعف کا حکم لگا یا گیا ہو وہ (نفس الامر میں) صحیح ہو۔" ۶۱؎

ملا علی قاری الھرویؒ فرماتے ہیں :

محققین کے نزدیک حکم صحت وحسن وضعف فقط ظاہر کی حیثیت سے ہوتا ہے جسمیں یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ صحیح موضوع ہو یا اس کے برعکس، جیسا کہ ابن حجر مکیؒ نے حدیث (من بلغه عن الله عزوجل شيئ الخ) کے معنی میں لکھا ہے۔"

۵۹؎ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ صـ ۱۶۰ - ۶۰؎ قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی صـ ۱۱۱ وکذا فی التدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ صـ ۱۶۰ وقواعد التحدیث للقاسمیؒ صـ ۱۱۰

۶۱؎ فتح القدیر لابن ہمامؒ جلد ۱ صـ ۵۰۔

اور صاحب "فیض الباری فی شرح صحیح البخاری" علامہ شیخ محمد اسماعیل عجلونی الجراحی الدمشقیؒ (م ۱۱۶۲ھ) "کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتهر من الأحادیث علی ألسنة الناس" کے مقدمہ میں رقم فرماتے ہیں :

"محدثین کے نزدیک کسی حدیث پر وضع اور صحت وغیرہ کا حکم بحسب ظاہر یعنی باعتبار اسناد وغیرہ ہوتا ہے باعتبار نفس الامر والقطع نہیں ہوتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ محدث کی نظر میں جو حدیث صحیح ہو وہ نفس الامر میں ضعیف یا اس کے برعکس ہو الخ" [۶۳]

فی الحال صرف ان چند اصول کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اگر کبھی فرصت کے لمحات میسر آئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے توفیق بخشی تو ان شاء اللہ ان تمام قواعد و اصول پر سیر حاصل بحث افادۂ عام کے لئے پیش کی جائیگی۔

○

---

۶۳ کشف الخفاء للعجلونیؒ جلد ۱ ص ۸ (نوٹ: اس اصول پر مختصراً تنقید زیر نظر رسالہ کے اختتام پر ملحق میں درج ہے)

کشف، الہام اور خواب کے ذریعہ احادیث نبوی ثابت نہیں ہوتیں

اکثر علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ کسی فرد کے مکاشفات، الہامات، منامات (خوابوں) کو شرعی دلیل کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان سے شریعت مطہرہ کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ علامہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانیؒ وغیرہ فرماتے ہیں:

"یہ شریعت اِس بات کی متقاضی ہے کہ کشف دین میں صالح استناد نہ ہو"۔ [۶۴]

اور امام نوویؒ شرح مسلمؒ میں تحریر فرماتے ہیں:

"جو چیز شریعت میں متعین ہو چکی ہے اِس میں کسی سونے والے شخص کے خواب دیکھنے سے تغیر نہیں ہو سکتا"۔ [۶۵]

جب خوابوں کی شرعی حیثیت متعین ہو چکی تو یہ امر اس سے بدرجہا اولیٰ ہے کہ کہ الہام و مکاشفات و منامات سے احادیثِ نبوی بھی ثابت نہ ہوں کیوں کہ قرآن کریم کے بعد اصل الاحکام احادیثِ نبوی ہی تو ہیں۔ خواب اور کشف وغیرہ سے احادیث نبوی کی تصحیح کے متعلق علامہ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

"جس حدیث کی صحت کا علم نہ ہو وہ خواب میں صلی اللہ علیہ وسلم کے تصحیح فرمانے یا کشف اور الہام کے ذریعے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب میں صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حکم ثابت نہیں ہے بلکہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں جو کچھ آپؐ نے اس دنیا میں ارشاد فرمایا تھا اس کا حکم ثابت ہے۔ تصحیح حدیث کا مدار صرف اسناد پر ہوتا ہے"۔

ملا علی قاریؒ "شرح النخبۃ" میں فرماتے ہیں:

"کشف اور الہام اس مبحث سے غلطی کے احتمال کی وجہ سے خارج ہیں"۔ [۶۶]

---

۶۴ التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل للیمانیؒ جلد ۲ صہ ۲۴۱ ۔ ۶۵ شرح مسلم صحیح للنوویؒ کما فی اسرار المرفوعہ للقاریؒ صہ ۲۷۱ ۔ ۶۶ مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ صہ ۱۵۲-۱۵۳

شیخ محمد جمال الدین قاسمی نے اپنی کتاب "قواعد التحدیث" میں اس بارے میں ایک مستقل باب مقرر کیا ہے:

"الرد علی من یزعم تصحیح بعض الاحادیث بالکشف بان مدار الصحۃ علی السند"۔ اور اس کے تحت لکھتے ہیں:

"یہ بات ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ احادیث صرف اسانید سے ثابت ہوتی ہیں۔ نہ کہ کشف اور انوار القلوب وغیرہ سے"۔ [۶۷]

ابن عربیؒ اور عجلونیؒ کا اس اصول سے انحراف

متقدمین میں سے شیخ محمد اکبر محی الدین بن علی المعروف بابن عربی الطائی المالکی (م ۶۳۸ھ) اور ان کے بعد اکثر صوفی مزاج علماء (مثلاً خلعیؒ اور سیوطیؒ وغیرہ) نے الہام، کشف اور خواب کے ذریعے تصحیح احادیث کو جائز رکھا ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی "فتوحات المکیہ" میں متعدد مقامات پر لکھتے ہیں: "عرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث"۔

افسوس اور حیرت تو علامہ محمد اسماعیل عجلونی الجراحیؒ پر ہوتی ہے کہ جو باوجود ایک محقق و محدث ہونے کے تصحیح و تضعیف کشفی پر اعتماد و یقین رکھتے ہیں، چنانچہ کشف الخفاء و مزیل الالباس" کے مقدمہ میں "فتوحات المکیہ" کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

"فرُبَّ حدیثٍ یکون صحیحًا من طریق رواتہ یحصلُ لھذا المکاشفِ أنہ غیرُ صحیح لسؤالہ لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیعلمُ وَضعہ ویَترکُ العملَ بہ وإن عَمِل بہ أھلُ النقل لصحۃ طریقہ ورُبَّ حدیثٍ تُرِکَ العمل بہ لضعف طریقہ من أجل وَضّاعٍ فی رواتہ یکون صحیحاً فی نفس الامر لسماع المکاشِفِ لہ من الروح حین إلقائہ علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ"۔ [۶۸]

---

[۶۷] قواعد التحدیث القاسمیؒ ص ۱۸۳-۱۸۵ مختصراً۔ [۶۸] کشف الخفاء و مزیل الالباس للعجلونیؒ جلد ۱ ص ۹

کسی حدیث کی تصحیح، تحسین و تضعیف اجتہادی امر نہیں ہوتی

کسی حدیث کی تصحیح، تحسین و تضعیف امرِ اجتہادی نہیں ہے لیکن بعض کم بصیرت لوگوں کو تصحیح احادیث میں اختلاف بین المحدثین دیکھ کر اس کے امرِ اجتہادی ہونے کا وہم ہوا ہے چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم وغیرہ "قواعد فی علوم الحدیث" میں ایک فصل اس طرح مقرر فرماتے ہیں:

"ان تضعیف الرجال و توثیقهم و تصحیح الأحادیث و تحسینها أمر اجتهادی و لکل وجهة"

اور اس فصل کے زیرِ عنوان تحریر فرماتے ہیں:

فیجوز أن یکون راوٍ ضعیفاً عنده واحد ثقة عند غیره و کذا الحدیث ضعیفاً عند بعضهم صحیحاً او حسناً عند غیره" [۶۹]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"فلا یلزم من صحة الحدیث عند واحد صحة عند أخر ولا من ضعفه عنده ضعفه عند غیره" [۷۰]

ان حضرات کے خیال کے مطابق اگر تصحیح و تضعیف کا دار و مدار امورِ حسیہ پر ہوتا اور اس میں اجتہاد کا دخل نہ ہوتا تو بعض حدیثوں کی تضعیف، تحسین و تصحیح میں اختلاف بھی نہ ہوتا مگر یہ خیال درست نہیں ہے جیسا کہ آگے واضح کیا جائے گا۔

حدیث کی تصحیح، تحسین و تضعیف میں اختلاف بین المحدثین کی وجوہ۔

کسی حدیث کے متعلق اختلاف بین المحدثین کی متعدد وجوہ ہیں، مثلاً:

---

[۶۹] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۴۹ - [۷۰] ایضاً ص ۵۵ -

۱۔ کسی حدیث کی ایک سے زیادہ سندیں ہوں تو محدث جس نے اسکی تضعیف کی ظاہر ہے اس محدث کو وہ حدیث بسند ضعیف پہنچی ہوگی اور جس محدث نے اسکی تصحیح کی لازماً اس کو وہ حدیث دوسری قوی سند سے پہنچی ہوگی۔

۲۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں محدثین کو وہ حدیث ایک ہی ضعیف سند سے پہنچی مگر ان میں سے تضعیف کرنے والے محدّث کو اس حدیث سے شواہد و متابعات روائتیں نہ مل سکیں جب کہ تحسین یا تصحیح کرنے والے محدّث کو اس کی شواہد ومتابعات مل گئیں، چنانچہ "حسن لذاتہ" و "حسن لغیرہ" کی اصطلاحات عند المحدثین معروف ہیں۔

۳۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں محدثین کو وہ شواہد ومتابعات تو ملیں مگر تضعیف کرنے والے محدث نے باعتبار سندِ خاص ومتن خاص اسکی تضعیف کی جیسے کہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں کثیر مقامات پر "غریب بھذا اللفظ" لکھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ باعتبار متن خاص کے وہ حدیث غریب ہے۔

۴۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی محدث کو ایک راوی پر جرح ملی لہذا اس نے اسکی تضعیف کر دی، حالانکہ اس جرح کرنے امام والے نے بعد میں اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا لیکن تضعیف کرنیوالے محدث کو اس امام کے رجوع کی اطلاع نہ مل سکی مگر تصحیح کرنیوالے محدث کو مل گئی ہو۔

۵۔ اسی طرح کسی دوسرے امام کی کسی راوی پر جرح دیکھ کر ایک محدّث نے تضعیف کر دی مگر اس جرح کا سبب اُسے معلوم نہ تھا بعد میں کسی دوسرے محدث کو اس جرح کے سبب کا علم ہوا تو اس نے اس جرح کو قبول نہ کیا اور تصیح کر دی۔ اس کی بہترین مثال راوی "محمد بن اسحٰق" کی روایت ہے جس پر امام مالک کی جرح پا کر کسی محدّث نے انکی روائیت کو ضعیف قرار دیا لیکن دوسرے محدث کو اس جرح کے سبب (یعنی امام مالکؒ کی باہمی رنجش) کا علم تھا اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ بعد میں امام

مالکؒ نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا تھا اور ابن اسحٰق سے مصالحت کرلی تھی اور ان کے مابین تحائف کا تبادلہ بھی ہوا تھا تو اس دوسرے محدث نے امام مالکؒ کی سابقہ جرح کو کالعدم سمجھتے ہوئے محمد ابن اسحٰق کی روایت کی تصحیح کی۔

۶۔ اس اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کسی محدث کو کسی کذاب یا وضاع راوی سے مروی کوئی حدیث پاکر اسکی دوسری صحیح سند سے غفلت رہی یا جوشِ تحریر میں قلم چل گیا۔ جیساکہ امام ابن الجوزیؒ کے متعلق مشہور ہے، علاّمہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

" والموقع له في إستناد * في غالباً لضعف راويه الذي رمي بالكذب مثلاً غافلاً عن مجيئه من وجه أخر" [۱]

"ابن الجوزیؒ کو اسمیں پڑنے کی اکثر وجہ یہ ہے کہ حدیث کا کوئی راوی متہم بالکذب پایا اور اس حدیث کے بسندِ آخر مروی ہونے سے غفلت رہی"

مزید تفصیلات کے لئے "حاشیہ بر مقدمہ تحفۃ الاحوذی لأبی الفضل" [۲] وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ مثال کے طور پر ہم یہ کہتے ہیں کہ "شذوذ" کا پایا جانا یا نہ پایا جانا قطعی طور پر ایک حسی امر ہے جسمیں کسی رائے، تجویز، قیاس یا اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ صحیح حدیث میں علت قادحہ کا نہ ہونا قید سلبی ہے۔ قید وجودی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

○

---

[۱] فتح المغیث لشرح الفیۃ السخاویؒ ص۱۰۱

[۲] حاشیہ بر مقدمہ تحفۃ الاحوذی لأبی الفضل عبدالسمیعؒ ص۱۵۹

رواۃ حدیث کی توثیق وتضعیف بھی اجتہادی امر نہیں ہے

تصحیح تحسین وتضعیفِ حدیث میں اختلاف بین المحدثین کی طرح جارحین ومعدلین کے درمیان بعض رواۃ حدیث کے بارے میں اختلاف رائے دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے کہ رجال کی توثیق وتضعیف بھی اجتہادی امر ہے۔ چنانچہ شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں:

"فدار الامر فی الرواۃ علی اجتہاد العلماء فیھم وکذا فی الشروط الخ"[۴۳]

اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم فرماتے ہیں:

"ان تضعیف الرجال وتوثیقھم امر اجتہادی"[۴۴]

حالانکہ تمام اصحابِ نظر جانتے ہیں کہ جرح وتعدیل کی اصل بنیاد امورِ محسوسہ یعنی مشاہدات ومسموعات پر ہے۔ ان مشاہدات ومسموعات کی روشنی میں ہی جارحین ومعدلین کسی راوی کے متعلق کسی عیبت، حقد ومحابات اور لومہ لائم کے خوف کے بغیر غایت درجہ ورع وامانت کے ساتھ اپنا فیصلہ اور حکم صادر کرتے ہیں۔ اتصالِ سند، توثیق الرواۃ، انکا ضابط القلب اور جید الحافظ ہونا، راوی اور مروی عنہ کی معاصرت اور آپس میں انکی لقا وسماع وغیرہ کی تحقیق محض جارحین ومعدلین کی شخصی رائے، تجویز، قیاس یا اجتہاد کا نتیجہ نہیں ہوسکتی نیز جارحین ومعدلین نے رواۃ کی نسبت جو کچھ ثقہ، ثبت، صدوق، شیخ، حافظ، ضابط، عادل، جید الحدیث حسن الحدیث، سیئی الحفظ، واہم، مجہول، مستور، لایعرف، ساقط، داہ، ہالک کذاب، دجال، متروک، وضاع، لایساوی شیئاً، لایساوی فلساً، ضعفوہ، ترکوہ متساھل، لیس بشئی، منکر الحدیث، رکن الکذب، ذاھب الحدیث، سارق الحدیث

---

[۴۳] فتح القدیر لابن ہمام جلد ۱ صفحہ ۳۱۷ وغیرہ
[۴۴] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۴۹، ۵۲، ۵۴، ۵۵ وغیرہ

لیس بثقۃ ، لا یحتج بہ ، لیس بحجۃ ، لیس بذاک اور فیہ مقال وغیرہ الفاظ جرح وتعدیل لکھے ہیں تمام کی بنیاد حس تجربیات ، مسموعات اور مشاہدات پر ہے نہ کہ قیاس واجتہاد یا ظن وتخمین پر۔

ائمہ جرح وتعدیل کے مابین اختلافِ رائے کی وجوہ۔

ائمہ جرح وتعدیل کے درمیان بعض اوقات جو اختلاف رائے نظر آتا ہے وہ بھی شخصی رائے اور اجتہاد کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی راوی کے حالات میں تبدیلی واقع ہونے ، کبھی راوی کے احوال کی معرفت کے ذرائع مختلف ہونے اور کبھی جارحین ومعدلین کی شرائط ومعیار جدا ہونے کے سبب ہوتا ہے ۔

۱۔ اختلاف کی پہلی وجہ کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی ایک امام نے جب کسی راوی کے حالات کا پتہ لگایا تو اس وقت اسمیں کوئی امر قابلِ جرح نہ تھا لہٰذا اس نے تعدیل بیان کی بعد میں جب کسی دوسرے امام نے اسی راوی کے متعلق معلومات جمع کیں تو وہ راوی اپنی سابقہ حالت بدل چکا تھا لہٰذا اس امام نے اس پر جرح کر ڈالی ۔ مثال کے طور پر پہلے کوئی راوی قوی الحافظہ اور ضابط تھا لیکن بیماری یا کبرسنی یا کسی حادثہ کے سبب بعد میں اس کا حافظہ کمزور ہوگیا اور اسکی سابقہ حالت میں تغیّر آگیا ۔

۲۔ اختلاف کی دوسری وجہ جس کی طرف اُوپر اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ کسی امام کو کسی راوی کا مفصّل حال معلوم نہ ہو سکا ، جہاں تک معلوم ہوا اسمیں کوئی امر قادح نہ تھا لہٰذا اس نے اس راوی کی تعدیل درج کی مگر کسی دوسرے امام نے جب اس کے متعلّق دوسرے ذرائع سے معلومات جمع کیں اور اس کے حالات کی تحقیق کی تو اس راوی میں کچھ قابلِ جرم باتیں پائیں پس آخر الذکر امام نے اس پر جرم درج کر دی ۔

۳۔ اختلافِ رائے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی امام کے متساہل ، متسامح معتدل اور متشدد ہونے کی بنا پر بھی کسی ایک راوی کے متعلّق مختلف اَقوال ملتے ہیں مثال کے طور پر امام عجلیؒ اور امام ابن حبانؒ (توثیق المجہولین کے معاملہ میں)

بہت زیادہ متساہل ہے[۷۵] امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ متسامح، امام احمدؒ، امام دارقطنیؒ اور امام ابن عدیؒ معتدل اور ابو حاتم الرازیؒ وغیرہ انتہائی متشدد اور محتاط رویہ کے لئے مشہور ہیں۔[۷۶] یہ تساہل، تسامح، اعتدال اور تشدد ان جارحین و معدلین کے اپنے اپنے معیار و شرائط جدا ہونے کے سبب ہے لیکن محدثین اور اصولیین نے ان اختلافات یا تعارض کو رفع کرنے کیلئے جرح مفسر و مبہم، تعدیل مفسر و مبہم اور اطلاع علی منہج الجارحؒ والمعدل وغیرہ سے رہنما اصول وضع کئے ہیں جس کی تفصیل خلاصہ فی اصول الحدیث للطیبیؒ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ ترتیب محمد فرید وجدی، تدریب الراوی للسیوطیؒ، مختصر فی علم رجال الأثر از عبدالوہاب عبداللطیف، قاعدہ جرح والتعدیل للسبکیؒ، تقیید والإیضاح للعراقیؒ، قواعد التحدیث للقاسمیؒ اور رفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل لابو الحسنات عبدالحیّ اللکنویؒ وغیرہ میں درج ہے۔[۷۷]

---

[۷۵] کتاب التنکیل بما فی تانیب الکوثری للشیخ عبدالرحمٰن معلمی الیمانی جلد ۱ ص ۶۶، تعلیق الشیخ الیمانیؒ علی فوائد المجموعہ ص ۱۰۰، ۴۸۵، انوار الکاشف للیمانیؒ ص ۹۸، مقالات الکوثریؒ ص ۶۵، ۳۰۹، لسان المیزان لابن حجرؒ جلد ۱ ص ۱۴، مقدمہ کتاب الثقات لابن حبانؒ جلد ۱ ص ۱۳، جرح والتعدیل لابو لبابہ حسین ص ۱۶۸، رسالہ المستطرفہ للکتانیؒ ص ۱۱، ردعلی التعقیب الحثیث ص ۱۸-۲۱، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی جلد ۱ ص ۳۲-۳۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للألبانی جلد ۲ ص ۱۸۲، ۲۱۹۔

[۷۶] إعلان التوبیخ لمن ذم التاریخ مع علم التاریخ عند المسلمین ص ۱۶۷، ۲۱۷، فتح المغیث لشرح ألفیۃ الحدیث السخاویؒ جلد ۳ ص ۳۲۵۔

[۷۷] خلاصہ فی علوم الحدیث للطیبیؒ ص ۵۷، دائرۃ المعارف الإسلامیہ ترتیب وجدی جلد ۳ ص ۳۷۵، تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۳۰۵-۳۱۵، مختصر فی علم رجال الاثر الشیخ عبدالوہاب ص ۵۴، قاعدہ جرح والتعدیل للسبکیؒ ص ۵-۶، تقیید والایضاح للعراقیؒ ص ۱۳۸، قواعد التحدیث للقاسمی ص ۱۸۸-۱۹۰، رفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل للکنوی ص ۹۹۔

ضعیف حدیث سے استحباب ثابت نہیں ہوتا

امام نوویؒ نے کتاب "الاذکار" میں، ابن الہمامؒ نے "فتح القدیر" میں اور بعض متأخرین (مثلاً ملا علی قاریؒ، مولانا عبدالحئی لکھنویؒ، مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم وغیرہ) نے اپنی تصانیف میں ضعیف احادیث سے استحباب کا ثابت ہونا بیان کیا ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"محدثین اور فقہا وغیرہ کا قول ہے کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو الخ" [۷۸]

علامہ ابن الہمام حنفیؒ فرماتے ہیں:

"الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع" [۷۹]

ملا علی قاریؒ نے "اسرار المرفوعة" [۸۰] میں، مولانا ظفر احمد عثمانی نے "قواعد فی علوم الحدیث" [۸۱] میں اور مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے "جامع الآثار" [۸۲] میں ضعیف حدیث سے استحباب کا ثابت ہونا بیان کیا ہے۔

"یہ (قول) ضعیف حدیث سے ثبوت استحباب پر نص کی حیثیت رکھتا ہے" [۸۳]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"اس مقام پر حق بات یہ ہے کہ اگر کسی صحیح حدیث سے مندوبیت امر یا اس کا جواز ثابت نہ ہوتا ہو اور اس بارے میں کوئی ایسی ضعیف حدیث وارد ہو جس کا ضعف شدید نہ ہو تو اس سے اس کا استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اصل شرعی کے تحت مندرج ہو نیز ادلۂ صحیحہ اور اصول شرعیہ سے متناقض

---

[۷۸] کتاب الاذکار للنوویؒ ص۸۔ [۷۹] فتح القدیر لابن ہمامؒ جلد۱ ص۴۶۷

[۸۰] الاسرار المرفوعہ لملا علی قاریؒ ص۳۰۹۔

[۸۱] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص۱۱۱۔ [۸۲] جامع الآثار از اشرف علی ص۸

[۸۳] الاجوبۃ الفاضلہ للکنویؒ ص۵۵۔

نہ ہو" ۸۴ھ

علامہ لکھنوی مرحوم نے اپنے رسالے "اجوبۃ الفاضلہ" کے بعض اور مقامات[85] پر نیز "تحفۃ الکملۃ" [86] وغیرہ میں بھی ضعیف حدیث سے استحباب کے ثبوت کا ذکر کیا ہے مگر تحقیق و مطالعہ بتاتا ہے کہ اکثر علماء اور مؤلفین نے اس معاملے میں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی بہت غفلت برتی ہے، فإنا للہ الخ۔

علامہ دوانیؒ اور خفاجیؒ کے مابین مناقشہ۔

استحباب بالضعیف کے متعلق علامہ جلال الدین محمد بن سعد الدوانی الشافعیؒ (م ۹۰۸ھ) [87] نے اپنے رسالہ "انموذج العلوم" میں انتہائی قابلِ قدر بحث درج فرمائی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"علماء کا اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکامِ شرعیہ ثابت نہیں ہوتے (بعض نے) فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ پر عمل کو جائز بتایا بلکہ اسے مستحب قرار دیا ہے اس کی صراحت امام نوویؒ نے اپنی کتاب "الاذکار" میں کی ہے مگر اسمیں اشکال ہے کیونکہ عمل کا جواز اور اس کا مستحب ہونا یہ دونوں چیزیں احکامِ شرعیہ خمسہ میں سے ہیں پس بمقتضائے حدیث ضعیف اگر عمل مستحب ہو تو یہ حدیث ضعیف سے اس استحباب کا ثبوت ہوا حالانکہ یہ چیز احکام میں ضعیف احادیث سے عدم ثبوت کے سابقہ کلام کے سراسر خلاف ہے۔

بعض علماء یہ بتاتے ہیں کہ امام نوویؒ کی مراد یہ ہے کہ اعمال میں سے کسی عمل کی فضیلت اگر کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت ہو جائے تو اس باب میں ضعیف حدیث کی روایت جائز ہوتی ہے لیکن چونکہ اس بات کا امام نوویؒ کے کلام سے کوئی ربط نہیں ہے لہذا امام نوویؒ کی مراد ہرگز نہیں ہو سکتی اور کتنے

۸۴ھ ایضاً ص۵۵۔ ۸۵ھ ایضاً ص۳۷۔ ۸۶ھ تحفۃ الکملۃ للکنویؒ ص۲

۸۷ھ علامہ کوثریؒ نے علامہ دوانیؒ کا سنِ وفات رسالہ "حقیقۃ الإنسان والروح الجوال فی العالم للدوانی" طابع عزت العطار طبع ۱۹۴۷ء کے مقدمہ میں ۹۰۸ھ کی بجائے ۹۲۸ھ درج کیا ہے جو خطاء ہے۔

علماء ایسے ہیں جو جواز عمل، اس کے استحباب اور مجرد نقل حدیث کے درمیان تمیز کرتے ہوں؟ ہاں اگر اعمال میں سے کسی عمل کی فضیلت کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہ ہو تو اس بارے میں ضعیف حدیث کا نقل کرنا اس کے ضعف کی تنبیہ کے ساتھ جائز ہے اس کی مثالیں کتب حدیث وغیرہ میں بکثرت شائع ہیں اور ادنیٰ تتبع سے انہیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

البتہ یہ تعویل درست ہے اس صورت میں کہ اعمال میں سے کسی عمل کی فضیلت میں اگر کوئی ضعیف حدیث ملے اور وہ عمل محتمل حرمت یا کراہت نہ ہو تو ایسی ضعیف حدیث پر عمل کرنا اور اس کا مستحب ہونا جائز ہے کہ وہ مامون الخطر اور مرجوّ النفع ہے بشرطیکہ وہ اباحت اور استحباب کے بیچ کی چیز ہو لہذا اس پر عمل ثواب کی غرض سے احتیاطاً ہوگا۔ لیکن اگر وہ ضعیف حدیث حرمت اور استحباب کے بیچ کی چیز ہو تو اس پر عمل کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر وہ کراہت اور استحباب کے بیچ کی چیز ہو تو اس بارے میں مجال نظر وسیع ہے کہ اس پر عمل کرنا مکروہ میں جا پڑنے اور اس کو ترک کرنا کسی مستحب کو ترک کرنے سے متعلق ہے۔ لہذا اگر کراہت کا خطرہ شدید ہو اور استحباب محتمل ضعیف ہو تو ایسی صورت میں ترک عمل کو ترجیح دی جائیگی اور اس پر عمل مستحب نہ ہوگا لیکن اگر کراہت کا خوف اس قدر ضعیف ہو کہ علی تقدیر استحباب وہ ترک عمل کا مقاوم نہ ہو تو احتیاطاً اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور مرتبہ کراہت و استحباب کے مساوی ہونے کی صورت میں نظر تام کی حاجت ہے بظاہر اس کے مستحب ہونے کا گمان کیا جائیگا کیونکہ مباحات نیّت سے عبادت بنتی ہیں پس جس بارے میں ضعیف حدیث کے باعث استحباب ہونے کا شبہ ہو تو ایسا کیونکر ممکن ہے؟

پس معلوم ہوا کہ جواز عمل اور اس کا مستحب ہونا مشروط ہے۔ جواز عمل تو حرمت سے عدم احتمال کی صورت میں ہے اور استحباب اس صورت میں جس کا ہم نے مفصّل ذکر کیا ہے۔ یہاں ایک چیز باقی ہے اور وہ یہ کہ

اگر احتمال حرمت معدوم ہو اور اس پہ کسی کا جواز عمل موجود نہ ہو تو محض اس حدیث کی بناء پر عمل جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ مفروض انتفائے حرمت ہے ضعیف حدیث کا احتمال حرمت کی نفی کرنا کوئی بیان نہیں کرتا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث سے احکام خمسہ میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی نیز انتفائے حرمت کے لئے اباحت کا ثبوت لازم ہے اور اباحت حکم شرعی ہے جو ضعیف حدیث سے ثابت نہیں ہوتے پس امام نووی کی مراد وہی ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں یعنی جوازِ عمل کا استحباب کی موافقت میں مذکور ہونا۔

حاصل جواب یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہے اور استحباب بھی ان قواعدِ شرعیہ سے معلوم ہے جو دینی امور میں استحباب احتیاط پر دلالت کرتے ہیں۔ پس ضعیف حدیث سے احکام میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی بلکہ جو حدیث شبہۂ استحباب میں واقع ہو تو احتیاطاً اس پر عمل کیا جائے گا۔ پس استحباب احتیاط قواعد شرع سے معلوم ہے۔" [۸۸]

علامہ دوانی کی اس طویل بحث کو علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ نے " قواعد التحدیث " [۸۹] میں، مولانا ابو الحسنات عبدالحئی لکھنویؒ نے اپنے رسالہ " الاجوبۃ الفاضلۃ " [۹۰] میں بتصرف اور شیخ محمد لطفی الصباغ نے " حدیث النبوی " [۹۱] میں مختصراً نقل کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین الخفاجیؒ نے " شرح الشفاء " [۹۲] میں علامہ جلال الدین الدوانی کی اس بحث کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے اس پر تعقب کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ علامہ خفاجی کا یہ مناقشہ انتہائی

---

۸۸ - انموذج العلوم للدوانیؒ ص۲ - ۸۹ - قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۱۱۸-۱۲۰

۹۰ - اجوبۃ الفاضلۃ لابو الحسنات اللکنویؒ ص ۵۵-۵۹ - ۹۱ - حدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ محمد لطفی الصباغ ص ۲۳۳ - ۹۲ - نسیم الریاض شرح شفا القاضی عیاضؒ للخفاجیؒ جلد ۱ ص ۵۴ و کذا فی قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۱۲۰ و اجوبۃ الفاضلۃ لابو الحسنات اللکنویؒ ص ۵۳، ۵۴ -

لغو اور صفحات سیاہ کرنے سے زیادہ نفع بخش نہیں ہے۔ اس تعقب سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ، ملا علی قاریؒ اور شیخ ناصر الدین الالبانی کا استحباب بالضعیف کی نفی فرمانا

امام ابن تیمیہؒ استحباب بالضعیف کی رد میں اپنے بعض فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح وہ چیز جس پر علماء کا اتفاق ہے یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے معنی اس حدیث کے جس کے ساتھ حجت نہ کی جاتی ہو، کے ساتھ استحباب کا اثبات نہیں ہے کیونکہ استحباب ایک شرعی حکم ہوتا ہے جو کسی شرعی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلا دلیل شرعی یہ خبر دے کہ اللہ تعالیٰ فلاں عمل کو پسند کرتا ہے تو اس نے گویا دین میں تشریع کی کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت نہیں دی ہے، الخ" ۹۳

ملا علی قاریؒ بھی "شرح شمائل" میں ایک حدیث کے تحت یہ تحریر فرمانے پر مجبور ہو گئے کہ:

بے شک یہ ردّ مدفوع ہے کیونکہ صرف انہی ضعیف احادیث پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے جو کتاب و سنت میں معروف ہیں لیکن ان سے خصلت استحباب کے اثبات پر دلیل نہیں لائی جاتی" ۹۴

(ملا علی قاریؒ کی مندرجہ بالا اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر انکی ہی بعض دوسری کتب کی طرف غور و تتبع فرمائیں، وہاں آپ کو آں رحمہ اللہ احادیث ضعیفہ سے استحباب ثابت کرتے نظر آئیں گے۔ اسکی ایک مثال کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، چند اور مثالیں ان شاء اللہ آگے زیر بحث آئیں گی۔ ان متضاد قسم کے اقوال کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں آں رحمہ اللہ بیک وقت دو کشتیوں پر سوار ہیں)

---

۹۳ مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہؒ جلد ۱۸ ص ۶۵ ۔ ۹۴ شرح شمائل لملا علی القاریؒ بحوالہ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی جلد ۳ ص ۶۳۶

عصرِ حاضر کے نامور محدث و محقق علامہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ اپنی کتاب " احکام الجنائز " کے حاشیہ میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

" اس پر عمل کرنے کی تجویز کا معنی ضعیف حدیث پر عمل کی مشروعیت کا اثبات ہے جو جائز نہیں ہے کیونکہ مشروعیت کا قلیل ترین درجہ استحباب ہوتا ہے جو کہ احکامِ خمسہ میں سے ایک حکم ہے اور کوئی حکم شرعی کسی صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا نیز باتفاق علماء استحباب میں کسی بنے ضعیف حدیث کو نہیں پایا " ۹۵ے

ہر ضعیف حدیث کو تعددِ طرق کی بناء پر حسن کہنا ایک بڑی خطاء ہے

اکثر علماء کو بلا تکلف یہ بیان کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث متعدد طرق سے آئے تو اس کا ہر طریق دوسرے طریق کے لئے تقویت کا باعث ہوتا ہے نیز ان متعدد طرق کا مجموعہ " حسن " کا درجہ رکھتا ہے ، چنانچہ علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی " عون الباری " میں امام نووی سے نقل فرماتے ہیں :

" ضعیف حدیث متعدد طرق کی صورت میں " ضعف " سے نکل کر " حسن " کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے اور مقبول و معمول بہ بن جاتی ہے "۔ ۹۶ے

یہی وہ اصول ہے جس کے پیشِ نظر امام نووی بعض احادیث کے متعلق فرماتے ہیں :

" یہ وہ حدیث ہے جس کی اسانید علیحدہ علیحدہ اگرچہ ضعیف ہیں ۔ لیکن بحیثیت مجموعی اس کا ہر طریق دوسرے طریق کو تقویت پہنچاتا ہے لہذا یہ حدیث حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ جس سے احتجاج کیا جاتا ہے "۔

۹۵ے احکام الجنائز للألبانی ص ۱۵۳

۹۶ے عون الباری بحوالہ قواعد التحدیث للقاسمی ص ۱۱۰

امام نوویؒ سے قبل امام بیہقیؒ طُرق ضعیفہ کی کثرت سے تقویت حدیث کے قائل رہے ہیں۔ امام ابوالحسن بن القطانؒ کا ظاہری کلام بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ آں رحمہ اللہ کے اس قول سے مترشح ہے:

"(ضعیف حدیث کی) وہ قسم ہے کہ جس سے کلّی طور پر حجت نہیں پکڑی جاتی لیکن فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاتا ہے مگر احکام میں اس پر عمل سے توقف کیا جاتا ہے اِلاّ یہ کہ وہ بکثرت طُرق وارد ہو، یا اتصالِ عمل سے اسکی تائید ہوتی ہو یا شاہد صحیح یا قرآن کی ظاہری نصوص سے اسکی موافقت ہوتی ہو۔ الخ"

علامہ سخاویؒ "فتح المغیث" میں امام ابن حجر عسقلانی سے نقل فرماتے ہیں کہ:
آں رحمہ اللہ نے ابن القطانؒ کے اس قول کی تحسین فرمائی ہے اور ایک دوسرے مقام پر اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ ضعف وہ ضعف ہے کہ جو سوءِ حفظ کے سبب ہو ایسی صورت میں اگر کوئی حدیث بکثرت طُرق وارد ہو تو وہ ترقی کرکے مرتبۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔" ۹۷

"فتح المغیث" میں ایک اور مقام پر علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:
"ان الحسن لغیرہ ملحق فیما یُحتجّ بہ لکن فیما تکثر طرقہ" ۹۸

لیکن دوسرے مقام پر یہ صراحت بھی فرمادی ہے:
اس کا تقاضیٰ یہ نہیں ہے کہ ہر ضعیف حدیث کے ساتھ اِحتجاج کیا جائے کیونکہ احتجاج جو ہے وہ دراصل بالھیئت المجموعہ ہے۔ مثال کے طور پر ایک مرسل حدیث دوسری مرسل حدیث کیلئے باعثِ اعتضاد ہوتی ہے اگرچہ ضعیف ہی ہو جیسا کہ امام شافعیؒ اور جمہورؒ کا قول ہے۔" ۹۹

۹۸ ایضاً ص۱۰۹-۱۱۰
۹۹ ایضاً ص۱۱۱

علامہ جلال الدین سیوطیؒ "تدریب الراوی بشرح تقریب النواوی" میں فرماتے ہیں :

"لا بدع فی الاحتجاج بحدیث له طریقان لو انفرد کل منهما لم یکن حجة کما فی المرسل إذا ورد من وجه آخر مسندًا أو وافقه مرسل آخر الخ" ۱۰۰؎

"ایسی حدیث سے حجت پکڑنے میں کوئی بدعت کی بات نہیں ہے جس کے دو طریق ایسے ہوں کہ ان میں سے تنہا کوئی بھی حجت نہ ہو مثلاً مرسل حدیث جبکہ کسی دوسری اسناد کے ساتھ بھی مسنداً وارد ہو یا کوئی دوسری مرسل حدیث اسکی موافقت کرتی ہو"

علامہ سیوطیؒ ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں :

"وکذا إذا کان ضعفها لإرسال أو تدلیس أو جهالة رجال زال بمجیئه من وجه آخر وکان دون الحسن لذاته" ۱۰۱؎

"اسی طرح اگر ضعف ارسال یا تدلیس یا رجال کی جہالت کے سبب ہو تو وہ ضعف دوسری اسناد کے ساتھ وارد ہونے سے زائل ہو جاتا ہے لیکن وہ حدیث حسن لذاتہ نہیں ہوتی"

علامہ ابن الہمامؒ "فتح القدیر" میں ایک مقام پہ فرماتے ہیں :

"پس یہ طرق متکثرہ ہیں، دس سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہیں، اگر یہ تمام ضعیف ہوں تو بھی مجموعی اعتبار سے انکی حجیت ثابت ہوتی ہے الخ" ۱۰۲؎

اسی طرح ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں :

"فهذه عدّة أحادیث لو کانت ضعیفة حسُنَ المتنُ فکیف ومنها ما لا ینزل عن الحسن" ۱۰۳؎

حافظ سیوطیؒ کے شاگرد علامہ شعرانیؒ "المیزان" میں فرماتے ہیں :

"جمہور محدثین نے ضعیف حدیث سے احتجاج کیا ہے جب کہ اس کے طرق

۱۰۰؎ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۱۶۰ ۔ ۱۰۱؎ ایضاً جلد ۱ ص ۱۷۱ ۔ ۱۰۲؎ فتح القدیر لابن ہمام جلد ۱ ص ۲۰-۱۹ ۔ ۱۰۳؎ ایضاً جلد ۱ ص ۶۷ ۔

بکثرت ہوں، وہ ایسی حدیث کبھی صحیح کے ساتھ ملاتے ہیں تو کبھی حسن کے ساتھ۔ ضعیف کی یہ قسم بیہقیؒ کی کتاب السنن میں بکثرت ملتی ہے جسے انہوں نے اپنے ائمہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کے احتجاج کے مقصد سے لکھا ہے۔ لہٰذا جب اُن کو کوئی صحیح یا حسن حدیث نہیں ملتی تو اپنے امام یا ان کے کسی مقلد کے قول کا استدلال اس سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس بارے میں فلاں فلاں طریق سے ضعیف حدیث مروی ہیں اور ان طرق میں سے بعض ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں"۔ ۱۰۴

مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنوی مرحوم "عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ" میں حدیث:

"لا تنکحوا النساء إلا الأکفاء ولا یزوجھن إلا الأولیاء ولا مھر دون عشرۃ دراھم" کے قول: "أقلہ عشرۃ دراھم" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک دس درہم کی تعیین مہر کی کم سے کم حد ہے۔ ہمارا مذہب اس باب میں وارد ہونے والی احادیث پر ہے (پھر ان حدیث کا ذکر کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں:) ان تمام اسانید مجروح اور ناقابل احتجاج ہیں لیکن اس کا جواب علامہ عینیؒ نے "بنایہ" میں اس طرح دیا ہے: اگر کوئی حدیث کئی طرق سے آئے جس کا علیحدہ علیحدہ ہر طریق ضعیف ہو تو وہ حسن ہو جاتی ہے اور اس سے حجت پکڑی جاتی ہے الخ"۔ ۱۰۵

علامہ سید ابوالوزیر احمد حسن محدث دھلوی (م ۱۳۳۸ھ) فرماتے ہیں:

"جس ضعیف حدیث کے متعدد طرق ہوں تو وہ حسن لغیرہ کہلاتی ہے"۔ ۱۰۶

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"امام ترمذیؒ کے نزدیک حسن حدیث وہ ہے جس کے متعدد طرق ہوں اور

---

۱۰۴ المیزان للشعرانی" جلد ۱ ص ۶۸۔ ۱۰۵ عمدۃ الرعایۃ بحوالہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص ۱۵۲ بتصرف یسیر۔ ۱۰۶ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ لابی الوزیر ملا ص ۹

اس کے رواۃ میں کوئی متہم (بالکذب) راوی نہ ہو نیز وہ شاذ بھی نہ ہو" ۱۰۷ء

مولانا ظفر احمد تھانوی مرحوم فرماتے ہیں:

"حاصل کلام یہ کہ ضعیف حدیث کے طُرق اگر متعدد ہوں یا اس کی تائید وہ چیز کرتی ہو جس کا قبول کرنا لائق ترجیح ہے تو وہ حسن لغیرہ ہے" ۱۰۸ء

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی ضعیف حدیث متعدد طرق سے آئے خواہ اس کا دوسرا صرف ایک ہی طریق موجود ہو تو وہ اس کے مجموعہ سے حسن کے درجہ تک ترقی کر جاتی ہے اور محتجاً بہ ہوتی ہے" ۱۰۹ء

اور ملا علی قاری الھروی حدیث اربعینات کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"اور تم جانتے ہو کہ قضیۂ فن حدیث کی رو سے اس حدیث پر ضعف کا جو حکم ہے تو وہ اس کے ہر طریق پہ الگ الگ نگاہ کے سبب ہے لیکن اگر اس کے تمام طرق کے مجموعہ پر نظر کی جاتے تو یہ حسن بغیرہ ہے۔ کیونکہ یہ ضعف کے درجہ سے اوپر اُٹھ کر حسن کے درجہ پہ جا پہنچتی ہے" ۱۱۰ء

اس بارے میں صحیح مسلک

محض تعدد طرق کی بنیاد پر ضعف کی نوعیت کی تعیین کے بغیر ایسا کوئی بھی دعویٰ کرنا کہ اگر کوئی حدیث متعدد طرق سے آئی ہو تو اس کا ہر طریق دوسرے طریق کو تقویت پہنچاتا ہے یا بحیثیت مجموعی وہ "ضعیف" کے درجہ سے اوپر اُٹھ کر "حسن" کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے جو عند المحدثین مقبول اور معمول بہ ہوتا ہے۔ انتہائی غیر محتاط بلکہ مہلک بات ہے۔ علمائے متاخرین میں سے بیشتر مؤلفین نے اس بارے میں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی خطا کی ہے کیونکہ اگر کوئی حدیث راوی کے کذب یا فسق کے سبب ضعیف ہو تو خواہ اس سے مماثلت

۱۰۷ء مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ وقاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ لابن تیمیہ ص ۸۵
۱۰۸ء قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۲۵۔ ۱۰۹ء ایضاً ص ۴۷۔ ۱۱۰ء مرقاۃ القاری بحوالہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص ۵۴۔

رکھنے والے کتنے ہی طرق کیوں نہ موجود ہوں وہ قوت ضعف کے باعث ایک دوسرے کیلئے تقویت کا باعث نہیں ہوتے بلکہ اس سے ضعف کو مزید مؤکد کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر کوئی حدیث متعدد طُرق سے وارد ہو اور اس کے ضعف کا سبب صدوق الأمین رواۃ کا مستور یا سیئ الحفظ ہونا ہو اور اس روایت کا کوئی ایسا شاہد طریق بھی مل جائے جس میں ضعف قریب محتمل ہو تو اُن کے مجموعہ سے اس کی کوئی اصل ہونے کا امکان نتیجۃً اخذ کیا جاسکتا ہے، لہذا ایسی صورت میں اسے ضعیف کے مقابلہ ترجیحاً بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ علامہ حافظ جمال الدین زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

"اور احادیث جہر (نماز میں بآواز بلند بسم اللہ الخ پڑھنے) کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور کتنی ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور اُن کے طرق متعدد ہیں مگر حدیثیں ضعیف ہیں مثلاً حدیث طیر اور حدیث افطر الحاجم اور حدیث: من کنت مولاہ فعلی مولاہ، بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور آشکارا کر دیتا ہے۔" [۱۱۱]

علامہ سیوطیؒ "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں:

"اگر کوئی حدیث متعدد اسناد ضعیفہ سے مروی ہو تو لازم نہیں ہے کہ ان کے مجموعہ کا حاصل "حسن" ہی ہو بلکہ صرف ان احادیث کے مجموعہ کا حاصل حسن ہوتا ہے جو صدوق الأمین راوی کے ضعف حفظ کی جہت سے ضعیف ہوں نیز وہ ضعف دوسرے طریق میں زائل ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راوی نے اس حدیث کو یاد رکھا ہے اور اسمیں اس کا ضبط

۱۱۱۔ نصب الرایہ الزیلعیؒ جلد ۱ ص ۳۵۹-۳۶۰ وکذا فی البنایہ فی شرح الھدایہ للعینیؒ جلد ۱ ص ۶۲۷ و مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص ۵۴۔

محتمل نہیں ہے لہٰذا اس طرح وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے۔ الخ" [۱۱۲]

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں :

"اور جو روایت راوی کے فسق یا کذب کی وجہ سے ضعیف ہو تو اس کے لئے اسی جیسے دوسرے طریق کی موافقت قوتِ ضعف کے سبب مؤثر نہیں ہوتی البتہ اس کے متعدد طرق کے مجموعے سے وہ منکر یا بے اصل ہونے سے نکل جائیگی جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانیؒ نے صراحت فرمائی ہے، فرماتے ہیں : جب طرق بکثرت موجود ہوں اور اس کے رواۃ مستور سئی الحفظ کے مرتبہ کو پہنچتے ہوں اور اس کا کوئی دوسرا طریق بھی ملجاتے کہ جسمیں ضعف قریب محتمل ہو تو ان کا مجموعہ حسن کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔" [۱۱۳]

شارح ترمذیؒ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم کے "عمدۃ الرعایہ فی حلّ شرح الوقایہ" سے مذکورہ بالا قول کو نقل کرنے کے بعد اس پر تحریر فرمایا ہے :

"میں کہتا ہوں اس بارے میں یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ بلاشبہ کثرت طرق سے حدیث حسن بن جاتی ہے بشرطیکہ اسمیں جو ضعف موجود ہے وہ بہت معمولی ہو۔ لیکن اگر ضعف شدید ہو یعنی اس کا کوئی طریق کذاب یا متہم راوی سے خالی نہ ہو تو تعدد طرق کا لحاظ نہیں کیا جاتا، الخ" [۱۱۴]

اسی طرح علامہ کوثری حنفیؒ فرماتے ہیں :

---

[۱۱۲] تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۷۶ وکذا فی مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ صفحہ ۵۴

[۱۱۳] تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۷۷۔ [۱۱۴] مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ صفحہ ۱۵۲۔

"تعدد طرق حدیث ضعیف کو مرتبۂ حسن تک پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ رواۃ میں ضعف حفظ اور ضبط کی جہت سے ہو، تہمت کذب کے باعث نہ ہو کیونکہ کثرت طرق اس کے علاوہ ہم کو کوئی اور فائدہ نہیں پہنچاتا۔"[۱۱۵]

حافظ ابن الصلاح "علوم الحدیث" میں فرماتے ہیں:

"حدیث کا ہر ضعف متعدد اسانید سے آنے کا سبب زائل نہیں ہوتا بلکہ متفاوت ہوتا ہے۔ (وہ ضعف جو تعدد طرق کے سبب زائل ہو جاتا ہے:) بشرطیکہ حدیث کا وہ ضعف راوی کے ضعفِ حفظ کے سبب ہو اور وہ اہلِ صدق و دیانت ہو۔ پس اگر ہم دیکھیں گے جو کچھ اس نے روایت کیا ہے ویسا ہی کسی دوسری اسناد کے ساتھ بھی آیا ہے تو ہم جان لیں گے کہ اس نے اس کو محفوظ رکھا۔ اور اسمیں اس کا ضبط مختل نہ ہوا ہے۔ اسی طرح اگر حدیث کا ضعف ارسال کی وجہ سے ہو تو وہ بھی اس طرح زائل ہو جاتا ہے مثلاً وہ مرسل جسمیں کسی امام حافظ نے ارسال کیا ہو اور اسمیں بہت قلیل ضعف ہو تو وہ دوسری سند سے آنیوالی روایت سے زائل ہو جاتا ہے۔ (وہ ضعف جو تعدد طرق کے سبب زائل نہیں ہوتا:) یعنی قوت ضعف کی وجہ سے بلکہ اس کے جبر و مقاومت کو مزید پختہ کرتا ہے اور یہ ضعف وہ ہے جو راوی کے متہم بالکذب ہونے یا حدیث کے شاذ ہونے کے سبب ہو۔"[۱۱۶]

علامہ تقی الدین سبکیؒ حافظ ابن الصلاحؒ کی اول الذکر عبارت پر تعقباً رقم طراز ہیں:

---

[۱۱۵] مقالات الکوثری ص ۳۹۔ [۱۱۶] مقدمہ علوم الحدیث لابن الصلاحؒ ص ۳۰

"اس نوع کی ضعیف احادیث کا مجموعہ تو قوت کو زیادہ کرتا ہے لہذا اس سے وہ حدیث ترقی کر کے حسن یا صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ الخ"۔ [۱۱۷]

اور حافظ ابن کثیرؒ "اختصار علوم الحدیث" میں فرماتے ہیں :

شیخ ابو عمرو بن الصلاحؒ کا قول ہے کہ اسانید متعددہ سے کسی حدیث کے ورود کا حسن ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ضعف میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ بعض ضعف متابعت سے زائل ہو جاتے ہیں اور بعض متابعات سے زائل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر اگر راوی سیئی الحفظ ہو یا حدیث مرسلاً مروی ہو تو متابعت نفع بخش ہو جاتی ہے اور حدیث کو ضعیف الضعف سے اوج الحسن یا صحت تک رفع کر دیتی ہے۔" [۱۱۸]

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ "شرح النخبۃ" میں فرماتے ہیں :

جب کوئی سیئی الحفظ راوی کسی معتبر سے تابع اس طرح پر ہو کر وہ اس سے اوپر یا (کم از کم) اس جیسا ہی ہو اس کے علاوہ نہ ہو، اسی طرح وہ مختلط جو تمیز نہ کر سکتا ہو اور مستور اور اسناد مرسل اور وہ مدلس جو محذوف منہ نہ جانتا ہو تو اُن کی احادیث حسن (لغیرہ) ہوتی ہیں (حسن لذاتہ نہیں ہوتیں)۔ لیکن یہ وصف باعتبار مجموع متابع اور متابَع ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ احتمال رہتا ہے کہ اس کی روایت صواب ہے یا غیر صواب۔ پس اگر اس میں کسی ایک کی موافقت میں معتبرین کی کوئی روایت آتی ہے تو ان مذکورہ دونوں احتمالات میں سے کسی ایک کی موافقت میں معتبرین کی کوئی روایت آتی ہے تو ان مذکورہ دونوں احتمالات میں سے کسی ایک جانب کو ترجیح

---

[۱۱۷] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام للسبکیؒ ص ۱۱ - [۱۱۸] اختصار علوم الحدیث لابن کثیرؒ ص ۴۳

ہوگی۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حدیث محفوظ ہے پس وہ درجۂ توقف سے اُٹھ کر درجۂ قبول تک جا پہنچتی ہے ، واللہ اعلم"۔[۱۱۹]

علمائے ظاہریہ نے اس بارے میں تمام علمائے متاخرین کی نرم پالیسی کا سختی کے ساتھ رد کیا ہے ، چنانچہ علامہ ابن حزمؒ مسلمانوں کے نزدیک وجوہ نقل ستہ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" پانچویں چیز وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ یعنی کسی روایت کا منقول ہونا۔ اہل مشرق و مغرب سے یا گروہ در گروہ یا ثقہ در ثقہ سے حتیٰ کہ روایت کا سلسلہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے لیکن اگر کسی طریق میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو کذب یا غفلت یا جہالتِ حال کے ساتھ مجروح ہو تو یہ بھی وہی چیز ہے جس کو بعض مسلمانوں نے بیان کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک اس کا بیان کرنا۔ اس کی تصدیق کرنا یا اس سے کچھ اخذ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے"۔[۱۲۰]

علمِ درایت الحدیث کی تاریخ ، اس کے مبادی و اصول اور حدیث فہمی میں اس کا کردار

"درایت" کے متعلق اکثر لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اس سے مراد کسی حدیث کا قرین قیاس یا عقل کی کسوٹی پر کھرا اترنا ہے ، لیکن فی الواقع یہ "علم درایت الحدیث" کے مبادی و اصول ، اس کی تاریخ اور اس کے دائرہ عمل سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ علامہ شیخ عبدالوہاب عبداللطیف (سابق اُستاذ بکلیۃ اُصول الدین بجامعۃ الازہر) فرماتے ہیں :

---

[۱۱۹] شرح النخبۃ لابن حجرؒ ص ۴۴-۴۵۔ [۱۲۰] الملل والنحل لابن حزمؒ جلد ۲ ص ۸۳

علم درایت الحدیث متأخرین کی اصطلاح ہے یعنی اُن علماء کی جو خطیب بغدادی کے بعد اور علامہ ابن الأکفانی کے زمانہ میں آئے پھر اس اصطلاح کو جلال الدین سیوطیؒ نے "تدریب" میں اختیار کیا۔ لیکن ان سے پہلے تمام متقدمین کے نزدیک احادیث کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کیفیتِ اتصال کی معرفت جو رواۃ کی کیفیتِ احوال یعنی ضبط و عدالت اور سند کی کیفیتِ اتصال و انقطاع وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے علم الحدیث کہلاتی تھی اور یہی وہ چیز ہے جس پر متأخرین کے نزدیک علم درایت الحدیث میں بحث کی جاتی ہے اور راوی اور مروی کی معرفت پر من حیث القبول والرد رجوع کیا جاتا ہے۔" ۱۲۱ھ

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

علم درایت الحدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے أنواع روایت، اس کے احکام شروط الرواۃ، اصناف مرویات اور استخراج معانی کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جزائریؒ کا قول ہے کہ مصطلح الحدیث کے اس فن کو پہلی بار ابن الأکفانیؒ نے علم درایت الحدیث کا نام دیا تھا۔" ۱۲۲ھ

ابن الاکفانیؒ "ارشاد القاصد" میں تحریر فرماتے ہیں:

"علم درایت الحدیث وہ علم ہے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے أقوال و افعال کو سماع متصل اور ضبط و تحریر کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔" ۱۲۳ھ

نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ فرماتے ہیں:

"علم درایت الحدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے راوی اور مروی کے حال کی معرفت من حیث ردّ و قبول حاصل ہوتی ہے۔" ۱۲۴ھ

نواب صاحب رحمہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

۱۲۱ھ خطبۃ المحقق تدریب الراوی جلد ۱ ص ۵-۶۔ ۱۲۲ھ مقدمہ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص ۲
۱۲۳ھ ایضاً ص ۲ ۱۲۴ھ حطۃ بذکر الصحاح الستۃ مصنفہ نواب صدیق حسن خانؒ ص ۳۶

"قال الشیخ شمس الدین بن الاکفانی السنجاری درایۃ الحدیث علم تعرف منه انواع الروایۃ و احکامها وشروط الرواۃ و اصناف المرویات واستخراج معنیها ویحتاج الی ما یحتاج الیه علم التفسیر من اللغۃ والنحو والتصریف و المعانی والبیان والبدیع والاصول وتحتاج الی تاریخ النقلۃ"۔ [125]

"شیخ شمس الدین ابن الاکفانی السنجاری فرماتے ہیں کہ علم درایت حدیث سے روایت کی اقسام، شروط، احکام، مرویات کی اقسام اور ان کے معانی کا استخراج ہوتا ہے اور اسمیں لغت، نحو، صرف، معانی، بیان وبدیع کی اسی قدر ضرورت ہے جس قدر کہ علم تفسیر میں ہے اور ناقلین حدیث کے متعلق تاریخی معلومات (مثلاً موالید و وفیات وغیرہ) کا علم بھی ضروری ہے۔" [126]

علامہ شیخ محمد جمال الدین قاسمی نے بھی "قواعد التحدیث" میں علامہ ابن الاکفانی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے۔ اگرچہ علامہ قاسمی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی عبارتوں میں معمولی سا لفظی اختلاف موجود ہے لیکن مفہوم و مدعی تقریباً ایک ہی ہے صاحب "کشف الظنون" علم درایت الحدیث کے متعلق رقمطراز ہیں:

"العلم بدرایۃ الحدیث وهو علم باحث عن المعنی المفهوم من الألفاظ الحدیث وعن المراد منها مبنیا علی قواعد العربیه وضوابط الشریعۃ ومطابقا لأحوال النبی ﷺ" [127]

"علم درایت الحدیث وہ علم ہے کہ جمیں احادیث نبویہ کے الفاظ کے معانی اور مقاصد سے عربی زبان کے قواعد اور شریعت کے ضوابط اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے مطابق غور کیا جاتا ہے۔"

---

125 ابجد العلوم مصنفہ صدیق حسن خان جلد ۲ ص ۲۸۳ ۔ 126 قواعد التحدیث للقاسمی ص ۷۵
127 کشف الظنون جلد ۱ ص ۱۲۳

اور علم درایت کے متعلق علامہ احمد بن مصطفیٰ طاش کبرہ زادہؒ (م ۹۶۲ھ) اور شیخ عبدالرحمٰن بن عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں :

هو علم يبحث فيه عن المعنى المفهوم من ألفاظ الحديث وعن المعنى المراد منها مبنيا على قواعد العربيه و ضوابط الشريعه مطابق لأحوال النبي صلى الله عليه وسلم"[۱۲۸]

"یہ وہ علم ہے جسمیں الفاظ حدیث سے معنی ومفہوم پر بحث ہوتی ہے اور اس کے مرادی معنی عربی قواعد وضوابط شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں"

کسی روایت کو قرائن عقل کے مطابق پرکھنا درایت نہیں کہلاتا۔

اگر علم درایت الحدیث کی ان تمام تعریفوں کو جمع کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اصلاً یہ کوئی مدون فن نہیں ہے بلکہ اس کا زیادہ تر انحصار علوم لسانیہ مثلاً صرف ونحو، معانی، بیان و بدیع اور اصول فقہ و اصول حدیث وغیرہ پر ہے نیز اس سے کسی حدیث کے مفہوم کو متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ کسی روایت کو محض عقل کی کسوٹی پر پرکھنا "درایت" نہیں کہلاتا۔ درایت کی یہ جدید تعبیر جو آج چہار سو معروف مگر باطل ہے اسی چودھویں صدی کی ایجاد ہے۔ اس کے مؤجد غالباً مولانا شبلی نعمانی مرحوم اور ان کے حواری تھے۔ درایت کے متعلق مولانا مرحوم کا یہ قول بہت مشہور ہے :

"درایت سے یہ مطلب ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اس پر غور کیا جائے کہ وہ طبیعت کے اقتضاء، زمانہ کی خصوصیتیں منسوب الیہ کے حالات اور دیگر قرائن عقل کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے الخ"

"درایت" کی اس نعمانوی تعبیر میں پہلی بات "طبیعت سے اقتضاء" کی بابت کہی گئی ہے حالانکہ اقتضائے طبیعت میں انسانی طبائع کی طرح انتہائی اختلاف پایا جاتا

۱۲۸ھ تحفۃ أهل الفكر في مصطلح أهل الأثر للشيخ عبدالرحمٰن ص ۵

ہے۔ ہر زمانہ کی خصوصیتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو عہدِ رسالت کی خصوصیات تھیں وہ عہدِ تابعین میں نہیں ہو سکتیں اور جو تابعین و تبع تابعین کے عہد کی خصوصیات تھیں وہ انکے بعد کے دور میں نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح ہر شخص کی قوت فہم و فراست، پرواز تخیل، عقل کی نشو و نما، دانشمندی کا حاصل قسمت جسے انگلش میں I.Q یا INTELLIGENCE QUOTIENT کہتے ہیں، مختلف ہوتا ہے — لہذا معلوم ہوا کہ امورِ شریعت بالخصوص احادیث میں نہ اقتضائے طبیعت ہمارے لئے معیار بن سکتے ہیں، نہ زمانہ کی خصوصیات اور نہ عقلی قرائن جس چیز کو اصل اور بنیادی معیار ہونا چاہیئے وہ فقط کتاب و سنت ہے۔ اگر دین میں عقل کو معیارِ تنقید بنا لیا گیا تو سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات کا انکار کرنا ہوگا کیونکہ یہ تمام چیزیں بظاہر عقل اور قوانینِ فطرت سے بعید معلوم ہوتی ہیں، درایت کی نعمانوی یا جدید تعبیر سے اُن کا ثابت کرنا محال ہے۔

خلاصہ یہ کہ کوئی روایت خواہ اِقتضائے طبیعت، قواعد لسانیات، زمانہ کی خصوصیات اور عقلی قرائن کے خلاف ہی کیوں نہ وارد ہو۔ اگر علم روایت الحدیث اور علم مصطلحات الحدیث کے معیار پر پوری اُترتی ہے تو اسے صحیح اور حجت ہی قرار دیا جائے گا۔ محض عقلی اِستحالات کی بنیاد پر اس مستند روایت کو رد کرنا سراسر ظلم اور زیادتی کی بات ہوگی۔ اگر صحیح روایات کی تغلیط عقلی قرائن، اِحتمالات اور مفروضوں کی بنیاد پر کی جانے لگے تو اس کا مطلب اس مستند روایت کی تکذیب کے ساتھ اس کے تمام ثقہ رواۃ کی امانت و صداقت پر طعن کرنا، اصولِ حدیث میں تشکیک پیدا کرنا اور رواۃ و ناقلین کی بالواسطہ تکذیب ہوگا۔

اس سلسلہ میں یہ وضاحت بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ "درایت الحدیث" کی اصطلاح کے موجد شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم بن ساعد السنجاری المصری المعروف بابن الاکفانی رح (م ۷۹۴ھ) کوئی محدث یا فقیہہ نہیں بلکہ اصلاً علوم ریاضی، طب، معرفۃ الجواہر و عقاقیر کے ماہر اور حذاق الاطباء تھے جیسا کہ شیخ احمد رافع

الحسینی القاسمی الطهطاوی حنفیؒ نے ابن الاکفانیؒ کے ترجمہ میں بیان کیا ہے۔[۱۲۹]
اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ابن الاکفانیؒ سے قبل (یعنی تقریباً سات سو پچھتر سال تک) اس اصطلاح درایت کا کوئی وجود نہ تھا، پھر ابن الاکفانیؒ کی اس ایجاد کو اُنکی زندگی میں اور ان کے بعد بھی تقریباً سوا سو سال (یعنی امام سیوطی کے دور) تک محدثین، علماء و محققین کے نزدیک قبول عام حاصل نہ ہوا۔

"حدیث کی اِصطلاح 'حسن' اِمام ترمذی کی ایجاد نہیں ہے

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:
"امام احمدؒ اور ان کے پیشرو علماء کی اصطلاح میں حدیث کی موجودہ تقسیم نہ تھی۔ وہ حدیث کو دو قسموں میں تقسیم کرتے تھے: صحیح اور ضعیف، پھر ان کے نزدیک ضعیف کی بھی دو قسمیں تھیں: ضعیف متروک اور ضعیف حسن
سب سے پہلے ابو عیسیٰ ترمذیؒ نے اپنی "جامع" میں احادیث کو تین قسموں میں تقسیم کیا: صحیح، حسن، اور ضعیف۔ اِن کی اِصطلاح میں حسن وہ حدیث ہے جس کے طرق روایت متعدد ہوں، اس کے رواۃ میں کوئی متہم نہ ہو اور حدیث شاذ نہ ہو۔ لیکن امام احمدؒ کے نزدیک ایسی حدیث کا نام ضعیف ہے اور اس سے وہ اِستدلال کرتے ہیں۔"[۱۳۰]
علامہ استاذ احمد محمد شاکرؒ امام احمد بن حنبل، عبدالرحمن بن مہدی اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کے قول: "اگر ہم سے حلال و حرام کے بارے میں کوئی روائت بیان کی جاتی ہے تو ہم شدّت اِختیار کرتے ہیں لیکن اگر فضائل وغیرہ کے بارے میں روایت کی جائے تو تساہل کرتے ہیں" کے متعلق فرماتے ہیں:
"اس سے مُراد ترجیح دینا ہے، واللہ اعلم۔ اور یہ تساہل حسنِ حدیث

---

[۱۲۹] تنبیہ والایقاظ فی ذیول تذکرۃ الحفاظ للطہطاویؒ ص ۵۶-۵۷۔ [۱۳۰] قاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ لابن تیمیہؒ ص ۸۵ طبع القدس ومجموع الفتاوی لابن تیمیہؒ جلد ۱ ص ۶۵-۶۸

کہ جو درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں ہے کے اخذ کرنے کے سلسلہ میں ہے کیونکہ
اِصطلاح صحیح اور حسن کے درمیان واضح طور پر فرق کرنا ان کے زمانوں میں
موجود نہ تھا بلکہ اکثر متقدمین حدیث کو صحت وضعف کے علاوہ کسی اور
وصف کے ساتھ نہیں پکارتے تھے الخ" [۱۳۱]

خطابیؒ کا قول ہے:

ائمہ متقدمین حدیث کو فقط صحیح اور ضعیف میں تقسیم کرتے تھے۔ پھر علماً
نے حدیث کو صحیح، حسن اور ضعیف میں تقسیم کیا" [۱۳۲]

علاّمہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:

اکثر متقدمین کسی حدیث کے متعلق یہ حکم لگاتے تھے کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف
اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ وہ منکر ہے یا موضوع یا باطل" [۱۳۳]

یعنی آں رحمہ اللہ کے نزدیک بھی متقدمین کے زمانوں میں اس اصطلاح کا وجود
نہ تھا۔ امام ابن القیمؒ نے بھی حدیث کی اِصطلاح 'حسن' کا امام احمدؒ کے دور میں عدم وجود
بیان کیا ہے نیز اسکی ایجاد کو امام ابن تیمیہؒ کی طرح امام ترمذیؒ کی جانب ہی منسوب کیا ہے [۱۳۴]
ان تمام اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک حدیث کی فقط دو قسمیں
معروف تھیں، ایک صحیح اور دوسری ضعیف، نیز یہ کہ 'حسن' امام ترمذیؒ کی ایجاد کردہ
اِصطلاح ہے بلکہ امام سخاویؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

"ابن تیمیہؒ نے اپنے اِس دعویٰ پر اجماع نقل کیا ہے" [۱۳۵]

لیکن ہمارے نزدیک یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ "حسن" اِصطلاح کا اطلاق "متن
حدیث" اور "اسناد" دونوں پر کیا جاتا ہے۔ حدیث کی یہ اِصطلاح امام ترمذیؒ

---

۱۳۱ مختصر الباعث الحثیث للشاکرؒ ص۱۰۱ ۔ ۱۳۲ معالم السنن للخطابیؒ جلد ۴ ص۱۱ وکذا فی
علوم الحدیث لابن الصلاحؒ ص۱۰ ۔ ۱۳۳ شرح علل الترمذی لابن رجبؒ ص۲۵۹
۱۳۴ إعلام الموقعین لابن قیمؒ جلد ۱ ص۳۱ ۔ ۱۳۵ فتح المغیث للسخاویؒ
ص۵ ۔

(م ۲۷۹ھ) سے قبل بہت سے کبار محدثین، ائمہ جرح وتعدیل اور علماء بلکہ امام ترمذیؒ کے شیوخ اور شیوخ الشیوخ کی زبانوں پر جاری رہی ہے۔ حتیٰ کہ خود امام احمدؒ کے کلام میں اس اصطلاح کا مستعمل ہونا مختلف کتب میں مذکور ہے۔ ذیل میں ہم اپنے اس دعویٰ کی تائید میں چند مثالیں پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

علی بن مدینیؒ اور امام بخاریؒ کا کلمہ حسن استعمال فرمانا

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی کتاب "النکت علی مقدمہ ابن الصلاح" میں فرماتے ہیں:

"علی بن مدینیؒ نے اپنی "مسند" اور "علل" میں احادیث کی 'صحت' و 'حسن' کے وصف کا بہت کثرت سے خیال رکھا ہے اور بے شک وہ اس اصطلاح کو استعمال کرنے والے پہلے امام ہیں جن سے امام بخاریؒ اور یعقوب بن شیبہؒ وغیرہ نے اس اصطلاح کو لیا اور بخاریؒ سے ترمذیؒ نے اختیار کیا۔ پس اس معاملہ میں انکی استمداد بخاریؒ سے ہوئی لیکن ترمذیؒ نے اس کا استعمال بخاری کے مقابلہ میں بہت کثرت سے کیا اور اس اصطلاح کا اظہار اس زور شور سے کیا کہ تمام اکناف و اطراف میں یہ اصطلاح ان کے نام سے مشہور ہو گئی۔"[۱۳۶]

امام نوویؒ، امام سیوطیؒ، حافظ ابن الصلاحؒ اور عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ وغیرہ فرماتے ہیں:

"ابو عیسیٰ ترمذیؒ کی کتاب (جامع) حسن کی معرفت کے لئے اصل کا مقام رکھتی ہے۔ اسی نے اس اصطلاح کو شہرت بخشی ہے اور اس کا ذکر بہت کثرت سے کیا ہے۔ حسن کی اصطلاحی تعبیر بعض مشائخ ترمذی اور ان سے قبل کے طبقہ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ و امام بخاریؒ وغیرہما کے متفرقاتِ کلام میں بھی ملتی ہے الخ۔"[۱۳۷]

۱۳۶ھ کذا فی مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص۹۹۔ ۱۳۷ھ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد۱ ص۱۶۶، علوم الحدیث لابن الصلاحؒ ص۳۸، تقیید والایضاح للعراقیؒ ص۵۲، شرح علل الترمذیؒ لابن رجبؒ ص۲۵۰، مقدمہ تحفۃ الاحوذی جلد۲ ص۲۹۱

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے تحسین حدیث کا اصطلاحی معنی اور ہمارے قول کی تائید ظاہر ہے لہذا یہ امر محقق ہوا کہ "حسن" حدیث کی کوئی نئی اصطلاح نہ تھی بلکہ امام ترمذیؒ سے قبل امام بخاری، علی بن مدینی، یعقوب بن شیبہ اور امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ باقاعدہ اس اصطلاح کو استعمال کرتے تھے۔ امام بخاریؒ کے متعلق چند اور شواہد پیش خدمت ہیں:

امام ترمذیؒ "العلل الکبیر" کے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

میں نے امام بخاریؒ سے توقیت فی مسح علی الخفین کی احادیث کے متعلق سوال کیا تو آں رحمہ اللہ نے فرمایا: صفوان بن عسال کی حدیث صحیح اور ابی بکرہ کی حدیث حسن ہے۔"

امام ابن قیمؒ بیان کرتے ہیں کہ:

"امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب العلل میں فرمایا ہے:[۱۳۸]
میں نے امام بخاریؒ سے حدیث لعن اللہ المحلّ و المحلَّل لہ کی بابت سوال کیا تو آپؒ نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔"[۱۳۹]

امام ترمذیؒ اپنی "جامع" میں فرماتے ہیں:

"میں نے شریک ابن عبداللہ النخعی عن ابی اسحٰق عن عطاء بن ابی رباح عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا:"

قال: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، من زرع فی أرض قوم بغیر إذنہم فلیس لہ من الزرع شیٔ ولہ نفقتہ، والی حدیث، کہ جس میں شریک عن ابی اسحاق کا تفرد ہے، سے متعلق سوال کیا تو امام بخاریؒ نے جواب دیا: "یہ حدیث حسن ہے۔"[۱۴۰]

---

۱۳۸ جامع ترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۱۸۵-۱۸۶۔

۱۳۹ إعلام الموقعین لابن قیمؒ جلد ۳ ص ۵۶

۱۴۰ جامع ترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی جلد ۲ ص ۲۹۱

امام ترمذیؒ اپنی "جامع" میں ایک حدیث بطریق عامر بن شقیق الاسدی عن أبي وائل عن عثمان اس طرح لائے ہیں : ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کان يخلل لحيته" اور فرماتے ہیں :

"یہ حدیث حسن صحیح ہے ، محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاریؒ) فرماتے ہیں: اس باب میں أصح شئی عامر بن شقیق عن ابی وائل عن عثمان والی حدیث ہے"۔ ۱۴۱

اسی حدیث کی بابت امام ترمذیؒ اپنی کتاب "العلل الکبیر" میں فرماتے ہیں :

" محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاریؒ) نے فرمایا کہ میرے نزدیک تخلیل کے معاملہ میں أصح شئی عثمان کی حدیث ہے جو حسن ہے"۔ ۱۴۲

علامہ مناویؒ حدیث : "إن الله ليؤيد الدين بالرجل الفاجر" ۱۴۳ کے متعلق بیان کرتے ہیں :

"سیوطیؒ نے فرمایا اس کو طبرانیؒ نے عمرو بن النعمان بن مقرن سے روایت کیا ہے .... لیکن یہ حدیث متفق علیہ ہے اس کو شیخین نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے (پھر علامہ مناویؒ فرماتے ہیں) اس کو امام ترمذی نے بھی اپنی کتاب العلل میں حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے سوال کیا تو آں رحمہ اللہ نے فرمایا : حدیث حسن ، حدثنا محمد بن المثنی"۔ ۱۴۴

---

۱۴۱ جامع ترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۲۹۱ - ۱۴۲ العلل الکبیر للترمذیؒ بحوالہ نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۴ - ۱۴۳ صحیح بخاریؒ مع فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۷۹ ، جلد ۷ صفحہ ۴۷۱ وج ۱۱ صفحہ ۴۹۹ ، صحیح مسلمؒ کتاب الایمان باب ۱۷۸ ، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ۳۵ ، مسند دارمیؒ باب ۲۷ ، مسند احمدؒ جلد ۳ صفحہ ۳۰۹ ، جلد ۵ صفحہ ۴۵ -

۱۴۴ فیض القدیر للمناویؒ جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ - ۲۶۰

امام ذہبیؒ اور امام ابن حجر عسقلانیؒ راوی "شہر بن حوشب" کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں:

"امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ شہر حسن الحدیث ہے۔" ۱۴۵

امام احمد بن حنبل کا کلمہ حسن استعمال فرمانا

"مذکورہ بالا شواہد سے امام بخاریؒ کے متعلق تو قطعی طور پر یہ معلوم ہو چکا کہ آں رحمہ اللہ اصطلاح حدیث 'حسن' سے نہ یہ کہ واقف تھے بلکہ اس کو حسب ضرورت استعمال بھی کرتے تھے مگر امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق علماء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب امام احمد کسی حدیث کو "حسن" بتاتے ہیں تو اس سے اُن کی مراد اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہوتی ہے یعنی وہ حدیث "حسن اللفظ" یا حسن المتن ہے "حسن الاسناد" نہیں ہے۔ امام نوویؒ، علامہ سیوطیؒ، حافظ ابن الصلاح، حافظ ابن رجبؒ، علامہ عراقیؒ اور علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہم اللہ وغیرہ کا قول اوپر نقل کیا جا چکا ہے کہ "حسن کی اصطلاحی تعبیر بعض مشائخ ترمذی اور ان سے قبل کے طبقہ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ و امام بخاریؒ وغیرہما کے کلام میں بھی ملتی ہے الخ"۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"بظاہر امام احمدؒ کے کلام میں تحسین سے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہوتے"۔

حافظ ابن حجرؒ کی اس نفی سے امام احمد رحمہ اللہ کے کلمہ "ضعیف" کی تفسیر کا اشکال بدستور قائم رہتا ہے کہ آیا اس کلام سے مراد اصطلاحاً "حسن" ہے یا فی الواقع "ضعیف"۔ اگر مزید تتبع و تحقیق کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اگر امام احمد بن حنبلؒ کسی مقام پر کلمہ "حسن" استعمال کرتے تھے تو اس سے اُن کی مراد اصطلاحاً "حسن" (یعنی صحیح سے فروتر اور ضعیف سے اوپر) ہی ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر ابن اسحٰق صاحب المغازی کے متعلق آں رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

۱۴۵ میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۲ ص ۲۸۴ - و تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۴ ص ۳۷۱

"حسن الحدیث ہے" [146] یہ نہیں فرماتے کہ "وہ ثقہ صحیح الحدیث ہے" بلکہ اس کے حسن الحدیث ہونے کی صراحت بایں طور پہ فرماتے ہیں کہ: "وہ بہت زیادہ کثیر التدلیس ہے"۔

امام ذہبیؒ بیان کرتے ہیں کہ کسی نے ابن اسحاق کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ سے استفسار کیا: اگر وہ اخبرنی اور حدثنی کے ساتھ روایت کرے تو کیا ثقہ ہے؟ آپؒ نے جواب دیا: وہ اخبرنی کہتا تو ہے لیکن اس کے خلاف کرتا ہے۔ [147]

امام ابن تیمیہؒ خود اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں:

امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ دونوں سے حدیث: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** [148]، کی تحسین مروی ہے۔" [149]

امام ابن تیمیہؒ کے فاضل شاگرد علامہ ابن قیم الجوزیہؒ رکانہ کی اپنی ایک عورت کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے والی حدیث کے متعلق امام احمدؒ کی "تحسین" نقل فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وقد صحح الإمام أحمد هذا الاسناد وحسنه" [150]

امام احمدؒ نے اس اسناد کی تصحیح وتحسین فرمائی ہے۔

اب بعض ان محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے امام ترمذیؒ سے قبل کلمہ "حسن" استعمال کیا اور اس سے "حسن" کا اصطلاحی معنی مراد لیا ہے۔

---

[146] میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ ص ۴۶۹ و دیوان الضعفاء ص ۲۶۵۔ [147] میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۳ ص ۴۷۔ [148] جامع ترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۳۲۶، مسند احمدؒ جلد ۱ ص ۸۴، ۱۱۸، ۱۱۹، جلد ۴ ص ۲۸۱، ۳۶۸، ۳۷۰ جلد ۵ ص ۳۴۷، ۳۵۰۔ [149] رسالہ فی تفضیل أبی بکر علی علی رضی اللہ عنہما لابن تیمیہؒ طبع بحلب ۱۳۷۲ھ۔ [150] إعلام الموقعین لابن قیمؒ جلد ۳ ص ۴۲-۴۳۔

امام مالک کا کلمہ حسن استعمال فرمانا

امام ترمذیؒ سے قبل امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے اپنے بعض کلام میں اس کلمہ 'حسن' کو اصطلاحاً استعمال کیا ہے۔ چنانچہ جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ کے تقدمہ میں مستورد بن شداد کی تخلیل اصابع الرجلین فی الوضوء کے بارے میں وارد ہونے والی حدیث کے متعلق امام مالک کا یہ قول مذکور ہے:

"إن هذا الحديث حسن" ۱۵۱ھ

واضح رہے کہ اس حدیث کی تخریج اصحاب سنن اربعہ نے کی ہے۔ جیسا کہ "نیل الاوطار" ۱۵۲ھ میں مذکور ہے لیکن علامہ شوکانیؒ نے اس کی سند میں کلام ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

امام شافعیؒ کا کلمہ حسن استعمال فرمانا

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے بھی اصطلاح 'حسن' کو استعمال کیا ہے۔ چنانچہ حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں:

"میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو خطابیؒ سے قبل اس مذکورہ تقسیم (صحیح، حسن اور ضعیف) سے واقف ہو۔ اگر متقدمین کے کلام میں 'حسن' کا ذکر ملتا ہے تو وہ امام شافعیؒ، امام بخاریؒ اور جماعت کے کلام میں موجود ہے" ۱۵۳ھ

علامہ عراقیؒ نے "تقیید والایضاح" میں ایک اور مقام پر امام شافعیؒ کی تحسین حدیث کی بعض نصوص بھی نقل فرمائی ہیں۔ ۱۵۴ھ

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"اس طرح امام ترمذیؒ سے قبل کے طبقہ مشائخ نے اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے مثلاً امام شافعیؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث: لقد ارتقیت علی ظهر بيت لنا، ذکر کرنے کے بعد اس کے متعلق اختلاف کو بیان کیا ہے اور فرماتے ہیں: ابن عمرؓ کی حدیث سند حسن الاسناد ہے۔ اسی طرح اس اصطلاح کے بارے

۱۵۱ھ تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن حاتمؒ ص ۳۱-۳۲۔ ۱۵۲ھ نیل الاوطار للشوکانیؒ جلد ۱ ص ۱۳۴
۱۵۳ھ تقیید والایضاح للعراقیؒ ص ۸۔ ۱۵۴ھ ایضاً ص ۳۸

میں یہ بھی فرمایا ہے: "میں نے سنا ہے کہ ابابکرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باسنا حسن روایت بیان کی ہے کہ آں صلی اللہ علیہ وسلم نے بدون صف رکوع فرمایا" الخ ۱۵۵

امام طیالسیؒ کا کلمہ 'حسن' استعمال فرمانا

امام ترمذی سے قبل امام بخاریؒ کے شیوخ میں سے امام ابوالولید الطیالسیؒ (م ۲۲۷ھ) نے بھی اس اصطلاح کو استعمال فرمایا ہے چنانچہ قیس بن الربیع الاسدی الکوفی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: "کان ثقة الحدیث" ۱۵۶

یحیٰ بن معینؒ کا کلمہ 'حسن' استعمال فرمانا

یحیٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) راوی ابن اسحاق کے متعلق فرماتے ہیں: "کان ثقة کان حسن الحدیث" ۱۵۷

حافظ محمد بن عبداللہ ابن نمیرؒ کا کلمہ 'حسن' استعمال فرمانا

حافظ محمد بن عبداللہ ابن نمیرؒ (م ۲۳۴ھ)، جو امام ترمذیؒ کے شیخ الشیوخ تھے، نے بھی اس اصطلاح کا استعمال فرمایا ہے چنانچہ شیخ ابن سیدالناسؒ، ابن اسحاقؒ کے متعلق آں رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

"حسن الحدیث صدوق" ۱۵۸

ابن البرقیؒ کا کلمہ 'حسن' استعمال فرمانا

حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم المعروف بابن البرقیؒ (م ۲۴۹ھ) ابن اسحٰق کے متعلق فرماتے ہیں:

"میں نے ابن اسحاق سے ثقہ اور حسن الحدیث ہونے میں محدثین کو مختلف نہیں پایا۔" ۱۵۹

---

۱۵۵ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ صـ ۱۶۶ - ۱۵۶ خلاصة للخزرجیؒ صـ ۳۱۷ و تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۸ صـ ۳۹۲ - ۱۵۷ تاریخ بغداد للخطیبؒ جلد ۱ صـ ۲۳۱-۲۳۲ و تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۹ صـ ۳۹ - ۱۵۸ عیون الاثر فنون المغازی والسیر لابن سیدالناسؒ جلد ۱ صـ ۱۵ و تاریخ بغداد للخطیبؒ جلد ۱ صـ ۲۲۷ - ۱۵۹ تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۹ صـ ۴۶

امام ذہلیؒ کا کلمۂ حسن استعمال فرمانا امام ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ الذہلیؒ (م ۲۵۸ھ) بھی ابن اسحٰق کی تحسین بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" ھو حسن الحدیث وعندہ غرائب "۔[۱۶۰]

امام عجلیؒ کا کلمۂ حسن استعمال فرمانا امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفیؒ (م ۲۶۱ھ) نے بھی "معرفۃ الثقات" میں تقریباً دس سے زیادہ مقامات پر کلمہ "حسن" کو استعمال فرمایا ہے چنانچہ حماد بن سلمہ کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں : " رجل صالح حسن الحدیث " [۱۶۱]، سفیان بن عیینہؒ کے متعلق فرماتے ہیں : " ثبت فی الحدیث وکان حسن الحدیث "[۱۶۲]، شریک بن عبداللہ النخعی کے متعلق فرماتے ہیں : " ثقۃ کان حسن الحدیث "[۱۶۳]، مجالد بن سعید کی بابت فرماتے ہیں : "جائز الحدیث حسن الحدیث "[۱۶۴] اور ہشام بن سعد وغیرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں : "جائز الحدیث وھو حسن الحدیث"[۱۶۵]۔

امام یعقوب بن شیبہؒ کا کلمۂ حسن استعمال فرمانا اسی طرح حافظ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بن الصلت السدوسی البصری[۱۶۶] نزیل البغداد المالکیؒ (م ۲۶۲ھ)، جو امام ترمذیؒ سے سابق اور امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے معاصر تھے، نے بھی کلمۂ 'حسن' کو اصطلاحی معنی میں استعمال فرمایا

۱۶۰ھ ایضاً جلد ۹ ص ۴۶۔ ۱۶۱ھ معرفۃ الثقات للعجلیؒ جلد ۱ ص ۳۲۰۔ ۱۶۲ھ ایضاً جلد ۱ ص ۴۱۷

۱۶۳ھ ایضاً جلد ۱ ص ۴۵۳۔ ۱۶۴ھ ایضاً جلد ۲ ص ۲۶۴۔ ۱۶۵ھ جلد ۲ ص ۳۲۹۔ ۱۶۶ھ حافظ عراقیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ " بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یعقوب بن شیبہؒ نے اپنی "مسند" امام ترمذیؒ کے بعد تالیف فرمائی تھی تو یہ قول مردود ہے کیونکہ امام ترمذی نے اپنی کتاب سے فراغت ۲۷۰ھ میں پائی تھی" جیسا کہ "تہذیب التہذیب" میں ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے اور یعقوب بن شیبہؒ اس سے سالوں قبل وفات پا چکے تھے (تفصیل کیلئے تقیید والایضاح للعراقیؒ ص ۳۸، تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۱۶۶ اور تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۹ ص ۳۸ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں)

ہے، چنانچہ "مسند الکبیر" سے ایک قطعہ، جو "مسند عمر ابن الخطاب" کے نام سے مشہور و مطبوع ہے، میں تقریباً نو دس مقامات پر آں رحمہ اللہ نے "ھذا حدیث حسن الاسناد" لکھا ہے[۱۶۷] اسی مسند کے ایک اور مقام پر آں رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ھذا حدیث حسن الإسناد وھو صحیح"[۱۶۸]۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: "حدیث اسنادہ وسط لیس بالثبت ولا الساقط ھو صالح"[۱۶۹]۔ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: "حدیث صالح الإسناد فإن کان ھذا الشیخ ضبط ھذا الحدیث فقد جوّدہ وحسنہ"[۱۷۰] یعنی آں رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صالح سے اُٹھا کر جید اور حسن کے مرتبہ پر لا کھڑا کیا ہے، ظاہر ہے کہ آں رحمہ اللہ کے اُن تمام جملوں سے اُنکی مراد "حسن الاسناد" ہونا ہی ہے یعنی ضعیف سے اُوپر اور صحیح سے فروتر۔

جب آں رحمہ اللہ کی "مسند الکبیر" کے اس چھوٹے سے قطعہ میں، کہ جس میں تیس سے زیادہ احادیث نہیں ہیں۔ دس سے زیادہ مقامات پر کلمہ تحسین کا استعمال نظر آتا ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پوری "مسند الکبیر" میں اس اصطلاح کا استعمال کتنے مقامات پر کیا گیا ہوگا۔ واضح رہے کہ صرف "مسند ابی ھریرہ رضؓ" کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں:

"بیان کیا گیا ہے کہ مسندِ ابوھریرہ رضؓ کہ جسے میں نے مصر میں دیکھا ہے دو سو اجزاء ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اور مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسندِ علی رضؓ کی پانچ ضخیم جلدیں ہیں"[۱۷۱]

اور علامہ کتانیؒ فرماتے ہیں:[۱۷۲]

"مسند الکبیر کے قطعات میں سے مسند ابن عمر رضؓ کے بعض اجزاء کے

---

[۱۶۷] مسند عمر ابن الخطابؓ للحافظ یعقوب بن شیبہؒ صـ ۴۰، ۴۳، ۴۵، ۴۶، ۴۹، ۶۰، ۷۴، ۸۳، ۹۳، ۹۶۔ [۱۶۸] ایضاً صـ ۶۰۔ [۱۶۹] ایضاً، صـ ۸۳
[۱۷۰] ایضاً صـ ۹۲-۹۳۔ [۱۷۱] تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ ۲/ جلد ۲ صـ ۵۷۷۔ [۱۷۲] یہ قطعہ بھی مطبوع ہے

سے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اِنمیں احادیث، اسانید اور علل کے ساتھ موجود ہیں۔"[۱۷۳]

امام ابوزرعہؒ کا کلمہ حسن استعمال فرمانا

امام ابوزرعہ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ)، جو امام ابوحاتمؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ وغیرہ کے شیخ تھے، نے بھی کلمہ 'حسن' کو اِصطلاحاً استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتمؒ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

"میں نے انکی بابت ابوزرعہؒ سے سوال کیا تو آں رحمہ اللہ نے فرمایا: لم یکن عندی ممن یتعمد الکذب وکان حسن الحدیث۔"[۱۷۴]

امام ابوحاتم الرازی کا کلمہ "حسن" استعمال کرنا

امام ترمذیؒ سے قبل اِصطلاح حسن کو وصفِ حدیث کے طور پر امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے بھی اِستعمال کیا ہے چنانچہ ابن ابی حاتمؒ ابراہیم بن یوسف بن اسحٰق السبیعی کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں:

"میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ اِنکی حدیث لکھی جاتی ہے اور وہ "حسن الحدیث ہے۔"[۱۷۵]

اِسی طرح محمد بن راشد المکحولی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"میرے والد نے فرمایا کہ وہ صدوق حسن الحدیث تھا۔"[۱۷۶]

علامہ جلال الدین سیوطیؒ "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں:

ابن ابی حاتمؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا: میں نے اپنے والد سے ایک حدیث کی بابت اِستفسار کیا تو اُنھوں نے فرمایا اِسکی اسناد حسن ہے،

---

[۱۷۳] رسالۃ المستطرفۃ للکتانیؒ صہ ۱۹۔ [۱۷۴] جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۲ صہ ۸۷، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۵ صہ ۲۵۶، ھدی الساری لابن حجرؒ صہ ۴۱۲، فتح الباری لابن حجر جلد ۲ صہ ۱۳۷، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۲ صہ ۴۴۲، معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ صہ ۱۲۶۔ [۱۷۵] جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۱ صہ ۱۴۸۔ [۱۷۶] ایضاً جلد ۳ صہ ۲۵۳

پھر میں نے سوال کیا: کیا اس کے ساتھ احتجاج کیا جاتا ہے؟ آں رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں"۔ ۱۷۷

مزید تحقیق و تتبع سے اس قسم کی بے شمار مثالیں جمع کی جا سکتی ہیں جو اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ امام ترمذیؒ سے بہت زمانہ قبل وصف "حسن" کی تعبیر ائمہ حدیث و جرح و تعدیل کے نزدیک معروف و مقبول تھی۔ امام ترمذیؒ نے اپنی "جامع" میں اس وصف کی کثرت بالغہ میں مزید اضافہ کیا اور اسے شہرت بخشی ہے جیسا کہ اوپر حافظ ابن حجرؒ، حافظ ابن الصلاحؒ، علامہ سیوطیؒ، امام نوویؒ، علامہ عراقیؒ، حافظ ابن رجبؒ اور علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ وغیرہ رحمہم اللہ کے پیش نظر کلام سے واضح ہو چکا ہے۔

علامہ کشمیری کی ابن تیمیہؒ کے دعویٰ پر تنقید

علامہ انور شاہ کشمیری حنفی مرحوم، امام ابن تیمیہؒ کے دعویٰ کہ "حسن امام ترمذیؒ کی ایجاد کردہ اصطلاح ہے"، پر تنقید فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ابن تیمیہؒ کا دعویٰ غیر صحیح ہے کیونکہ ان سے قبل امام بخاریؒ اور امام علی بن المدینیؒ ان ائمہ میں سے تھے جو ان (ضعیف اور حسن) کے درمیان فرق و تمیز کرتے تھے حتیٰ کہ امام ترمذیؒ آئے اور انہوں نے اس معاملہ میں اپنے شیخ کی اتباع کی، پس انہوں نے بار بار ذکر سے اس کو شہرت دی اور ان سے یہ اصطلاح تمام کتب میں عام ہوئی"۔ ۱۷۸

یہ تمام وہ دلائل ہیں جو امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ وغیرہ کے مذکورہ دعویٰ کی تردید کرتے ہیں۔ جہاں تک آں رحمہ اللہ کے اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ:

"متقدمین (بشمول امام احمدؒ) کے نزدیک ضعیف کا وہی حکم و مرتبہ ہے جو امام ترمذیؒ کی اصطلاح میں کسی حسن حدیث کا ہے"۔ ۱۷۹

۱۷۷۔ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۵۴ ۔ ۱۷۸۔ فیض الباری الکشمیری جلد ۱ صفحہ ۵۷

۱۷۹۔ فتاویٰ ابن تیمیہؒ بحوالہ قواعد التحدیث للقاسمیؒ صفحہ ۱۰۲

تو یہ دعویٰ بھی غیر درست ہے کیونکہ یہ دعویٰ تو اس وقت صحیح ہو سکتا تھا جب امام ترمذیؒ کی تصحیح وتحسین علماء کے نزدیک مسلّم ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے:

امام ترمذیؒ کا تصحیح وتحسین حدیث میں تساہل مشہور ہے

تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ امام ترمذیؒ حدیث کی تحسین وتصحیح کے معاملہ میں بہت متساہل واقع ہوئے ہیں۔ ابن دحیہؒ "علم المشہور" میں فرماتے ہیں:

"ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں خواہ کتنی ہی احادیث مجموعہ اور اسانید واہیہ کی تحسین کی ہے"۔[۸۰]

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "فلا یغتر بتحسین الترمذی فعند المحاققة غالبها ضعاف"۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: "حسنه الترمذی فلم یحسن"۔ ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: "لا یعتمد العلماء علی تصحیح الترمذی"۔

شارح ترمذیؒ علامہ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیئے کہ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ علوم حدیث میں اپنی امامت وجلالت کے باوجود احادیث کی تصحیح وتحسین میں متساہل تھے ۔۔۔۔ علماء کرام امام ترمذیؒ کی تصحیح وتحسین پر اعتماد نہیں کرتے جب کہ تصحیح وتحسین کے معاملے میں وہ منفرد ہوں، لیکن اگر ائمہ حدیث میں سے دوسرے ائمہ بھی انکی تصحیح وتحسین سے

---

۸۰ غالباً یہاں ابن دحیہؒ کو امام ابن الجوزیؒ کی کتاب "العلل المتناهیه فی الاحادیث الواهیه" اور "موضوعات" سے دھوکا ہوا ہے کہ جس میں آں رحمہ اللہ نے امام ترمذیؒ کی "جامع" میں تخریج کردہ ۲۳ حدیثیں ذکر کی ہیں اور ان پر وضع کا حکم لگایا ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے کتاب "قول الحسن فی الذب عن السنن" میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ احادیث موضوع نہیں ہیں۔ شارح ترمذیؒ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ محدث دعویٰ فرماتے ہیں کہ "جامع ترمذیؒ" میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے"۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص ۱۸۰-۱۸۱)

موافقت کرتے ہوں تو ان کی تصحیح و تحسین پر اعتماد کیا جاتا ہے"۔ الخ

علامہ شیخ جمال الدین قاسمیؒ امام ابن تیمیہؒ سے نقل فرماتے ہیں :

"امام ترمذیؒ نے بعض جن احادیث کی تصحیح کی ہے علماء نے اس میں ان سے اختلاف کیا ہے۔ اسی طرح علماء نے بعض ان احادیث کے متعلق بھی امام ترمذیؒ سے نزاع کیا ہے جن کی آں رحمہ اللہ نے تضعیف یا تحسین کی ہے"۔ الخ

علامہ کوثریؒ، حافظ زیلعیؒ اور شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ وغیرہ نے بھی امام ترمذیؒ کی تحسین پر علماء کے عدم اعتماد کا تذکرہ کیا ہے بس معلوم ہوا کہ امام ترمذیؒ کی تحسین و تصحیح معتبر نہیں بلکہ محتاج تحقیق ہے۔ مزید تفصیل کے لئے میزان الاعتدال للذہبیؒ، مقالات للکوثریؒ، نصب الرایہ للزیلعی، قواعد التحدیث للقاسمیؒ، مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی حفظہ اللہ وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔

ایسی صورت میں امام احمدؒ کے کلمہ "ضعیف" کی تفسیر "حسن" فرمانا کہاں تک درست ہے ؟ جب کہ آں رحمہ اللہ کا کلام بظاہر "ضعیف" سے انکی مراد "ضعیف" ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے، وہ ضعیف کہ جو شرط قبول پہ پوری نہ اُترتی ہو۔ امام احمدؒ اس نظریہ کے حامل تھے کہ کسی مسئلہ میں شخصی رائے کے بجائے اگر کوئی نص ملتی ہو تو اس پر ترجیحاً اعتماد کیا جائے خواہ وہ ضعیف ہی ہو کیونکہ آں رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف حدیث شخصی قیاس اور رائے سے بہتر و ادنیٰ تھی۔ اس بات کو تسلیم کر لینے سے نہ تو آں رحمہ اللہ کی جلالتِ شان میں کوئی فرق واقع ہوتا ہے اور نہ ہی نفس مسئلہ پر کوئی ضرب پڑتی ہے بلکہ یہ تو آں رحمہ اللہ کا اپنا ایک اجتہادی قول و نظریہ تھا جو مبنی بر خطاء و ثواب دونوں ہو سکتا ہے۔

اگر بفرض محال ہم آں رحمہ اللہ کے کلمہ "ضعیف" کی امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کی بیان کردہ تفسیر (یعنی حسن) تسلیم کرلیں تو بھی ہمیں اس سے زیادہ سے زیادہ یہی فائدہ اور نتیجہ حاصل ہوگا کہ

---

۱۸۱ میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۴ ص ۴۱۶، جلد ۳ ص ۴۰، ص ۵۱۵، مقالات للکوثریؒ ص ۳۱۱، نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۲ ص ۲۱۷، قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۱۰۵، مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ص ۱۷۱-۱۷۲، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۱ ص ۳۶۔

امام احمد بن حنبلؒ "حسن" حدیث کو شخصی قیاس پر مقدم ٹھہراتے تھے، تو معلوم ہونا چاہئے کہ "حسن" حدیث تو ویسے ہی عند الجمہور حجت اور معمول بہ تسلیم کی جاتی ہے۔

حسن حدیث عند الجمہور حجت اور معمول بہ ہوتی ہے

علامہ جمال الدین قاسمیؒ فرماتے ہیں:

"ائمہ حدیث کا قول ہے کہ احتجاج کے معاملہ میں حسن بھی صحیح کی طرح ہے۔" [۱۸۲]

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

ائمہ میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے حسن کو احتجاج میں اشتراک کے سبب صحیح میں درج کیا ہے بلکہ ابن تیمیہؒ نے انکا اجماع نقل کیا ہے سوائے ترمذیؒ کے۔" [۱۸۳]

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

اکثر حدیث کا مدار حسن پر ہے کیونکہ بیشتر احادیث صحت کے رتبہ کو نہیں پہنچتیں اکثر علماء نے ان کو قبول کیا ہے اگرچہ بعض اہل الحدیث نے اس معاملہ میں شدت اختیار کی ہے ..... ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے ایک حدیث کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے فرمایا اسکی اسناد حسن ہیں۔ میں نے پھر سوال کیا: کیا اس کے ساتھ احتجاج کیا جاتا ہے؟ تو فرمایا نہیں۔" [۱۸۴]

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"احتجاج کے معاملے میں حسن صحیح کی طرح ہی ہے اگرچہ قوت میں مختلف ہوتی ہے لہذا علماء کے ایک طائفہ، مثلاً حاکمؒ، ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ نے اس کو صحیح نہ کہتے ہوئے بھی صحیح کی قسم میں درج کیا ہے۔" [۱۸۵]

اور علامہ سید ابی الوزیر احمد حسن محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"اور حسن پر جمہور کے نزدیک عمل جائز ہے۔ امام بخاریؒ اور ابن العربیؒ کے علاوہ کسی اور نے اس کے جواز سے اختلاف نہیں کیا ہے۔" [۱۸۶]

---

۱۸۲ قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص ۱۰۶، ۱۸۳ فتح المغیث للسخاویؒ ص ۲۶،
۱۸۴ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۱۵۴، ۱۸۵ ایضاً جلد ۱ ص ۱۶۰، ۱۸۶ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۔

پس معلوم ہوا کہ سوائے ابوحاتم الرازیؒ، قاضی ابن العربیؒ اور ان کے شیخؒ کے اور کسی کے متعلق منقول نہیں ہے کہ کسی نے "حسن" حدیث سے احتجاج کرنے سے انکار کیا ہو۔ ابوحاتمؒ بھی "حسن" کو اس وجہ سے حجت تسلیم نہیں کرتے تھے کہ ان کے نزدیک "حسن" کا اطلاق ہر اس حدیث پر ہوتا تھا جس کی اسناد میں کوئی مجہول راوی موجود ہو۔ [۱۸۷]

حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث کی اصطلاح "حسن" امام ترمذیؒ کی ایجاد نہیں تھی۔ ان سے قبل بہت سے محدثین کے نزدیک یہ اصطلاح مستعمل رہی ہے نیز امام احمد بن حنبلؒ کا کلمہ "ضعیف" ظاہری معنی پر ہی محمول کیا جائیگا کہ یہی آں رحمہ اللہ کی مراد تھی۔ واللہ اعلم۔

ضعیف احادیث پر عمل کے متعلق اسلاف کا منہج

راقم گاہے بگاہے اپنے مختلف مضامین میں اس امر کی طرف اشارہ کرتا رہا ہے کہ امور شریعت میں جب کسی حدیث کا "ضعف" بدلائل ثابت ہو جائے تو پھر اس ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا خواہ اس کا تعلق احکام و عقائد سے ہو یا فضائل اعمال، ترغیب و ترہیب، اور مناقب وغیرہ سے۔ اہل فضل محدثین، محققین، محتاط علماء اور فقہاء تے حدیث میں سے اکابرین کی ایک جماعت اسی نظریہ کی حامل ہے۔ اس کے برعکس علمائے حدیث اور فقہاء کی ایک دوسری جماعت بھی موجود ہے جو بلا تکلف فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب وغیرہ میں ضعیف حدیث کو معتبر و لائق عمل ہی نہیں بلکہ مستحب بیان کرتی ہے، گویا یہ امر سب کے نزدیک متفق علیہ ہو۔ بعض علماء فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کو قبول کرنے کیلئے کچھ آداب و شرائط بیان کرتے ہیں اور متقدمین میں سے کچھ علماء ایسے بھی ہیں جو ضعیف حدیث کو شخصی قیاس سے افضل سمجھتے ہوئے مطلقاً قابل قبول بتاتے ہیں۔ مگر احتیاط و ورع کا انتہائی تقاضا ہے کہ تمام ضعیف احادیث سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ ان تمام امور پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ آگے پیش کی جائے گی۔

۱۸۷؎ کما فی فتح المغیث للسخاویؒ ص ۲۶

ضعیف حدیث کا احکام، حلال و حرام اور عقائد میں غیر مقبول ہونا مگر بنظرِ احتیاط اس کا استثناء

ضعیف حدیث کو احکام، حلال و حرام اور عقائد میں بطور حجت قبول نہ کرنے پر اکثر علماء کا اتفاق ہے اگرچہ بعض علماء نے بنظرِ احتیاط ضعیف حدیث کو احکام میں بھی قبول کرنا بیان کیا ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں:

"ويعمل بالضعيف أيضاً في الأحكام إذا كان فيه احتياط"[۱۸۸]

شاید اسی اصول کے پیش نظر یا پھر تساہل یا حدیث سے عدم واقفیت کی بناء پر کتب فقہ میں ضعیف احادیث سے احتجاج کو صرف فضائل اعمال تک ہی محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ اس سے تجاوز کر کے احکام میں بھی ان سے احتجاج کیا گیا ہے۔ جن لوگوں کی کتب ادلۃ الاحکام یا اُن کتب پر ہے جن میں کُتب فقہ کی احادیث کی تخریج و تحقیق کی گئی ہے وہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں۔

امام نوویؒ کا احکام میں احادیث ضعیفہ سے احتجاج کی مذمت فرمانا

امام نوویؒ نے احکام میں احادیثِ ضعیفہ سے احتجاج کرنے کی سختی سے ساتھ مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ "شرح صحیح مسلم" میں فقہاء کے تساہل پر تنقید فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ائمہ حدیث کسی بھی حال میں ضعفاء سے کوئی چیز روایت نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے احتجاج کرتے ہیں۔ ائمہ محدثین اور علمائے محققین میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا ہے، مگر بہت سے فقہاء بلکہ اکثر فقہاء ایسا (یعنی احکام میں ضعیف احادیث سے احتجاج) کرتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں جو صواب نہیں بلکہ انتہائی قبیح بات ہے۔ ایسا اس وجہ سے ہے کہ اگر ان کو اس کے ضعف کا علم ہو جاتا تو ان کے لئے اس سے حجت پکڑنا جائز نہ ہوتا کیونکہ ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احکام میں ضعیف احادیث سے

۱۸۸ھ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۲۹۹

احتجاج نہیں کیا جاتا۔ اور اگر وہ اس کے ضعف میں لاعلم ہی رہیں تو ان کے لئے اس کے ساتھ احتجاج سے رکنا جائز نہیں ہے، الخ" [۱۸۹]

فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب وغیرہ میں ضعیف حدیث کا مقبول ہونا علماء کے نزدیک محل نزاع ہے

آپ دیکھیں گے کہ بعض علماء حدیث اور فقہاء اپنی تصانیف میں بلا تکلف فضائل اعمال ترغیب و ترہیب اور مناقب وغیرہ میں ضعیف حدیث کو معتبر اور لائق عمل بیان کرتے نظر آتے ہیں گویا یہ امر جملہ محققین، محدثین، اصولیین اور علماء کے نزدیک محل نزاع نہیں بلکہ متفق علیہ ہے، حالانکہ کتب مصطلح الحدیث پر نگاہ رکھنے والے تمام حضرات سے اس امر میں علماء و محققین کے مابین اختلاف رائے پوشیدہ نہیں ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں:

"فضائل اعمال وغیرہ میں ضعیف حدیث پر عمل کے متعلق اتفاق کا دعویٰ باطل ہے اگرچہ جمہور کا مذہب یہی مگر مشروط ہے" [۱۹۰]

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"علامہ سخاویؒ "قول البدیع" میں فرماتے ہیں: حاصل کلام یہ ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کے متعلق تین مذاہب ہیں: مطلقاً اس پر عمل نہ کرنا، (اگر اس باب میں کوئی دوسری چیز وارد نہ ہو تو) مطلقاً اس پر عمل کرنا، اور فضائل میں چند شرائط کے ساتھ اس پر عمل کرنا (اس پر جمہور کا اتفاق ہے)" [۱۹۱]

علماء جن کے نزدیک ضعیف حدیث مطلقاً قابل قبول ہے

علماء کا ایک گروہ وہ ہے جو ضعیف حدیث کے مطلقاً قابل قبول اور بلا شرط لائق عمل ہونے کا قائل ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک ضعیف حدیث شخصی قیاس و اجتہاد سے

---

[۱۸۹] شرح صحیح مسلم للنوویؒ جلد ۱ ص ۱۲۶ ، [۱۹۰] آثار المرفوعۃ لأبی الحسنات ص ۸۱

[۱۹۱] الاجوبۃ الفاضلۃ لأبی الحسنات ص ۵ وقول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع للسخاویؒ ص ۱۹۵ ۔

مقدم اور بدرجہا اولیٰ ہوتی ہے۔ علامہ سیوطی "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں:
بعض علماء کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر مطلقاً عمل کیا جاتا ہے۔ امام ابوداؤدؒ
اور امام احمدؒ سے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ آں رحمہما اللہ اس بات کے قائل ہیں
کیونکہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث شخصی قیاس اور رائے سے قوی
تر ہے"۔ ۱۹۲

ابوداؤدؒ اور نسائیؒ کا ضعیف اسناد کی تخریج فرمانا اور اس کا سبب

حافظ جلال الدین سیوطی "سنن النسائیؒ" کی شرح "الزھر الربیٰ علی المجتبیٰ" کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"امام نسائیؒ کا قول ہے کہ میرے نزدیک کوئی شخص متروک نہیں ہے جب تک کہ تمام ائمہ اس کے ترک کرنے پر مجتمع نہ ہوں"۔ ۱۹۳

علامہ سخاویؒ "فتح المغیث" میں حافظ ابن مندہؒ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے حافظ محمد بن سعد الباوردیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

"صاحب سنن امام نسائیؒ تخریج احادیث کے معاملہ میں صرف ان رواۃ پر تکیہ نہیں کرتے جن کے مقبول ہونے پر ائمہ کا اتفاق ہو بلکہ ان تمام رواۃ سے بھی تخریج کرتے ہیں جن کے متروک ہونے پر ائمہ جرح و تعدیل کا اجماع نہ ہو۔ ابن مندہؒ مزید فرماتے ہیں: اسی طرح امام ابوداؤد نے امام نسائیؒ کے ماخذ کو اخذ کیا ہے یعنی ثقہ رواۃ کی عدم تقیید اور ان رواۃ سے بھی تخریج کرنا جو فی الجملہ ضعیف ہوں مگر ائمہ کے مابین ان کے متعلق اختلاف رائے ہو"۔ ۱۹۴

حافظ ابن مندہؒ کی اس روایت کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی" ۱۹۵ میں حافظ ابن الصلاحؒ نے "مقدمہ فی علوم الحدیث" میں

---

۱۹۲ تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۹۹، ۱۹۳ زہر الربیٰ علی المجتبیٰ للسیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۳
۱۹۴ فتح المغیث للسخاویؒ صفحہ ۳۱۔

حافظ ابن حجرؒ نے "النکت" میں اور علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ نے "قواعد التحدیث"[۱۹۷] وغیرہ میں بھی نقل کیا ہے۔ لیکن ہماری تحقیق کے مطابق ابن مندہؒ کا یہ قول: "اسی طرح امام ابوداؤدؒ نے امام نسائیؒ سے ماخذ کو اخذ کیا ہے الخ" درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس قول سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوداؤدؒ اس مسلک میں امام نسائیؒ کے تابع ہیں حالانکہ اس کا برعکس ہونا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ امام ابوداؤدؒ امام نسائیؒ سے قبل یعنی (۲۰۲ھ) میں پیدا ہوئے اور ان سے قبل ہی (یعنی ۲۷۵ھ میں) وفات پائی تھی، جبکہ امام نسائیؒ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ میں وفات پائی، پھر امام نسائیؒ نے ابوداؤدؒ سے روایت[۱۹۸] بھی کی ہے گویا ابوداؤدؒ اُن کے شیوخ میں سے ہوئے ہمارے اس قول کی تائید علامہ سخاویؒ کی وہ عبارت بھی کرتی ہے جسمیں اس امر کی وضاحت مذکور ہے کہ اس معاملہ میں ابوداؤدؒ اپنے شیخ امام احمد بن حنبلؒ کے تابع تھے چنانچہ فرماتے ہیں:

"ابوداؤدؒ ضعیف اسناد کی تخریج اسی وقت کرتے ہیں جب کہ انھیں اس باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہ ملے اور یہ کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک شخصی رائے سے قوی تر ہے۔ اس معاملہ میں وہ اپنے شیخ امام احمد بن حنبل کے تابع ہیں"۔[۱۹۹]

علامہ سخاویؒ ایک اور مقام پر بصراحت فرماتے ہیں:

امام احمدؒ ضعیف حدیث سے احتجاج صرف اس وقت کرتے تھے جب آں رحمہ اللہ کو اس میں اس کے سوا کوئی دوسری حدیث نہ ملے۔ اس معاملہ میں امام ابوداؤدؒ نے انکی ہی اتباع کی ہے۔ پس آں رحمہما اللہ ضعیف حدیث کو رائے و قیاس پر مقدم رکھتے ہیں"۔[۲۰۰]

حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسیؒ (۵۰۷ھ) نے "شروط الائمۃ الستۃ میں"[۲۰۱] امام سخاویؒ نے "فتح المغیث لشرح ألفیۃ الحدیث[۲۰۲]" اور اعلان بالتوبیخ لمن ذم

---

[۱۹۷] قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۷، [۱۹۸] کما فی تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ جلد ۲ ص۵۹۱

[۱۹۹] فتح المغیث للسخاویؒ ص۸۱، قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۷، تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص۱۶۷۔ [۲۰۱] شروط الائمۃ الستۃ للمقدسیؒ ص۱۳ وکما فی مقدمۃ زہر الربی للسیوطی جلد ۱ ص۳

[۲۰۲] فتح المغیث للسخاویؒ ص۴۸

اھل التوبیخ" میں، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" میں[۲۰۴] اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم نے "قواعد فی علوم الحدیث"[۲۰۵] وغیرہ میں بھی امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ کے مذکورہ بالا معیار کا ذکر کیا ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کا ضعیف احادیث کو قیاس پر ترجیح دینا۔

تخریج احادیث کا مذکورہ بالا معیار فقط امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ کا مسلک نہیں ہے بلکہ ان سے قبل امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ بھی یہی مسلک رکھتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "عبداللہ بن لھیعۃ المصری" کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یعقوبؒ کا قول ہے کہ مجھ سے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

"مذھبی فی الرجال انی لا اترك حدیث محدث حتی یجتمع اھلُ مصر علی ترك حدیثه" [۲۰۶]

اوپر "فتح المغیث" للسخاویؒ، "تدریب الراوی" للسیوطیؒ اور "قواعد التحدیث" للقاسمیؒ وغیرہ کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ ضعیف حدیث کو شخصی رائے کے مقابلہ میں مقدم رکھتے تھے۔ آپؒ کے اس بارے میں یہ دو اقوال بہت مشہور ہیں:

"ان الحدیث الضعیف أحبّ إلیّ من رأی الرجال" [۲۰۷]

اور:

"الحدیث الضعیف خیر من القیاس" [۲۰۸]

۲۰۳ء اعلان بالتوبیخ للسخاویؒ ص۱۶۷

۲۰۴ء رفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل لابی الحسناتؒ ص۱۸۱-۱۸۲۔ ۲۰۵ء قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص۴۷-۵۰۔ ۲۰۶ء تھذیب التھذیب لابن حجرؒ جلد۵ ص۳۷۴۔ ۲۰۷ء کما فی تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد۱ ص۱۶۸ (بتصرف یسیر) و فتح المغیث للسخاویؒ ص۳۱ و محلی لابن حزم جلد۱ ص۶۸ و قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۷-۱۱۸۔ ۲۰۸ء الاعتصام للشاطبیؒ جلد۱ ص۲۲۶، منھاج السنۃ لابن تیمیہؒ جلد۲ ص۱۹۱۔

علامہ سخاویؒ، علامہ ابن حزمؒ اور علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ وغیرہ بیان کرتے ہیں:

"عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کے طریق سے باسناد صحیح مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد (رحمہما اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا: تم مشکل سے ہی کسی ایسے شخص کو دیکھو گے جو رائے وقیاس پر نظر رکھتا ہو اور اس کے دل میں غل موجود نہ ہو۔ اور ضعیف حدیث مجھے شخصی رائے کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہے، میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو کسی ایسے شہر میں ہو جہاں ایک صاحب حدیث ہو ایک صاحب الرائے، مگر جو صاحبِ حدیث ہو وہ صحیح اور سقیم میں تمیز کی اہلیت رکھتا ہو تو وہ شخص عندالحاجات ان میں سے کس کی طرف رجوع کرے؟ آپؒ نے فرمایا: وہ صاحب الحدیث سے سوال کرے صاحب الرائے سے نہ پوچھے" [209]

امام ابن الجوزیؒ وغیرہ نے بھی اپنی کتاب "الموضوعات" میں امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق یہی ذکر کیا ہے کہ آں رحمہ اللہ قیاس پر ضعیف حدیث کو مقدم سمجھتے تھے۔

مسندِ احمدؒ کی شروط سنن ابوداؤدؒ کی شروط سے بہتر ہیں

شیخ طوفیؒ امام ابن تیمیہؒ سے نقل فرماتے ہیں:

"میں نے مسند احمدؒ کو بغور دیکھا تو اسے ابوداؤد کی شرط کے موافق پایا" [210]

اسی طرح "منہاج السنۃ" میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: [211]

وشرطه في المسند مثل شرط أبي داؤد في سننه"

مگر علامہ ابن الجزریؒ "المصعد الأحمد" میں امام ابن تیمیہؒ کا قول اس طرح نقل فرماتے ہیں:

"مسند کی شرط ابوداؤد کی سنن والی شرط سے قوی تر ہے کیونکہ ابوداؤدؒ نے ان رجال سے روایت لی ہے جن سے مسند میں اعراض کیا گیا ہے مثلاً محمد بن سعید المصلوب وغیرہ" [212]

---

[209] فتح المغیث للسخاویؒ ص۱۰۱ ومحلی لابن حزمؒ ج ۱ ص۶۸ وقواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۸-۱۱۷، [210] قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۱، [211] منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ جلد ۴ ص۲۷، [212] المصعد الأحمد لابن الجزریؒ ص۲۵

علامہ ابن تیمیہؒ "قاعدۃ الجلیلہ فی التوسل والوسیلہ" میں خود فرماتے ہیں:

"حتیٰ کہ انہوں (امام احمدؒ) نے ایک ایسے گروہ کی حدیثوں سے بھی اپنی مسند کو پاک رکھا ہے جن سے ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ وغیرہ اصحاب سنن روایت کرتے ہیں مثلاً مشیخہ بن کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ کہ جس سے ابو داؤدؒ نے روایت کی ہے مگر امام احمدؒ نے نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند احمدؒ کی شروط روایت سنن ابو داؤدؒ کی شروط سے بہتر ہیں۔"[۲۱۳]

امام احمدؒ کے کلمہ "ضعیف" سے مراد "حسن" ہوتی ہے امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کا دعویٰ

امام تقی الدین بن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"اور جو ہم یہ کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث رائے سے بہتر ہے تو ضعیف سے ہماری مراد متروک نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد حسن ہوتی ہے جیسے عمرو بن شعیب کی عن ابیہ عن جدہ اور ابراہیم الھجری یا اس جیسی دوسری احادیث جن کی امام ترمذیؒ نے تحسین یا تصحیح فرمائی ہے امام ترمذی سے قبل حدیث کی فقط دو ہی اصطلاحیں معروف تھیں، یا تو وہ صحیح کہلاتی تھیں یا پھر ضعیف اور ضعیف کی بھی دو قسمیں ہوتی تھیں ایک ضعیف متروک اور دوسری ضعیف غیر متروک ائمہ حدیث انہی اصطلاحوں سے کلام کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد امام ترمذیؒ کی وہ اصطلاحیں وجود میں آئیں جن کا پہلے کسی کو علم نہ تھا پس بعض ائمہ کا یہ قول کہ "ضعیف حدیث مجھے قیاس کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہے" سن کر لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ اس حدیث کے ساتھ احتجاج کرتے تھے جس کی ترمذیؒ وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔"[۲۱۴]

امام ابن تیمیہؒ کے بعض اور اقوال گزشتہ صفحات میں "حدیث کی اصطلاح حسن امام ترمذیؒ کی ایجاد نہیں ہے" کے زیر عنوان گزر چکے ہیں۔ آں رحمہ اللہ کی اتباع میں ان کے

---

۲۱۳ اردو ترجمہ الوسیلہ لابن تیمیہؒ ص۱۴۰ مترجم احسان الٰہی ظہیر۔

۲۱۴ منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہؒ جلد ۲ ص۱۹۱، قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۱۔ 04924

فاضل شاگرد علامہ ابن القیم الجوزیہؒ اپنی مشہور کتاب "اعلام الموقعین" [۲۱۵] میں امام احمدؒ کے اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" الأصل الرابع : چوتھا اصول مُرسل اور ضعیف حدیث کو لینے کے متعلق ہے اگر اس باب میں کوئی چیز موجود نہ ہو یہ وہ چیز ہے جس کو آں رحمہ اللہ نے قیاس پر ترجیح دی ہے لیکن اِن کے نزدیک ضعیف حدیث سے مُراد نہ باطل ہے، نہ منکر اور نہ ہی وہ روایات جن میں متہم (بالکذب) راوی موجود ہوں بلکہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث قسیم الصحیح اور حسن کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اس وقت حدیث کو صحیح، حسن اور ضعیف میں تقسیم نہیں کیا جاتا

---

۲۱۵ **علامہ کشمیری کا ابن قیمؒ کی ایک کتاب پر ظلم:** علامہ حافظ ابن القیم الجوزیہؒ کی اس مشہور کتاب کو بعض علماء نے بکسر الھمزہ "إعلام الموقّعین عن رب العالمین" لکھا ہے بعض اس کا صحیح نام بفتح الھمزہ "أعلام الموقعین" بتاتے ہیں۔ علامہ راغب الطباخ، علامہ زاہد الکوثری، علامہ مصطفیٰ الزرقا، استاذ عبدالفتاح ابوغدہ اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم وغیرہ بکسر الھمزہ "إعلام الموقعین" کو صحیح بتاتے ہیں اور یہی اکثر محققین اور علماء کا قول بھی رہا ہے جبکہ علامہ محمد محی الدین عبدالحمید نے بفتح الھمزہ "أعلام" کو صحیح بتایا ہے۔ (ملاحظہ ہو أعلام الموقعین طبع بمطبعۃ السعادۃ القاھرۃ ۱۳۷۴ھ)۔ یہ تمام علماء تو صرف کسرہ اور فتحہ کے بارے میں اختلاف رکھتے تھے۔ مگر علامہ انور شاہ کشمیری مرحوم نے تو بغیر کسی دلیل کے اس کتاب کا نام ہی بدل ڈالا ہے۔ چنانچہ "اعلام الموقعین" کے بجائے آں رحمہ اللہ "اعلام الموفّقین" صحیح نام بتاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو فیض الباری بشرح صحیح البخاری للکشمیری جلد ۱ صفحہ ۲۶۷)۔ علامہ انور شاہ کشمیری مرحوم کے تلمیذ خصوصی مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مرحوم نے بھی اپنے استاد کی اِتباع میں امام ابن قیمؒ کی اس کتاب کے نام کو اپنی تعلیقات میں "اعلام الموفقین" ہی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو تعلیقات علی فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ و جلد ۳ صفحہ ۲۴۱)۔ حالانکہ جب تک صاحب تصنیف سے اِس قسم غریبہ کی کوئی نص موجود نہ ہو از خود نام بدل دینا اور اس کو صحیح تصور کرنا سراسر ظلم اور زیادتی کی بات ہے۔

تھا بلکہ فقط صحیح اور ضعیف میں تقسیم کیا جاتا تھا اور ضعیف کے ان کے نزدیک مراتب ہوتے تھے۔ پس اگر اس باب میں کوئی اثر اور کسی صحابی کا قول نہ ملتا اور اس کے خلاف کوئی اجماع بھی موجود نہ ہوتا تو ان کے نزدیک اس پر عمل کرنا قیاس سے اولیٰ تھا۔ ائمہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اس اصول سے من حیث الجملہ موافقت نہ رکھتا ہو۔ چونکہ آں رحمہ اللہ بھی اُن ائمہ میں سے ایک تھے لہٰذا آپ بھی ضعیف حدیث کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے"[۲۱۶]

علامہ شاطبی غرناطی امام احمد کے قول: "الحدیث الضعیف خیر من القیاس" کے متعلق فرماتے ہیں:

"آں رحمہ اللہ کا یہ قول بظاہر غیر صحیح حدیث پر عمل کا متقاضی ہے کیونکہ انہوں نے جمہور مسلمین کے نزدیک معمول بہ قیاس پر اسکو مقدم ٹھہرایا ہے جس پر کہ سلف رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور یہ تقدیم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا بمقابلہ قیاس کے اعلیٰ رتبہ رکھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد کا قیاس کبھی خطا اور کبھی صواب ہوتا ہے پھر ضعیف سے آں رحمہ اللہ کی مراد حسن السند ہے اور "خیر من القیاس" اصلاً قیاس کی نفی کو کلام مبالغہ کے ساتھ بیان کرتا ہے اور قیاس سے مراد قیاس فاسد ہے کہ جس کی کتاب وسنّت اور اجماع میں کوئی اصل موجود نہ ہو"[۲۱۷]

علامہ زین الدین عبدالرحیم عراقی "مقدمہ ابن الصلاح کی شرح "تقیید والایضاح" میں فرماتے ہیں:

"ہم بعض ائمہ مثلاً ابو داؤد اور امام احمد کو پاتے ہیں کہ وہ حضرات ضعیف حدیث کو شخصی رائے پر مقدم قرار دے دیتے تھے، بعض محققین بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک ضعیف سے مراد وہ حدیث ہوتی تھی جو درجۂ صحت

---

۲۱۶ اعلام الموقعین لابن قیم جلد ۱ صد ۳۱

۲۱۷ الاعتصام للشاطبی جلد ۱ صد ۲۲۶

پر پہنچنے سے قاصر یعنی حسن ہو"[218]

اور علامہ ابن علانؒ "شرح الاذکار للنووی" میں فرماتے ہیں:

"امام احمدؒ سے متعلق ضعیف حدیث پر معلقاً جو عمل منقول ہے تو وہ اسی وقت ہے جب انکو اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہ ملے اور ضعیف کا رائے سے بہتر ہونا ان کے اور متقدمین کے عرف کے مطابق صحیح کے مقابلہ میں ضعیف ہونا ہے۔ آں رحمہ اللہ کے دور میں خبر صرف صحیح اور ضعیف میں تقسیم ہوا کرتی تھی اور جو ضعیف حدیث کو صحیح کے درجہ سے گرا دے اسمیں حسن بھی شامل ہے لہذا ضعیف سے امام احمدؒ کی مُراد وہ ضعیف نہیں جو مشہور اصطلاح میں ضعیف ہے یعنی جسمیں قبول کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ جیساکہ ابن العربیؒ نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے بلکہ اس سے انکی مراد حسن ہے الخ"[219]

لیکن امام ابن تیمیہؒ اور انکی اتباع میں امام ابن القیمؒ، علامہ شاطبیؒ، حافظ عراقیؒ اور علامہ ابن علانؒ وغیرہ کا یہ دعویٰ قطعی باطل اور لاعلمی پر مبنی ہے جیساکہ ہم گزشتہ صفحات میں "حدیث کی اصطلاح حسن امام ترمذیؒ کی ایجاد نہیں ہے" کے زیر عنوان بدلائل ثابت کر چکے ہیں۔ افسوس کہ امام ابن تیمیہؒ کی اتباع میں علامہ سخاویؒ، استاد احمد محمد شاکرؒ شیخ محمد جمال الدین قاسمی، مولانا محمد عطاء اللہ بھوجیانیؒ، شیخ محمد بن لطفی الصباغ، مولوی ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم اور شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظ اللہ وغیرہ نے بھی محض تحقیق نہ کرنے کے سبب اس بارے میں خطا کی ہے، فانا للہ الخ

امام احمد صالح المصری کا امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک سے اتفاق

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کی طرح امام احمدؒ صالح المصری (م ۲۴۸ھ) بھی فرماتے تھے: "کسی شخص کی حدیث نہ چھوڑی جائے حتیٰ کہ اسکی حدیث ترک کرنے پر تمام ائمہ مجتمع ہوں"[220]

---

[218] تقیید والایضاح للعراقی ص ۱۴۴-۱۴۵ وکذا فی جرح والتعدیل لأبی لبابہ حسین ص ۹۸

[219] شرح الاذکار لابن علانؒ جلد ۱ ص ۸۶، [220] فتح المغیث بشرح الألفیۃ للسخاویؒ ص ۱۶۰-۱۶۱

امام شافعیؒ کا ضعیف حدیث کو قیاس پر مقدم فرمانا

امام شافعیؒ کے مسلک کے متعلق اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آں رحمہ اللہ نے بھی بعض ضعیف احادیث کو قیاس پر مقدم کیا ہے۔ مثلاً بیہقی کی تحریم صید وج والی یہ ضعیف روایت: "ألا إن صيد وجّ وعضاهه۔ یعنی شجرہ۔ حرام محرم"[۲۲۱] یا مکۃ المکرمہ میں اوقاتِ ممنوعہ میں نماز پڑھنے کے جواز والی ضعیف خبر یا اسی طرح ضعف وارسال کے باوجود ایک قول کے مطابق اس حدیث کو مقدم کرنا:

"من قاء أو رعف فليتوضأ وليبن على صلاته" امام شافعیؒ کے متعلق علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

"وعن الشافعي يحتج بالمرسل اذا لم يجد غيره"[۲۲۲]

"اور منقول ہے کہ امام شافعیؒ نے مرسل سے احتجاج کیا ہے جبکہ اسکے سوا کوئی حدیث نہیں ملی۔

امام مالکؒ کا مرسل و منقطع احادیث کو قیاس پر ترجیح دینا

جہاں تک امام مالکؒ کے مسلک کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

" وہ مرسل، منقطع، بلاغات اور صحابیٔ رسول کے قول کو قیاس پر مقدم بتاتے ہیں۔"[۲۲۳]

علمائے حنفیہ کے نزدیک بھی ضعیف حدیث قیاس و اجتہاد سے اولیٰ ہے

حنفی مسلک کے متعلق امام ابن حزمؒ نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے:

" تمام حنفیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے امام کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف

۲۲۱ھ تفصیل کے لئے المذہب للشیرازیؒ جلد ۱ ص ۲۱۹، مجموع للنوویؒ ج ۴ ص ۴۷۹، فتح العزیز شرح الوجیز للرافعیؒ جلد ۷ ص ۵۱۵-۵۲۰ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ ۲۲۲ھ فتح المغیث للسخاویؒ ص ۱۲۰
۲۲۳ھ إعلام الموقعین لابن قیمؒ جلد ۱ ص ۳۱-۳۲۔

حدیث ان کے نزدیک رائے اور قیاس سے اولیٰ ہے اگر اس باب میں کوئی دوسری حدیث نہ ملتی ہو۔"۲۲۴

علامہ ذہبیؒ نے "مناقب الامام" ۲۲۵ میں اور مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم نے "ظفر الأمانی" ۲۲۶ میں امام ابن حزمؒ سے اِس قول کا تذکرہ کیا ہے۔ صاحب "خیرات الحسان" علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکیؒ علامہ ابن حزمؒ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

حدیث کے ساتھ امام صاحب کا اعتناء، جلالت اور ان کے نزدیک اس کا رتبہ قابلِ غور ہے۔"۲۲۷

امام ابو حنیفہؒ کے متعلق امام ابن حزم ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

" ابو حنیفہؒ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ضعیف خبر میرے نزدیک، قیاس سے اولیٰ ہے، اس کی موجودگی میں قیاس جائز نہیں ہے۔"۲۲۸

امام ابن القیم الجوزیہؒ فرماتے ہیں:

ابو حنیفہؒ کے تمام اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ تھا کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس اور رائے سے اولیٰ ہے اور اسی پر اُن کے مذھب کی بنیاد ہے مثلاً نماز میں قہقہہ والی ضعیف حدیث کو قیاس اور رائے پر مقدم کرنا یا کھجور کی نبیذ سے سفر میں وضو کرنے والی ضعیف حدیث کو رائے اور قیاس پر مقدم کرنا اور دس درہموں سے کم چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹنے سے منع کرنا حالانکہ اس بارے میں جو حدیث وارد ہے وہ ضعیف ہے اور اقامت جمعہ کیلئے مصر کی شرط حالانکہ اس بارے میں جو حدیث ہے وہ بھی ضعیف ہے

---

۲۲۴ ملخص ابطال القیاس لابن حزمؒ ص۶۸ وکذا فی قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص۹۶ و قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۸، ۲۲۵ مناقب الامام ابی حنیفہؒ للذھبیؒ ص۲۱

۲۲۶ ظفر الامانی شرح مختصر جرجانی لأبی الحسناتؒ ص۱۰۱، ۲۲۷ خیرات الحسان لابن حجر مکیؒ ص۸

۲۲۸ إحکام فی اصول الأحکام لابن حزمؒ جلد۷ ص۵۴۔

وغیرہ ـــــ ضعیف حدیث اور آثار صحابہ[229] کو قیاس اور شخصی رائے پر مقدم کرنا آن رحمہ اللہ کا قول ہے اور ایسا ہی قول امام احمدؒ کا بھی ہے۔ لیکن سلف کی اصطلاح میں ضعیف حدیث سے وہ مراد نہیں ہے جو متأخرین کی اصطلاح میں ضعیف ہے بلکہ متأخرین نے اس کا نام "حسن" رکھ لیا ہے جس کو متقدمین اپنی اصطلاح میں ضعیف کہا کرتے تھے"۔[230]

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"ان کا قوی مذہب ضعیف حدیث کو مجرد قیاس محتمل بالتزییف پر مقدم کرنا ہے"۔[231]

اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم فرماتے ہیں:

"رجال کے معاملہ میں امام احمدؒ کا مذہب حنیفہ کے مذہب جیسا ہے"۔[232]

ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دینے کا سبب | مولانا ابو الحسنات عبد الحی لکھنویؒ

ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دینے کی وجہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"لان الخبر یقین باصلہ وانما دخلت الشبھۃ فی نقلہ والرأی مختلف باصلہ" — کیونکہ حدیث اصل میں یقینی ہے اور شبہ صرف اس کے نقل و حکایت میں واقع ہے۔ رائے اصل میں مختلف

---

[229] لیکن سادات حنفیہ کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اگر کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قیاس کے خلاف ہو تو ان دونوں میں سے کس کو مقدم ٹھہرایا جائیگا۔ علامہ بزدویؒ کا قول ہے: اقوال الصحابۃ مقدمۃ علی القیاس سواء کان فیما یدرک بالقیاس اولا"۔

[230] اعلام الموقعین لابن قیمؒ جلد ۱ ص ۳۱

[231] مرقاۃ للقاریؒ جلد ۱ ص ۳۔

[232] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۳۵۳

محتمل في كل وصف على الخصوص فكان الاحتمال في الرأي اصلاً وفي الحديث عارضاً فلا بد ان يقدم الحديث الضعيف على القياس " ۲۳۳

اور خاص کر ہر بات میں متحمل ہے تو رائے میں احتمال اصلی ٹھیرا اور حدیث میں عارضی، لہذا ضروری ہے کہ حدیث ضعیف قیاس مجتہد پر مقدم کی جائے "

حافظ عراقی رح وغیرہ کا اس مسلک کو "متسع" بیان فرمانا

حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی رح (م ۸۰۶ھ) ضعیف حدیث کو مطلق قبول کرنے کی بابت فرماتے ہیں: " یہ مذہب متسع ہے "۲۳۴

اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رح فرماتے ہیں: " وهو توسع سخيف " ۲۳۵

حق بات تو یہ ہے کہ آج اُمت کے اندر چہار سو جو انتشار، خرافات، بدعات اور رسوم نظر آتی ہیں ان سب کی ام ایجاد یہی یعنی ضعیف احادیث پر بلاتمیز عمل کی دعوت ہے جیساکہ امام مسلم کے خطبہ ۲۳۶، مشاہدہ اور تجربہ سے مستفاد ہوتا ہے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۔ علماء جن کے نزدیک ضعیف حدیث مطلقاً مقبول نہیں۔ صرف فضائلِ اعمال اور ترغیب وترہیب وغیرہ میں بلاقید شروط مقبول ہوتی ہیں۔

علماء کا دوسرا گروہ وہ ہے جو ضعیف حدیث کے قابلِ قبول ہونے کے معاملہ میں پہلے گروہ کی طرح مطلقاً نرم نہیں ہے۔ ان کے نزدیک احکامِ شرعی اور عقائد میں ضعیف حدیث کو حجت تسلیم نہیں کیا جاتا مگر فضائلِ اعمال، ترغیب وترہیب اور مناقب وغیرہ کے باب میں ضعیف احادیث غیر مشروط طریقہ پر قبول کی جاتی ہیں اور قابلِ عمل متصور ہوتی ہیں۔

۲۳۴ کما فی قواعد التحدیث للقاسمی رح ص ۱۱۷ ومقدمہ زہر الربی للسیوطی رح جلد ۱ ص ۳، ۲۳۵ الاجوبۃ الفاضلۃ لابی الحسنات ص ۵۳، ۲۳۶ خطبہ صحیح مسلم ص ۳۳،

امام حاکمؒ فرماتے ہیں :

" میں نے ابوزکریا العنبریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایسی خبر جو کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا کسی حکم کے وجوب میں وارد نہ ہوئی ہو بلکہ ترغیب یا ترہیب سے متعلق ہو تو اس کے رواۃ کی چھان بین میں اغماض اور تساہل سے کام لینا چاہیئے۔" [۲۳۷]

امام بیہقیؒ نے "المدخل" میں اسی بابت ابن مہدیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے :

" جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال وحرام اور احکام میں کوئی خبر روایت کرتے ہیں تو اسانید میں تساہل اور رجال میں تسامح کو روا رکھتے ہیں۔" [۲۳۸]

خطیب بغدادی، ابن کثیر، جلال الدین سیوطی اور شیخ علی الحلبی وغیرہ رحمہم اللہ نے عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق بھی حلال و حرام اور احکام وعقائد کی احادیث روایت کرنے میں شدت اختیار کرنا اور فضائل وغیرہ کی احادیث روایت میں تساہل کرنا نقل کیا ہے [۲۳۹] جیساکہ اوپر ضمناً گزر چکا ہے۔ میمونیؒ کی روایت میں امام احمدؒ کے الفاظ اس طرح مروی ہیں :

" رقائق کی احادیث تساہل کی محتمل ہیں حتیٰ کہ کوئی ایسی چیز آجاتے جو احکام سے متعلق ہو۔" [۲۴۰]

حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں :

" فضائل کی احادیث ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوتیں کہ جو ان احادیث کیلئے ضروری ہیں جن سے حجت پکڑی جاتی ہے۔" [۲۴۱]

امام ابن تیمیہؒ نے امام بیہقیؒ کے مسلک کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے :

" امام بیہقیؒ نے فضائل میں بہت سی ضعیف بلکہ موضوع احادیث کی روایت کی ہے۔" [۲۴۲]

---

۲۳۷ فتح المغیث لشرح الفیۃ الحدیث للسخاویؒ ص ۱۲۰، ۲۳۸ ایضاً ص ۱۲۰، ۲۳۹ الکفایہ للخطیبؒ ص ۱۳۴، مختصر باعث الحثیث لابن کثیر بتحقیق استاذ احمد شاکرؒ ص ۱۰۱، تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۲۹۸، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون للحلبی جلد ۱ ص ۲، ۲۴۰ فتح المغیث للسخاوی ص ۱۲۰، ۲۴۱ ایضاً ص ۱۲۰
۲۴۲ منہاج السنۃ النبویہ لابن تیمیہؒ جلد ۳ ص ۳۔

علامہ یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی الشافعیؒ (م ۶۷۶ھ) "ماتمس الیہ حاجۃ القاری لصحیح الامام البخاریؒ" میں فرماتے ہیں:

"فصل الحدیث الضعیف: علماء فرماتے ہیں کہ احکام میں عمل جائز نہیں ہے اور نہ ہی احکام ثابت ہوتے ہیں مگر صرف صحیح یا حسن احادیث سے اور نہ ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے، البتہ ضعیف حدیث پر ایسی چیزوں کے بارے میں عمل جائز ہے جن کا تعلق عقائد و احکام سے نہ ہو بلکہ فضائل اعمال، مواعظ یا اس سے مشابہ دوسری چیزوں سے ہو۔"[۲۴۳]

امام نوویؒ کتاب "الاذکار" میں مزید وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

"محدثین اور فقہاء وغیرہ فرماتے ہیں: فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو اور جہاں تک احکام مثلاً حلال و حرام، بیع، نکاح و طلاق وغیرہ کا تعلق ہے تو ان چیزوں میں صحیح یا حسن حدیث کے علاوہ اور کسی چیز پر عمل نہیں کیا جاتا الّا یہ کہ اس میں سے کسی کے بارے میں کوئی احتیاط مذکور ہو، مثال کے طور پر اگر بعض بیوع یا انکحہ کی کراہت کسی ضعیف حدیث میں وارد ہو تو ان سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے۔"[۲۴۴]

اور "تقریب" میں فرماتے ہیں:

"اہل الحدیث وغیرہ کے نزدیک اسانید میں تساہل اور ضعیف کی روایت ماسوٰی موضوع کے اور اس پر بغیر بیان ضعف کے عمل کرنا جائز ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام مثلاً حرام و حلال یا ان چیزوں کے جن کا تعلق عقائد و احکام میں سے ہے۔"[۲۴۵]

---

۲۴۳ ماتمس الیہ حاجۃ القاری لصحیح الامام البخاریؒ للنوویؒ ص۳۸

۲۴۴ الاذکار للنوویؒ ص۷-۸

۲۴۵ تقریب النواوی مع تدریب الراوی جلد ۱ ص۲۹۸۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"حافظ ابن الصلاح اور امام نووی نے ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لئے اس کے سواء کوئی اور شرط ذکر نہیں کی ہے کہ وہ فضائل اعمال سے متعلق یا اس کے مشابہ ہو" ۲۴۶

حافظ عراقی فرماتے ہیں:

"جو حدیث موضوع نہ ہو (یعنی ضعیف ہو) تو اسکی اسناد میں تساہل اور اس کے ضعف کے بیان کے بغیر اسکی روایت کو جائز بتایا گیا ہے بشرطیکہ وہ احکام وعقائد سے علاوہ ہو یعنی ترغیب، ترہیب، مواعظ، قصص، فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق لیکن اگر احکام شرعیہ مثلاً حلال وحرام وغیرہ یا عقائد مثلاً صفات اللہ تعالیٰ وغیرہ سے متعلق ہو تو جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کسی نے تساہل کو بیان کیا ہے۔ اس پر نص ائمہ میں سے عبدالرحمٰن ابن مہدی اور احمد بن حنبل اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ کا قول ہے" ۲۴۷

علامہ علاء الدین بن محمد بن علی الحصکفی (م ۱۰۸۸ھ) "در المختار شرح تنویر الابصار" میں فرماتے ہیں:

"ان (ضعیف احادیث) پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے" ۲۴۸

"درالمختار" کے محشی علامہ محمد امین الشہیر بابن عابدین (م ۱۲۵۲ھ) "ردالمختار" میں فرماتے ہیں:

"اعمال کی فضیلت مرتبت کے حصول کی غرض سے ضعیف احادیث پر عمل کیا جاتا ہے" ۲۴۹

علامہ ابن حجر ہیتمی المکی "فتح المبین فی شرح الأربعین للنووی" میں فرماتے ہیں:

---

۲۴۶ تدریب الراوی للسیوطی جلد ۱ ص ۲۹۸ وکذا فی قواعد التحدیث للقاسمی ص ۱۱۸، ۲۴۷ الفیۃ الحدیث للعراقی جلد ۲ ص ۲۹۱، ۲۴۸ درالمختار جلد ۱ ص ۸۷،

۲۴۹ ردالمختار لابن عابدین علی حواشی درالمختار جلد ۱ ص ۸۷

" فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے کیونکہ اگر وہ حدیث نفس الامر میں صحیح ہوئی تو اسکو اسکے عمل کا حق مل گیا اور اگر صحیح نہ ہوئی تو بھی اس حدیث کے مطابق کئے جانیوالے عمل پر تحلیل و تحریم اور ضیاع حق غیر کا فساد مترتب نہیں ہوتا جیسا کہ ایک ضعیف حدیث میں وارد ہے۲۵۰ من بلغه عني ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اكن قلته (او كما قال)" ۲۵۱ھ

ملا علی قاری فرماتے ہیں :

حافظ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں : علمائے حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ موضوع حدیث کی روایت کرنا حلال نہیں ہے چاہے وہ کسی معنی کی ہوں ، ہاں اگر اس کا موضوع ہونا بیان کرنا مقصود ہو۔ لیکن ضعیف حدیث کی روایت احکام اور عقائد کے علاوہ جائز ہے یہی بات یقینی طور پر نوویؒ ، ابن جماعہؒ ، طیبیؒ ، بلقینیؒ اور عراقیؒ نے تحریر کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے شرح نخبۃ میں اس کی تصریح فرمائی ہے" ۲۵۲ھ

علامہ ابن الہمام حنفیؒ فرماتے ہیں :

۲۵۰ھ مقام صد افسوس ہے کہ علامہ ابن حجر ہیتمیؒ کو اس حدیث کے وارد شدہ الفاظ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہیں مگر وہ اس سے احتجاج کیلئے مُصر ہیں۔ مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کتب الضعفاء اور کتب الموضوعات وغیرہ میں سے کسی میں موجود نہیں ہے البتہ اس مفہوم کی احادیث دوسرے الفاظ کے ساتھ وارد ہیں لیکن وہ سب کی سب موضوع ہیں ، اگرچہ بعض علماء نے انہیں موضوع کے بجائے ضعیف بتایا ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم نے رسالہ "الاجوبۃ الفاضلۃ" (ص ۴۱-۴۲) میں اور مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم نے "قواعد فی علوم الحدیث" (ص ۹۳) میں علامہ ہیتمیؒ کا مذکورہ کلام نقل کیا ہے مگر آں رحمہما اللہ کا اسکو نقل کرنے کے بعد سکوت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضرات بھی اس سے اتفاق رکھتے تھے اور اس حدیث کے کوائف سے انہی کی طرح لاعلم تھے، فانا للہ الخ۔ تفصیل کے لئے راقم کے مستقل مضمون کی طرف رجوع فرمائیں جو زیر مطالعہ رسالہ کے اختتام پر بطور ضمیمہ ملحق ہے۔

۲۵۱ھ فتح المبین لابن حجر الہیتمیؒ ص ۳۲ / ۲۵۲ھ اسرار المرفوعہ للقاریؒ ص ۳۱

"والضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل الأعمال"۔ [۲۵۳]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع"۔ [۲۵۴]

مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے شاگرد مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم فرماتے ہیں:

"علماء کے نزدیک مواعظ، قصص اور فضائل اعمال کی ضعیف اسانید میں بغیر اُن کے ضُعف کے بیان کئے ہوئے تساہل کرنا جائز ہے مگر اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال و حرام کے احکام میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے"۔ [۲۵۵]

اور مولانا حبیب الرحمان اعظمی صاحب، "مختصر الترغيب والترهيب" کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"احادیث میں سے ضعیف حدیث فضائل اعمال میں مقبول ہوتی ہے اور علماء کے نزدیک اس کو ترغیب و ترہیب میں وارد کرنا باعث حرج نہیں ہے"۔ [۲۵۶]

مقبول چند ضعیف روایات کی مثالیں

ذیل میں ہم یہاں چند ایسی مثالوں کا ذکر کرتے ہیں جنہیں قطعی طور پر "ضعیف" بلکہ اکثر اوقات "موضوع" ہونے کے باوجود محض فضائل اعمال یا ترغیب و ترہیب یا احتیاط کے باب میں سمجھتے ہوئے قابل احتجاج ہی نہیں بلکہ مستحب اور سُنّت قرار دیا گیا ہے:

۱۔ "مسحُ الرقبة أمانٌ من الغُلّ"۔ (یعنی گردن کا مسح کرنا طوق سے امان ہے۔) مولانا ابو الحسنات عبد الحیٔ لکھنوی مرحوم نے اس حدیث کو اپنے رسالہ "الاجوبة الفاضلة" اور "تحفة الكملة تعليق على تحفه الطلبة في تحقيق مسح الرقبة" میں ملا علی قاریؒ کی کتاب "الموضوعات" کے حوالے

---

[۲۵۳] فتح القدیر لابن ہمام جلد ۱ صفحہ ۲۹ ، [۲۵۴] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۴۶۷ ۔ [۲۵۵] قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی صفحہ ۳۷ ۔ [۲۵۶] مقدمہ مختصر الترغیب و الترہیب لابن حجر بتحقیق اعظمی صفحہ (و)

سے تائیداً اس طرح نقل کیا ہے :

" یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل الاعمال میں اتفاقاً اس پر عمل کیا جاتا ہے اسی باعث ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ گردن کا مسح مستحب ہے "۔ [۲۵۷]

مولانا لکھنوی مرحوم نے اس حدیث کو " ظفر الأمانی فی شرح مختصر الجرجانی " [۲۵۸] میں بھی " مسند الفردوس " کے حوالہ سے تائیداً نقل کیا ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث " ضعیف " نہیں بلکہ " موضوع " ہے جیسا کہ امام نووی ؒ نے " المجموع شرح المھذب " [۲۵۹] میں اور علامہ سیوطی ؒ نے " ذیل الاحادیث الموضوعہ " [۲۶۰] میں امام نووی کے کلام کی توقیر فرماتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اس روایت پر تفصیلی بحث انشاء اللہ آگے پیش کی جائیگی۔

۲۔ " أفضلُ الأيامِ يومُ عرفةَ إذا وافق يومَ الجمعةِ فهو أفضلُ من سبعين حجّة " اس حدیث کو علامہ ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی مرحوم نے " الأجوبة الفاضلة " [۲۶۱] میں ملا علی قاری کے رسالہ " الحظ الأوفر فی الحج الأکبر " کے حوالہ سے آں رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ نقل کیا ہے :

اس کو رزین نے روایت کیا ہے۔ بعض محدثین نے اس حدیث کی اسناد کے متعلق جو بیان کیا ہے کہ ضعیف ہے تو وہ ضعف علی تقدیر صحت مقصود کیلئے مضر نہیں ہے کیونکہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں تمام ارباب کمال علماء کے نزدیک معتبر ہے۔

حالانکہ یہ حدیث بھی محدثین اور محققین کے نزدیک قطعی طور پر " باطل " بلکہ " لا اصل له " (یعنی بے اصل ہے)۔ اس روایت پر بھی تفصیلی تبصرہ انشاء اللہ آگے پیش کیا جائیگا۔

---

[۲۵۷] الاجوبة الفاضلہ لابو الحسنات ص ۳۷، تحفة الکملة لابو الحسنات ص ۱۷ [۲۵۸] ظفر الأمانی لابی الحسنات ص ۹۵، [۲۵۹] المجموع شرح المھذب للنووی ص ۱۰۱، [۲۶۰] ذیل الاحادیث الموضوعہ للسیوطی ص ۲۰۳، [۲۶۱] الاجوبة الفاضلہ لابو الحسنات ص ۳۷۔

فضائل اعمال، مناقب، ترغیب و ترہیب اور باب احتیاط وغیرہ میں اس طرح کی ضعیف اور موضوع احادیث کے معتبر ہونے کی اور بہت سی مثالیں امام سیوطیؒ کے رسالے: "طلوع الثریا باظہار ما کان خفیاً" ۲۶۲ھ، "التعظیم المنّة فی أنّ أبوی رسول اللہ فی الجنة۔" ۲۶۳ھ اور "المقامة السندسیة فی النسبة الشریفة المصطفیة۔" ۲۶۴ھ وغیرہ سے پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن بخوف طوالت ہم صرف مندرجہ بالا دو مثالوں پر اکتفار کرتے ہیں۔

بلا تحقیق و تمیز کسی ضعیف حدیث کو قبول کرنا بد اندیشی کی بات ہے

مذکورہ بالا مثالوں سے ثابت ہوا کہ بلا تحقیق و تمیز اور چھانٹ پٹک کے ہر غلط سلط چیز اور کوڑا کرکٹ کو فضائل اعمال، ترغیب و ترہیب اور احتیاط کے چور دروازے سے دین میں داخل کر دینا انتہائی بد اندیشی کی بات ہے۔ کاش ہمارے مقتدر علمار و فقہار نے اس بد اندیشی کا کوئی مؤثر سدِ باب کیا ہوتا۔ جن بعض علمار نے اس کے دور رس خطرناک نتائج کو قبل از وقت محسوس کر لیا تھا اُنکی تعداد صرف چند ہے۔ اس بارے میں حافظ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:

"امام مسلمؒ نے اپنی کتاب (یعنی صحیح مسلمؒ) کے مقدمہ میں جس چیز کا ذکر کیا ہے وہ بظاہر اس بات کی متقاضی ہے کہ ترغیب و ترہیب کی احادیث روایت نہ کی جائیں مگر ان سے کہ جن سے احکام میں روایت کی جاتی ہے۔" ۲۶۵ھ

اور حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"اوقات، مقامات، عبادات، اخلاق، انبیار و اصحاب کے فضائل میں لوگوں نے ہر طرح کی احادیث روایت کی ہیں جن میں صحیح بھی ہیں، حسن بھی، ضعیف بھی اور سراسر موضوع و جھوٹی بھی، لیکن شریعت میں محض صحیح و حسن حدیثوں پر ہی اعتماد

۲۶۲ھ طلوع الثریا للسیوطیؒ مع الحاوی للفتاوی جلد ۲ صـ ۱۹۱ - ۲۶۳ھ التعظیم المنة للسیوطیؒ صـ ۲
۲۶۴ھ المقامة السندسیة للسیوطیؒ صـ ۲، ۲۶۵ھ شرح الترمذیؒ لابن رجب جلد ۲ صـ ۱۱۲

کیا جاتا ہے۔ ضعیف احادیث لینا درست نہیں البتہ امام احمدؒ وغیرہ بعض علماء نے فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کی روایت کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ ان کا کذب پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا ہو۔ اور یہ اس وجہ سے کہ جب کوئی عمل شرعی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ مشروع ہے اور اس کی فضیلت میں ضعیف حدیث روایت کی گئی ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ ثواب درست ہوگا۔ لیکن کسی امام نے بھی یہ نہیں کہا کہ ضعیف حدیث سے کوئی عمل بھی واجب یا مستحب قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو کوئی یہ کہتا ہے اجماع کا مخالف ہے۔ اسی طرح کوئی چیز بغیر شرعی دلیل کے حرام نہیں قرار دی جا سکتی لیکن اگر حرمت ثابت ہو گئی پھر اسکی وعید میں کوئی حدیث روایت کی گئی تو اس کی روایت روا ہے بشرطیکہ اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو چکا ہو۔ اس بناء پر ترغیب و ترہیب میں غیر موضوع احادیث کی روایت جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ دوسرے قوی دلائل سے معلوم ہو گیا ہو کہ خدا کی طرف سے اس فعل کی ترغیب یا ترہیب ہوئی ہے ورنہ نہیں۔"[۲۶۶]

علامہ استاذ احمد شاکرؒ امام ابن کثیرؒ کی مشہور تالیف "اختصار علوم الحدیث" کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

"امام احمد بن حنبلؒ، عبدالرحمٰن مہدی اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا یہ فرمانا: جس وقت حلال و حرام کے بارے میں ہم سے کوئی روایت کی جاتی ہے تو ہم اس پر شدت اختیار کرتے ہیں اور جب فضائل وغیرہ کے بارے میں روایت کی جاتی ہے تو ہم اسمیں تساہل کرتے ہیں، تو اس قول سے انکی مراد وہ چیز ہے جو راجح ہے۔ واللہ اعلم"[۲۶۷]

علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ مذکورہ بالا ائمہ کے تساہل اختیار کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک اسکی ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے تساہل کو انکی عادت کے

۲۶۶؎ قاعدہ الجلیلہ فی التوسل والوسیلہ لابن تیمیہؒ ص۸۲ طبع المکتب الاسلامی

۲۶۷؎ شرح مختصر الباعث الحثیث ص۱۰۱۔

پیش نظر ان روایتوں پر محمول کیا جاتے جو متصل الاسانید ہوں۔ یہ وہ اسانید ہیں کہ جن سے احادیث کے ضعف کی معرفت ممکن ہے، پس فقط سند کا ذکر کردینا بھی ضعفِ حدیث کی تصریح سے مستغنی کر دیتا ہے، برخلاف اُن لوگوں کے جو احادیث کو بغیر اسانید کے روایت کرتے ہیں جیسا کہ خلف کا طریقہ رہا ہے، یا بغیر اس کے ضعف کی تصریح کے، جیسا کہ جمہور کا طریقہ رہا ہے۔ پس وہ لوگ اس معاملہ میں کوئی غفلت برتنے کے بجائے اللہ عز وجل کا تقویٰ زیادہ اختیار کرنیوالے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" ۲۶۸ھ

علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظ اللہ ایک اور مقام پر ضعیف حدیث پر عمل کی عدم رخصت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تابع کیا ہے اور میں تمام انسانوں کو اسی کی دعوت دیتا ہوں کہ ضعیف حدیث پر قطعاً عمل نہیں کیا جائیگا نہ فضائل میں نہ مستحبات میں اور نہ ہی کسی اور چیز میں۔" ۲۶۹ھ

ضعیف حدیث پر عمل کی رخصت ظنِ مرجوح کا فائدہ دیتی ہے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ فضائل اعمال یا احتیاط یا ترغیب و ترہیب کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کی رخصت مطلقاً غیر درست ہے کیونکہ ضعیف حدیث بہرحال بلا اختلاف علماء زیادہ سے زیادہ ظنِ مرجوح کا فائدہ دیتی ہے اور جب معاملہ ظن کا ہو تو اس پر عمل کا جواز کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ اللہ عز وجل نے قرآن حکیم کے متعدد مقامات پر ظن کی شدید مذمت فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا" ۲۷۰ھ — یقیناً بے اصل خیالات (ظن) امرِ حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔"

۲۶۸ھ مقدمہ صحیح جامع الصغیر و زیادتہ للالبانی جلد ۱ ص ۵۲، ۲۶۹ھ ایضاً جلد ۱ ص ۵

۲۷۰ھ سورہ النجم - ۲۸ -

اور

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ [۲۷۱] " یہ لوگ صرف بے اصل خیالات (ظن) پر چل رہے ہیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظن سے بچنے کی ہدایت و تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے:

" ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔" [۲۷۲] " تم گمان سے بچو کیونکہ ظن باتوں میں سے سب سے زیادہ جھوٹ بات ہے۔"

ایک اور صحیح حدیث میں وارد ہے:

" وقد کرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظن۔" [۲۷۳]

۳۔ علماء جن کے نزدیک فضائل اعمال وغیرہ میں ضعیف حدیث چند شرائط کے ساتھ مقبول ہوتی ہے

علماء کا تیسرا گروہ وہ ہے جو دوسرے گروہ کی طرح ضعیف حدیث پر فضائل اعمال، مناقب، ترغیب و ترہیب وغیرہ میں اعتماد کرتا ہے مگر ان کو قبول کرنے کیلئے چند شرائط کی پابندی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی مرحوم اس مسلک کے متعلق فرماتے ہیں:

" یہ مسلک مستند ہے۔" [۲۷۴]

لیکن علامہ شیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ کا قول ہے:

" یہ مذہب ائمہ کے نزدیک معتمد ہے۔" [۲۷۵]

۲۷۱ھ ایضاً ۲۳، ۲۸، ۲۷۲ھ صحیح بخاریؒ مع فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۳۷۵، جلد ۹ صفحہ ۱۹۸، جلد ۱۰ صفحہ ۴۸۱، ۴۸۴، جلد ۱۲ صفحہ ۴، صحیح مسلمؒ کتاب البر باب ۲۸، جامع ترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی جلد ۳ صفحہ ۱۴۱، مؤطا امام مالکؒ کتاب حسن الخلق باب ۱۵، مسند احمد ۲ صفحہ ۲۴۵، ۲۸۷، ۳۱۲، ۳۴۲، ۴۶۵، ۴۷۰، غایۃ المرام حدیث ۴۱۲، صحیح جامع الصغیر و زیادتہ ج ۲ صفحہ ۵۲۱-۵۲۲، ۲۷۳ھ صحیح البخاریؒ مع فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۸، ۲۷۴ھ الاجوبۃ الفاضلۃ لابو الحسنات صفحہ ۵۳، ۲۷۵ھ قواعد التحدیث للقاسمی صفحہ ۱۱۳۔

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کی شرائطِ قبول اور اِن کی تشریح

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی نسبت مشہور ہے کہ آں رحمہ اللہ نے ضعیف حدیث کو قبول کرنے کیلئے تین شرائط مقرر فرمائی ہیں:

"۱- حدیث کا ضعف شدید نہ ہو۔ لہذا کذاب، متہم بالکذب اور فحش غلطی کرنیوالے راوی کی حدیث خارج ہو جائے گی جب کہ وہ روایت کرنے میں منفرد ہو۔

۲- وہ حدیث کسی اصل عام کے تحت داخل ہو، لہذا ہر موضوع حدیث خارج ہو جائے گی کیونکہ اس کے لئے کوئی اصل نہیں ہوتی۔

۳- اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی ایسی بات کا انتساب نہ ہو جسے آپ نے ارشاد نہیں فرمایا ہے۔" [۲۷۶]

پہلی شرط پر علائیؒ نے تمام علماء کا اتفاق نقل کیا ہے[۲۷۷]، اور آخری دونوں شرائط ابن عبدالسلامؒ اور ابن دقیقؒ سے مروی ہیں[۲۷۸]۔ "درالمختار" میں بھی "فائدہ" کے تحت ان شرائط کا ذکر کیا گیا ہے جن کا لحاظ اس سلسلہ میں ضروری ہے، چنانچہ مذکور ہے:

"ضعیف حدیث پر عمل کی شرط: ضعف کی عدم شدت، اصل عام کے تحت داخل ہونا اور حدیث کی سُنّیت کا اعتقاد نہ رکھنا لیکن اگر روایت موضوع ہو تو اس پر عمل کسی حال میں جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کی روایت، اِلّا یہ کہ اس کے بیان کا قرینہ پایا جاتا ہو۔" [۲۷۹]

۲۷۶ے قول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع للسخاویؒ ص۱۹۵، تبیین العجب فیما ورد فی فضل رجب لابن حجر ص۲۱ وکذا فی تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص۲۹۸-۲۹۹ وتحفۃ اھل الفکر ص۲۶ وقواعد التحدیث للقاسمی ص۱۱۶ ومقدمہ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ تحقیق الالبانی جلد ۱ ص۵۲-۵۳،

۲۷۷ے تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص۲۹۸۔ ۲۷۸ے ایضاً جلد ۱ ص۲۹۹

۲۷۹ے درالمختار جلد ۱ ص۸۷

علامہ ابنِ عابدینؒ "ردّ المختار حاشیہ درالمختار" میں فرماتے ہیں:

ضعف کی شدت سے مراد ایسا طریق ہے جو کذاب یا متہم بالکذب راوی سے خالی نہ ہو اور حدیث کی سُنیت کا اعتقاد نہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کئے جانے والے عمل کی سنیت کا اعتقاد نہ رکھا جائے..... اگر روایت موضوع ہو تو کسی حال میں بھی اس پر عمل جائز نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خواہ وہ فضائل اعمال ہی میں سے کیوں نہ ہو"۔[280]

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے الفاظ میں تیسری شرط یہ ہے کہ:

"عمل کے وقت اس کے ثبوت کے اعتقاد کے بجائے احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے"۔[281]

علامہ ابن علانؒ، امام نوویؒ کی تصنیف "الاذکار" میں ضعیف حدیث پر عمل کی بحث کے دوران اس کلمہ: "لیکن وہ موضوع نہ ہو" کی شرح میں بیان کرتے ہیں:

"اس کا مطلب شدید ضعف ہے، پس ایسی خبر پر عمل جائز نہیں ہے جو کذاب اور متہم رواۃ کے ساتھ منفرد ہو۔ باقی ضعیف حدیث پر عمل کیلئے دو شرطیں ہیں: یہ کہ اس کے لئے اصل شاھد ہو یعنی وہ عموم اور قاعدہ کلیہ کے تحت داخل ہو اور بوقت عمل اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے"۔[282]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ان شرائط کے متعلق مزید صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

"اس شرائط کے ساتھ یہ مناسب ہے کہ عمل کرنیوالا اس حدیث کے ضعیف ہونے کا اعتقاد رکھے اور اس کی تشہیر نہ کرتا پھرے تاکہ کوئی دوسرا انسان ضعیف حدیث پر عمل نہ کرے یا اس چیز کو شریعت نہ سمجھ بیٹھے جو فی الوقت شریعت نہیں ہے یا اسی طرح

---

[280] رد المختار جلد ۱ صـ ۸۷

[281] تدریب الراوی لشرح التقریب النواوی للسیوطیؒ جلد ۱ صـ ۲۹۹

[282] شرح وجیز (مختصر) لابن علان علی ہوامش الاذکار للنوویؒ صـ ۷

اسکو عمل کرتا دیکھ کر بعض جاہل لوگ یہ گمان کرلیں کہ وہ صحیح سُنّت ہے
اس مفہوم کی تصریح استاذ ابو محمد بن عبدالسلام وغیرہ نے کی ہے تاکہ انسان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تحذیر پر : من حدث عنی بحدیث
یُریٰ أنه کذبٌ فهو أحدُ الکذّابین (یعنی جو مجھ سے
کوئی ایسی حدیث بیان کرے کہ جس کو وہ جھوٹ سمجھتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے
ایک جھوٹا ہے) کے تحت داخل ہونے سے بچے رہیں پس کیا حال ہوگا اُن لوگوں
کا جو اس پر عمل کرتے ہیں ؟ نیز احکام اور فضائل کی حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق
نہیں ہے کیونکہ یہ سب شریعت ہے"۔[۲۸۳]

اِن مذکورہ شرائط کے علاوہ بعض محققین مثلاً ابن الحاج وغیرہ فرماتے ہیں :
"اگر کوئی شخص فضائلِ اعمال کے تحت کسی ضعیف حدیث پر عمل کرنا چاہے تو صرف
اپنے نفس کے لئے نوافل کی طرح خفیہ طریقہ پر کرے، اِسکی تشہیر و تبلیغ نہ کرے،
مساجد اور دیگر اجتماعات کے مقامات پر اس پر عمل کرنے سے احتراز کرے
نیز اسے سُنّت سمجھ کر ہمیشہ کیلئے اس پر پابند نہ ہوجائے کیونکہ وہ احادیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں بلکہ بسند ضعیف وارد ہوئی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں
کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل جائز ہے لیکن ہمیشہ اس پر عمل نہ کیا جائے"۔[۲۸۴]

علامہ شیخ عبدالوہاب عبداللطیف (سابق استاذ بکلیۃ الشریعۃ بجامعۃ الازھر) فرماتے ہیں :
"جو ضعیف احادیث میں سے مشہور ہے، اگر اس کے ضعف میں شدت نہ ہو اور
وہ صحیح نص سے متعارض بھی نہ ہو تو ترغیب و ترہیب اور مناقب وغیرہ میں اس پر عمل کرنا
اور اسکی روایت جائز ہے۔ لہٰذا ضعیف حدیث کے موضوع نہ ہونے کا تعین و
تحقیق کا اہتمام ضروری ہے تاکہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے
کی وعید کبیر میں مبتلا نہ ہو یا اس کے دین میں ابتداع اور فضول کا دخل نہ ہوجائے الخ"۔[۲۸۵]

---

۲۸۳ تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب لابن حجرؒ ص ۲۱ - ۲۸۴ مدخل لابن الحاجؒ جلد ۱ ص ۲۹۱ وکذا فی
الآثار المرفوعہ لابو الحسنات ص ۴۷، ۲۸۵ مقدمہ المقاصد الحسنہ للشیخ عبدالوہاب صفحہ (و)

علامہ محمد زاہد الکوثری حنفی مرحوم نے بھی اپنے "مقالات"[۲۸۶] میں ضعیف حدیث کو قبول کرنے کی شرائط کا ذکر کیا ہے۔ علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن یحیٰی المعلمی الیمانی "فوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للشوکانی" کی تحقیق کے دوران ایک مقام پر طویل حاشیہ کے وسط میں تحریر فرماتے ہیں:

"أما إخراج مسلم لهذا لك الحديث الواحد فقد يكون تسهل لأنه في فضائل الأعمال"[۲۸۷]

آں رحمہ اللہ کا یہ قول اس سلسلہ میں انکی فکر کے اشارات اخذ کرنے کیلئے کافی ہے۔ مولانا ابوالحسنات عبدالحیٔ لکھنوی مرحوم نے بھی ان شرائط قبول کو اپنی بعض تصانیف میں درج کیا ہے چنانچہ "آثار المرفوعۃ" میں "حرمۃ روایۃ الحدیث الموضوع" کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں:

"موضوع روایت کے برخلاف ضعیف حدیث اگر احکام سے متعلق نہ ہو تو اسمیں تساہل کیا جاتا ہے اور متعدد شروط کے ساتھ اس کو قبول کیا جاتا ہے۔ ان شرائط کو مبسوط طریقہ پر میں نے اپنے رسالہ "تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبہ" کی تعلیق "تحفۃ الکملہ" اور اپنے دوسرے رسالہ "الاجوبۃ الفاضلۃ للأسئلۃ العشرہ الکاملہ" میں ذکر کیا ہے"[۲۸۸]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"کسی موضوع روایت پر عمل قطعاً جائز نہیں ہے البتہ ضعیف حدیث پر جواز عمل اور اسکو قبول کرنیکی صراحت کی گئی ہے بشرطیکہ وہ حدیث شدید الضعف نہ ہو یعنی اسکی اسانید میں سے کوئی ایک سند بھی کذاب، متہم، متروک یا اسی قبیل کے راوی سے خالی نہ ہو۔ اس بحث کو میں نے اپنے رسالہ الاجوبۃ الفاضلۃ للأسئلۃ

---

۲۸۶ مقالات کوثری ص ۴۴-۴۵

۲۸۷ حاشیہ بر فوائد المجموعہ للیمانی ص ۲۸۲

۲۸۸ آثار المرفوعہ لابوالحسنات ص ۲۱

العشرۃ الکاملہ میں مبسوط طریقہ پر درج کیا ہے۔ ۲۸۹ے

اور

"ہاں فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جمہور کا مذہب ہے لیکن مشروط ہے، یعنی اس حدیث کا ضعف، ضعف شدید نہ ہو۔ اگر ضعف شدید ہو تو وہ حدیث فضائل میں بھی قبول نہیں کی جاتی۔ اس مسئلہ کو میں نے اپنے رسالہ الاجوبۃ الفاضلہ للاسئلۃ العشرۃ الکاملہ میں اور اپنے رسالہ تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبہ کی تعلیقات المسماۃ بتحفۃ الکملۃ میں بسیط طریقے پر درج کیا ہے"۔ ۲۹۰ے

ایک اور مقام پر "صلوٰۃ التسبیح" کی روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لہٰذا اس روایت کو ضعیف بتا کر اس پر عمل کو ناجائز بتانا صریح مغالطہ ہے کیونکہ ضعیف حدیث پر عمل مطلقاً ناجائز ہونا قطعی باطل ہے۔ ہاں ایسی ضعیف حدیث جس کی سند متروک، ساقط، کذاب اور متہم رواۃ سے خالی نہ ہو وہ شدتِ ضعف کے باعث لائقِ عمل نہیں ہوتی جیساکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ زیرِ مطالعہ حدیث سے متعلق اگرچہ بعض علماء نے ضعف کی صراحت کی ہے لیکن اِن میں سے کسی نے اِس کے ضعف کی شدت کی صراحت نہیں کی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ قابلیت اِحتجاج سے خارج ہو جائے یا اس پر عمل کو روک دیا جائے"۔ ۲۹۱ے

مولانا ابو الحسنات عبد الحئی لکھنوی مرحوم کے ذکر کردہ ہر دو رسائل میں فصل "بحث قبول الحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال" کو بغور دیکھا گیا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس پوری فصل میں زیادہ تر مختلف علماء کے تائیدی اقوال یا اِن سے منقول شرائط قبول کو جمع کیا گیا ہے۔ آں رحمہ اللہ کوئی ایک دلیل بھی ایسی پیش نہیں کر سکے ہیں جس کا ماخذ کتاب و سنۃ ہو یا جسے متفق علیہ یا قطعی حجت کے طور پر تسلیم کیا جا سکے۔ بعض مقامات پر تعارض بھی موجود ہے مثلاً ایک مقام پر علامہ ابن العمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "الاستحباب یثبت بالضعیف

۲۸۹ے ایضاً صفحہ ۴۲، ۲۹۰ے ایضاً صفحہ ۸۱۔ ۲۹۱ے ایضاً صفحہ ۱۴۱،

غیر الموضوع"[۲۹۳] پھر تھوڑا آگے چل کر محقق جلال الدین الدوانی کا قول اس طرح نقل فرماتے ہیں: "اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے پانچوں شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے اور انہی میں سے استحباب بھی ہے[۲۹۴]" تعارض سے علاوہ فصل مذکورہ میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ جابجا انتہائی ضعیف بلکہ منکر اور موضوع روایات تک استشہاد کے لئے پیش کی گئی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔

شرائط قبول کا علمی جائزہ

چونکہ علامہ شیخ محمد جمال الدین قاسمی کا دعویٰ ہے کہ "یہ مذہب ائمہ کے نزدیک معتمد ہے[۲۹۵]" اور مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنوی مرحوم کا قول بھی اوپر نقل کیا جا چکا ہے کہ "فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جمہور کا مذہب ہے لیکن مشروط ہے[۲۹۶] الخ" لہذا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس مذہب اور ان تمام شرائط کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

شرائط قبول کا التزام دائرہ عمل کو تنگ کرتا ہے

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے سلسلہ میں جن چند شرائط کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ فی الواقع اس قدر دقیق اور اہم ہیں کہ اگر عمل کے وقت ان شرائط کا صحیح طریقہ پر التزام واہتمام کیا جائے تو اکثر ضعیف احادیث اپنی اصل کے اعتبار سے ہمیں خود لغو نظر آئیں گی اور ان کا دائرہ عمل انتہائی تنگ ہو جائیگا کیونکہ جب کوئی شخص کسی حدیث پر عمل کرنا چاہے گا تو پہلی شرط کے مطابق اس پر اس حدیث کے کوائف کی معرفت واجب ہوگی تاکہ اگر اسمیں شدید ضعف موجود ہو تو وہ اس پر عمل سے بچا رہے مگر بالفعل ان شرائط کا التزام ناممکن ہے۔

عوامی سطح پر پہلی شرط کے التزام کی توقع بعید از امکان ہے:

آج کے دور میں کسی عام شخص کیا اکثر نام نہاد علماء سے، جو کسی حدیث پر عمل کرنا چاہتے

---

۲۹۳ ایضاً ص۱۴، ۲۹۴ ایضاً ص۵۵-۵۶، ۲۹۵ قواعد التحدیث للقاسمی ص۱۱۳
۲۹۶ آثار المرفوعہ لابوالحسنات ص۱۸

ہوں، اس حدیث کے کوائف کی معرفت کی اُمید کرنا عبث ہے۔ ایسے صاحب بصیرت علماء خال خال پائے جاتے ہیں جو صرف صحیح اور ثابت احادیث نبوی کی تدریس، تبلیغ و اشاعت کرتے ہوں اور عوام کو ضعیف اور موضوع احادیث سے متنبہ کرنے اور بچانے کی کوشش کرتے ہوں۔ لہٰذا ضعیف حدیث پر عمل کرنیوالوں میں ایسے تمام لوگ مل جائیں گے جو اس کو قبول کرنیکی پہلی شرط کی بھی پابندی نہیں کرتے بلکہ ان شرائط کے صریح مخالف ہیں۔ اکثر علماء جو صحیح و سقیم حدیث کا علم نہیں رکھتے یا کسی گمرہی یا مسلکی تعصب میں مبتلا ہیں، عموماً فضائل اعمال کی احادیث اور ان کے کوائف سے بھی آگاہ نہیں ہوتے لیکن طرفہ یہ کہ وہ اس کے ضعف کی نوعیت جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ آیا ضعف معمولی ہے یا شدید، بس عمل کئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی مخلص اہل علم ان کو آگاہ کرنے کی کوشش کرے کہ اس میں ضعف شدید موجود ہے تو یا تو یہ کنارہ کش ہو جاتے ہیں کہ ہمارے معتمد علماء و فقہائے نے اس پر اعتماد کیا ہے یا پھر "یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال" کے مزعومہ قاعدہ کا سہارا لیتے ہیں، پھر بھی اگر کوئی انھیں شرائط قبول میں سے پہلی شرط کی طرف توجہ دلا کر ترک عمل کی دعوت دے تو عموماً ان کا جواب خاموشی ہوتا ہے، فإنا للہ الخ۔

کسی اصل عام کے تحت داخل ہونے سے عمل ضعیف حدیث پر نہیں بلکہ اس اصل العام کے تحت ہوتا ہے

اب ہم محدثین و اصولیین کی قائم کردہ دوسری شرط یعنی "وہ ضعیف حدیث کسی اصل عام کے تحت داخل ہو" کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس شرط کے نتیجہ میں ہر موضوع حدیث اصل نہ ہونے کے سبب خود بخود خارج ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ اس شرط کی وضاحت میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس شرط سے محدثین کی مراد یہ ہے کہ عمل صرف انھی باتوں پر ہوگا جن کے متعلق نص یا اجماع سے ثابت ہو چکا ہے کہ کون سی چیزیں اللہ تعالےٰ کو پسند ہیں اور کون سی ناپسند مثلاً

تلاوتِ قرآن پاک، تسبیح، دعاء، صدقہ، عتق، انسانوں کے
ساتھ احسان، خیانت و کذب کی کراہت وغیرہ۔ پس
جب کوئی حدیث بعض مستحب اعمال کی فضیلت اور اس کے ثواب
یا بعض اعمال کی کراہت اور اس کے عقاب کے متعلق مروی ہو تو اس
میں مذکورہ ثواب و عقاب کی مقدار و نوعیت کے سلسلہ میں ایسی
حدیث کہ جس کا موضوع ہونا غیر معلوم ہے، روایت کرنا اور
اس پر عمل کرنا جائز ہے، اس لئے کہ نفس اس ثواب کی توقع
یا اس عقاب کا خوف رکھتا ہے الخ" [۲۹۷]

علامہ ابن تیمیہؒ کی پیش کردہ یہ وضاحت اس دوسری شرطِ قبول کی حقیقت کو پوری طرح واضح نہیں کرتی۔ " أن یکون له أصل شاهد یندرج هذا الحدیث تحته" سے مراد یہ ہے کہ فی الحقیقت عمل اس ضعیف حدیث پر نہیں ہوگا بلکہ اس اصل العام یا اصل شاہد پر ہوگا جس کے تحت وہ درج ہے۔ اگر کوئی ضعیف حدیث کسی اصل العام کہ جس پر عمل وارد ہے، کے تحت داخل نہ ہو تو محض اسکی موجودگی سے عمل درست قرار نہ پائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اس شرط کے مطابق ضعیف حدیث پر عمل محض شکلی و ظاہری ہے حقیقی نہیں ہے، واللہ اعلم۔

تیسری شرط خود ضعیف حدیث پر عمل ترک کرنے کی متقاضی ہے

اس سلسلہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ: "ضعیف حدیث پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کے بجائے احتیاط کا اعتقاد رکھنا چاہیئے" تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی ایسی بات کا انتساب نہ ہو جسے آپؐ نے ارشاد نہیں فرمایا ہے۔ یہ شرطِ احتیاط بذاتِ خود اس بات کی متقاضی ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل نہ کیا جائے بلکہ دوسرے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو بھی اس سے روکا جائے کیونکہ:

---

[۲۹۷] مجموع الفتاوی لابن تیمیہ جلد ۱۸ ص ۶۵-۶۶

۱۔ جو حدیث ضعیف ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے بلکہ بقول علامہ شیخ محمد بن لُطفی الصباغ :

"غالب گمان اس بات کا ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہی نہ ہو[۲۹۸]" تو اللہ کے بندوں پر کسی ایسی چیز کا لزوم کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ جس کی صحت مشکوک و مشتبہ ہے اور جس کے متعلق ہمیں یہ بھی علم نہیں ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے لئے مشروع بھی فرمایا ہے یا نہیں۔

۲۔ اس طرح ہم عوام الناس کا قیمتی وقت مشتبہ امور میں ضائع کر کے بہت سے ایسے اعمال سے روکنے کے مرتکب ہوتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت، یقینی اور اُخروی صلاح وفلاح کا باعث ہیں۔

۳۔ عام طور پر یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ جمہور علماء جو فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر جوازِ عمل کے قائل ہیں خود ان احادیث کے ضعف کو نہیں جانتے تو ان سے اس کے ثبوت کے بجائے احتیاط کے اعتقاد کی توقع کس طرح رکھی جا سکتی ہے ؟

مختصر یہ کہ ان تمام شرائط کا التزام واہتمام ضعیف حدیث پر عمل کے جواز کے بجائے اس کو ترک کرنے کا متقاضی ہے، جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے، واللہ اعلم

مذکورہ بالا شرائطِ قبول سے اِنحراف کی چند مِثالیں

اب ذیل میں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اِن شرائط کے لائقِ عمل ہونے کی توقع عصرِ حاضر میں محال ہے، ہم چند ایسی مثالیں پیش کریں گے جن میں ہمارے مقتدر علماء اور مؤلفین نے محدثین واصولیین کی مقرر کردہ شرائطِ قبول کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

۲۹۸ؔ حدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم للصباغ ص ۲۲۳

علامہ ابو الحسنات لکھنوی مرحوم "ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی" میں مذکورہ بالا تینوں شرائط قبول کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

"اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو فن فقہ کے کسی ماہر سے پوشیدہ نہیں ہیں"[299]

پھر چند احادیث مثال کے طور پر نقل فرمائی ہیں۔ استاذ عبدالفتاح ابو غدہ حنفی نے مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم کے رسالہ "الاجوبۃ الفاضلہ" کے حاشیہ میں بھی ان مثالوں کو بعض تحریفات کی تصحیح اور قدرے رد و بدل کے ساتھ نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں :

"(ذیل میں) ان ضعیف احادیث کی مثالیں پیش ہیں جن پر یہ تینوں شروط منطبق ہوتی ہیں"[300]

ذیل میں ہم پہلے ان پیش کردہ مثالوں کا جائزہ لیں گے تاکہ ہر دو حضرات کے دعویٰ کی حقیقت واضح ہو سکے۔

پہلی حدیث

ہمارے اصحاب نے جو ذکر کیا ہے کہ مؤذن کے لئے اذان میں "ترسل" (عجلت نہ کرنا) اور اقامت میں "حذر" (سرعت کرنا) مستحب ہے تو اس کے لئے ترمذیؒ کی وہ حدیث دلیل ہے جو عن عبد المنعم بن نعیم عن یحیٰی بن مسلم عن الحسن وعطاء عن جابر اس طرح مروی ہے :

یا بلال إذا أذنت فترسّل فی أذانك وإذا أقمت فاحدُر واجعل بین أذانك وإقامتك قدر ما یفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتی ترونی۔[301]

---

[299] ظفر الامانی للکنویؒ ص ۹۸

[300] حاشیہ بر رسالہ الاجوبۃ الفاضلہ لابو غدہ ص ۴۴-۴۶

[301] جامع الترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۱۷۵

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: اے بلال جب تم اذان دو تو اپنی اذان میں ترسل کرو اور جب اقامت پڑھو تو حدر کرو اور اپنی اذان واقامت کے درمیان اتنا وقفہ دو کہ کھانا کھانیوالا اپنے کھانے سے، پینے والا اپنے پینے سے اور معتصر اگر قضائے حاجت کے لئے گیا ہے تو اس سے فارغ ہو جائے اور اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

هذا حديث لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حديث عبد المنعم وهو إسناد مجهول" انتہی

یہ عبدالمنعم وہ شخص ہے جس کی جامع الترمذی میں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہیں اور امام دارقطنیؒ اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف گردانا ہے اور امام حاکمؒ نے اپنی "مستدرک"[۳۰۲] میں عمرو بن فائد الاسواری عن یحییٰ بن مسلم کے طریق سے بسند سابق اسکی تخریج کی ہے لیکن حاکمؒ کی اسناد میں عمرو بن فائد کے علاوہ دوسرا کوئی مطعون راوی نہیں ہے لیکن اس ضعیف حدیث کا فضائل اعمال میں ہونا اس کے حکم استحباب کے لئے کافی ہے۔ اس کے لئے صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں کا عمل بھی مؤید ہے"[۳۰۳]

مولانا عبدالحئی لکھنویؒ کی اس عبارت پر تبصرہ سے قبل امام ترمذیؒ کی اس حدیث کا ضعف ملاحظہ ہو۔ ترمذیؒ کی روایت کے مجروح راوی عبدالمنعم بن نعیم الاسواری ابوسعید البصری کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ "متروک" ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "دارقطنیؒ نے عبدالمنعم کو ضعیف بتایا ہے اور ابوحاتم فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے"۔ اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں ہے۔ ابن حبانؒ کا قول ہے "منکر الحدیث ہے"۔ اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "منکر الحدیث ہے"۔ ——— امام نسائیؒ فرماتے ہیں: "ثقہ نہیں ہے"۔

تفصیلی ترجمہ کیلئے تاریخ الکبیر للبخاریؒ، تاریخ الصغیر للبخاریؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ

---

۳۰۲ مستدرک للحاکمؒ جلد ۱ صفحہ ۲۰۴

۳۰۳ ظفر الامانی للکنویؒ صفحہ ۹۸ وحاشیہ بر رسالہ الاجوبۃ الفاضلہ صفحہ ۴۵-۴۶

مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ، ضعفاء والمترکین للدارقطنیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ اور نصب الرایہ للزیلعیؒ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عبد المنعم کے علاوہ اس روایت کی دوسری علت عبد المنعم کا شیخ یحییٰ بن مسلم البصری ہے جس کے مجروح ہونے کا علم علامہ ابو الحسنات لکھنوی اور استاذ ابو غدہ کو نہیں ہے۔ یحییٰ بن مسلم البصری کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "مجہول ہے ..." اور امام نسائیؒ کا قول ہے: "متروک الحدیث ہے۔" ابوزرعہ فرماتے ہیں: "قوی نہیں ہے" یحییٰ القطان اس سے راضی نہ تھے"۔ دارقطنیؒ کا قول ہے: "ضعیف ہے"۔ ابن حبان کا قول ہے: "ثقات کی طرف سے معضلات روایت کرتا ہے، اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں ہے"۔ تفصیلی ترجمہ کے لئے تاریخ یحییٰ بن معینؒ، علل لابن حنبلؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، ضعفاء والمتروکین للنسائیؒ، ضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ، اور نصب الرایہ للزیلعیؒ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۳۰۴؎ تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۳ صفحہ ۱۳۷، تاریخ الصغیر للبخاریؒ جلد ۲ صفحہ ۳۴۳، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۳ صفحہ ۶۷ مجروحین لابن حبانؒ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۵ ترجمہ ۱۹۷۴، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۲ صفحہ ۶۶۹ مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹، ضعفاء والمترکین للدارقطنیؒ ترجمہ ۳۶۱، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۶ صفحہ ۴۳۲ تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۱ صفحہ ۵۲۵، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵، نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۷۵

۳۰۵؎ تاریخ یحییٰ بن معینؒ جلد ۲ صفحہ ۱۱، علل لابن حنبلؒ جلد ۱ صفحہ ۲۲۴، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۴ صفحہ ۸، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ج ۴ صفحہ ۱۵۶، مجروحین لابن حبانؒ ج ۳ صفحہ ۱۱۹، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۷ ترجمہ ۲۶۴۹، ضعفاء والمتروکین للنسائیؒ ترجمہ ۶۳۲، ضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ ترجمہ ۵۶۳، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۴ صفحہ ۴۰۸، تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ صفحہ ۳۵۸، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵، نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۷۵۔

جہاں تک امام حاکمؒ کی حدیث کا تعلق ہے تو اس کے متعلق بھی امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"امام ذہبی "مختصر" میں فرماتے ہیں کہ عمرو بن فائد کو امام دارقطنیؒ نے متروک کہا ہے۔"

ابن المدینیؒ کا قول ہے: "ذاك عندنا ضعيف" ایک قول ہے کہ "قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا" امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: "اعتزال اور قدریہ کی طرف مائل تھا نیز مقیم الحدیث نہ تھا"

ابن عدیؒ فرماتے ہیں: "منکر الحدیث تھا" تفصیلی ترجمہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں: سؤالات محمد بن عثمانؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ، لسان المیزان لابن حجرؒ، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ اور نصب الرایہ للزیلعیؒ وغیرہ[۳۰۶]

مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ مرحوم اور استاذ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے یہاں بھی اسناد کی تحقیق کی خطا کی ہے کیونکہ حاکمؒ کے محولہ طریق میں عمرو بن فائد الأسواری کا شیخ بھی وہی مجروح راوی ہے جو ترمذیؒ کے طریق میں عبدالمنعم بن نعیم کا شیخ یعنی یحیٰی بن سلم البصری ہے۔ یحیٰی بن سلم البصری کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے، پس ثابت ہوا کہ ہر دو حضرات کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ:

"حاکمؒ کی اسناد میں عمرو بن فائد کے علاوہ کوئی دوسرا مطعون راوی نہیں ہے۔"

اب ان روایات کا مقررہ تینوں شرائط پر پورا اترنے والے دعویٰ کا بطلان بھی ملاحظہ ہو۔ ترمذیؒ اور حاکمؒ کی روایات میں "متروک" اور "منکر الحدیث" رواۃ موجود ہیں پس ضعف شدید موجود ہوا، نیز یہ ثابت کرنا بھی ناممکن ہے کہ ان روایات کے مطابق عمل کرتے وقت کوئی ایک شخص بھی ان کے عدم ثبوت کا اعتقاد رکھتا ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس حدیث پر مذکورہ تینوں شرائط منطبق نہیں ہوتیں نیز بلادلیل ان روایات کا فضائل اعمال میں سے ہونا علامہ لکھنویؒ کو کیونکر معلوم ہوا؟ اور اگر اس ضعیف

---

[۳۰۶] سؤالات محمد بن عثمان ترجمہ ۴۵، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۳ ص ۲۹۰، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۳ ص ۲۵۳، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۵ ترجمہ ۱۲۷۹، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ ص ۲۸۳، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ جلد ۲ ص ۴۸۷، لسان المیزان لابن حجرؒ جلد ۴ ص ۳۶۶، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۳۹۸، نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۱ ص ۲۷۵

حدیث کا فضائل اعمال میں سے ہونا ثابت ہو جائے تو بھی اس سے اس کے استحباب کا ثبوت کہاں سے فراہم ہو جاتا ہے؟

دوسری حدیث

"ان مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے جس کے متعلق ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب ہے، اور اس پر اس بارے میں مروی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، اگرچہ وہ ضعیف ہے۔ امام ابو داؤدؒ[۳۰۶] اور امام احمدؒ[۳۰۷] نے طلحہ بن مصرف کی عن ابیہ عن جدہ والی حدیث کو روایت کیا ہے:

"قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح رأسه مرة واحدة حتى بلغ القذال" سنن ابوداؤدؒ میں اس کی تفسیر "بأول القفا" موجود ہے۔ طحاویؒ نے "شرح معانی الآثار"[۳۰۸] میں حدثنا ابن مرزوق قال حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث قال ثنا ابی حفص بن غیاث عن لیث عن طلحہ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ اس طرح روایت کیا ہے:

قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مسح مقدم رأسه حتى بلغ القذال من مقدم عنقه۔ ابوعلی بن السکن نے "کتاب الحروف" میں مصرف ابن عمرو السری بن مصرف بن عمرو بن کعب کی حدیث عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے اس طرح روایت کی ہے:

قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح لحيته وقفاه۔ یہ تمام احادیث طلحہ بن مصرف کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ابن القطانؒ کا قول ہے طلحہ، اس کے باپ اور دادا مجہول ہیں، امام نوویؒ کا قول ہے: طلحہ بن مصرف ائمہ اعلام تابعین میں سے ہے اس سے ائمہ ستہ نے احتجاج کیا ہے لیکن اس کے باپ اور دادا مجہول ہیں۔ ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: میں نے امام احمدؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

۳۰۶؎ سنن ابو داؤدؒ مع عون المعبود ج ۱ ص ۴۹-۵۰

۳۰۷؎ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۴۸۱، ۳۰۸؎ شرح معانی الآثار للطحاویؒ جلد ۱ ص ۱۷

زعموا ان ابن عيينة كان يقول أليث هذا طلحة بن مصرف عن ابيه جده ؟ اور دارمیؒ نے علی بن مدینیؒ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا : میں نے عبدالرحمن بن مہدیؒ سے طلحہ کے دادا کے نسب کے متعلق اِستفسار کیا تو فرمایا : اس کا نام عمرو بن کعب یا کعب بن عمرو ہے اور اس کو صحبت نبوی کا شرف حاصل ہے۔ اور دیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں ابن عمر کی مرفوع حدیث سے اس طرح روایت کی ہے :

"مسح الرقبة امان من الغل يوم القيامة"[310] عراقی "تخریج الاحیاء" میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے"[311]

پہلے اس روایت کے علل وضعف پر بحث ہو جائے پھر انشاء اللہ اس بارے میں وارد ہونیوالی دوسری تمام روایات اور علامہ لکھنوی و استاذ عبدالفتاح ابو غدہ کے دعوٰی کا جائزہ لیا جائیگا۔
امام احمدؒ، ابو داؤدؒ اور طحاویؒ کی مذکورہ بالا روایات میں تین علل موجود ہیں، جن میں سے ہر علل اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ وہ علل یہ ہیں : ضعف، جہالت مصرف کے والد کی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانے یا نہ پانے میں علماء کا اختلاف۔

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں : "مسدد کا قول ہے کہ میں نے یحییٰ (بن سعید القطانؒ) سے یہ حدیث بیان کی تو اُنہوں نے اسکو منکر بتایا۔ اس کے متعلق میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں (سفیان) بن عیینہؒ اس حدیث کو منکر بتاتے تھے اور فرماتے تھے :

"ا لیث هذا طلحة عن ابيه عن جده"[312]

اِس اسناد کا ایک راوی لیث بن ابی سلیم کوفی ہے جس کے ضعف کا علم نہ مولانا عبدالحئی مرحوم کو ہے اور نہ استاذ ابو غدہ کو بہرحال ابن ابی سلیم کے متعلق امام احمدؒ فرماتے

---

[310] تخریج الاحیاء للعراقی" جلد ۱ صفحہ ۴۶ ، [311] ظفر الامانی لابوالحسنات صفحہ ۹۸ وحاشیہ برالاجوبۃ الفاضلہ لابوغدہ صفحہ ۴۶ - ۴۷ ، [312] سنن ابو داؤدؒ مع عون المعبود جلد ۱ صفحہ ۴۹ - ۵۰

ہیں: مضطرب الحدیث ہے یحییٰؒ اور نسائیؒ نے اسے ضعیف بتایا ہے ابن معینؒ کا قول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

"آخر عمر میں اختلاط کا شکار تھا اسانید گھڑتا ہے، مراسیل کو مرفوع کرتا تھا اور ثقات کی طرف سے ایسی روایات لاتا تھا جو ان کی احادیث میں سے نہیں ہوتی تھیں"

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "صدوق ہے، آخر میں اختلاط کرتا تھا اور اپنی حدیث میں تمیز نہ کر پاتا تھا پس متروک ہے"۔ "خلاصہ" میں ہے کہ فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ "کوفہ کے اہل علم میں سے ہے"۔ علامہ ابی الطیب شمس الحق عظیم آبادیؒ فرماتے ہیں: "یحییٰ القطانؒ"، ابن مہدیؒ، ابن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو ترک کیا ہے اور امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں فرماتے ہیں کہ علماء کا اس کے ضعف پر اتفاق ہے"۔ تفصیلی ترجمہ کے لئے تاریخ یحییٰ بن معینؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، ضعفاء والمتروکون للنسائی، عون المعبود للشمس الحق عظیم آبادیؒ اور بذل المجہود للسہارنفوریؒ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ [۳۱۳]

اس کے دوسرے راوی مصرف بن عمرو بن کعب والد طلحہ کے متعلق علامہ شمس الحق فرماتے ہیں

"ابن القطانؒ کا قول ہے کہ مجہول ہے جیسا کہ حافظؒ نے "تلخیص" اور تقریب [۳۱۴] میں ذکر کیا ہے"۔

امام بیہقیؒ نے صراحت کی ہے کہ:

"یحییٰ بن سعید القطانؒ نے اس حدیث کی نکارت مصرف کی جہالت اور طلحہ کے

---

۳۱۳ تاریخ یحییٰ بن معینؒ جلد ۲ صفحہ ۵۰۱، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۴ صفحہ ۲۴۶، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۳ صفحہ ۱۷۱، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۱ صفحہ ۲۳۱، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۶ ترجمہ ۲۱۰۵، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ صفحہ ۴۲۰، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۸ صفحہ ۴۶۵، تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ صفحہ ۱۳۸، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۵۱۱، عون المعبود للعظیم آبادیؒ جلد ۱ صفحہ ۴۹، بذل المجہود از خلیل احمد سہارنپوریؒ جلد ۱ صفحہ ۳۲۲-۳۲۵

۳۱۴ تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱۔

دادا کی صحبتِ نبوی کی جہت سے کی ہے۔" سفیان بن عینیہؒ سے مذکورہ قول کا حاصل بھی یہی ہے کہ: "یہ حدیث جو طلحہ بن مصرف بن عمرو عن ابیہ عن جدہ عمرو بن کعب مروی ہے کچھ نہیں ہے اور عمرو کا صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانا ثابت نہیں ہے۔" شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں: "اس اسناد کو میں نہیں جانتا۔" امام نوویؒ کا قول ہے: "طلحہ بن مصرف ائمہ اعلام تابعین میں سے ہے اس سے ائمہ ستہ نے احتجاج کیا ہے لیکن اس کے باپ اور دادا معروف نہیں ہیں۔ مگر امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معینؒ نے دوریؒ کی روایت میں عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، ابن ابی حاتمؒ اور ابو داؤدؒ کا طلحہ کے دادا (عمرو بن کعب) کی صحبتِ نبوی بتانا ثابت کیا ہے۔" ۳۱۵ھ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام احمدؒ، ابوداؤد کا طحاویؒ کی زیرِ مطالعہ روایات متفقہ طور پر ضعیف ہیں پھر ان روایات میں "قفاء" اور "قذال" سے "مؤخر الراس" ہے کیونکہ ابتدائے عنق ہی مؤخر راس ہوتا ہے۔ لہٰذا ان روایات کا حاصل یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح ایک مرتبہ سر کے مقدم (اگلے حصہ) سے اس کے منتہا (آخر) تک فرمایا۔ اس کی تائید امام ابوداؤدؒ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جسے آں رحمہ اللہ نے زیرِ مطالعہ حدیث کے ساتھ مسدد سے اس طرح نقل کیا ہے:

"مسح راسه من مقدمه إلى مؤخره حتى اخرج يديه من تحت اذنيه"۔ ۳۱۶ھ

پھر یہ روایات کسی طرح بھی گردن کے مسح کے استحباب پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ان روایات میں مقدم راس سے مؤخر راس یا مؤخر عنق تک سر کا مسح کا ذکر ہے۔ گردن کے اس مسح کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں ہے جو عوام میں سر اور کانوں کے مسح کے بعد کیا جانا مروج ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ شیخ ابن الہمامؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی صفت بیان کرنے والی وائل بن حجر کی ترمذیؒ کے حوالہ سے جو حدیث نقل فرمائی ہے

۳۱۵ھ عون المعبود للعظیم آبادیؒ بتصرف یسیر ج ۱ ص ۴۹-۵۰ وکذا فی بذل المجہود للسہارنفوریؒ جلد ۱ ص ۳۲۲-۳۲۵، ۳۱۶ھ سنن ابوداؤدؒ مع عون المعبود جلد ۱ ص ۴۹

اور جسمیں مذکور ہے:
"پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر تین بار مسح فرمایا، تین بار اپنے کانوں کے ظاہری حصّہ پر اور تین بار اپنی گردن پر"
تو اس حدیث کا جامع ترمذیؒ میں سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔
علامہ ابی الطیب شمس الحق عظیم آبادیؒ گردن کے مسح کے بارے میں فرماتے ہیں:
"گردن کے مسح کی مروج کیفیت نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور نہ حسن سے، بلکہ گردن کے مسح کے بارے میں جو کچھ روایت کیا جاتا ہے سب ضعیف ہے جیسا کہ علماء نے صراحت فرمائی ہے، پس ان سے احتجاج درست نہیں ہے۔" [۳۱۷]
ہماری تحقیق کے مطابق گردن کے مسح کے بارے میں وارد ہونیوالی تمام روایات "ضعیف" ہی نہیں بلکہ "موضوع" ہیں۔ ذیل میں جو کچھ اس بارے میں روایت کیا جاتا ہے، بالخصوص مولانا عبدالحیٰ لکھنوی مرحوم کی نقل کردہ "مسند الفردوس" کی حضرت ابن عمرؓ والی مرفوع روایت کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:
"مسح الرقبہ امان من الغل" (یعنی گردن کا مسح کرنا طوق سے امان ہے) [۳۱۸]
سو مولانا عبدالحیٰ لکھنوی مرحوم نے "ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی" میں بحوالہ "مسند الفردوس" اور رسالہ "الاجوبۃ الفاضلہ" [۳۱۹] و "تحفۃ الکملہ تعلیق علی تحفۃ الطلبۃ فی تحقیق مسح الرقبہ" [۳۲۰] میں بحوالہ "موضوعات" ملا علی القاری تائیداً اس طرح نقل کیا ہے:
"یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل الاعمال میں اتفاقاً اس پر عمل کیا جاتا ہے، اسی باعث ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ گردن کا مسح مستحب ہے۔" [۳۲۱]
ملا علی قاریؒ "اسرار المرفوعہ" میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:
"نوویؒ نے شرح المہذب میں اس کو موضوع کہا ہے۔ میں کہتا ہوں: لیکن ابوعبید

۳۱۷؎ عون المعبود للعظیم آبادی ج ۱ ص ۵۰
۳۱۸؎ ظفر الامانی لابوالحسنات ص ۹۸، ۳۱۹؎ الاجوبۃ الفاضلہ لابوالحسنات ص ۳۷
۳۲۰؎ تحفۃ الکملہ لابوالحسنات ص ۴، ۳۲۱؎ الاجوبۃ الفاضلہ لابوالحسنات ص ۳۷

القاسم بن قاسم عبدالرحمن عن موسیٰ بن طلحہ کے طریق سے اس کو یوں روایت کیا ہے:
من مسح قفاه مع رأسه وقي من الغل (یعنی جو شخص اپنی گدی کا سر کے ساتھ مسح کرے وہ طوق سے محفوظ رکھا جائیگا) یہ حدیث موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس طرح رائے و قیاس سے نہیں کہا جا سکتا۔ اِسکی تائید وہ روائیت کرتی ہے جو مسند الفردوس میں ابن عمرؓ سے مرفوعاً ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے اور ضعیف پر فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ اسی باعث ہمارے ائمہ کا قول ہے کہ گردن کا مسح مستحب یا سنّت ہے۔"[۳۲۲]

شارح بخاریؒ علاّمہ محمد اسماعیل عجلونی الجراحیؒ فرماتے ہیں:
"میں کہتا ہوں مذہب شافعیہ میں گردن کا مسح مستحب نہیں ہے بلکہ اکثر علمائے (تحقیق) سے اسکی سُنیت کے قائل متأخرین مثلاً رافعیؒ و غزالیؒ وغیرہ کے خلاف منقول ہے۔"[۳۲۳]

امام نوویؒ نے "المجموع شرح المهذب"[۳۲۴] میں علامہ سیوطیؒ نے "ذیل الاحادیث الموضوعہ"[۳۲۵] میں، علاّمہ محمد درویش حوت البیرونیؒ نے "اسنی المطالب"[۳۲۶] میں اور علاّمہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ"[۳۲۷] میں اس پر "موضوع" ہونے کا حکم لگایا ہے، لیکن علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں: "نوویؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، ابن حجرؒ نے "تلخیص" میں اس پر کلام کیا ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ موضوع نہیں ہے۔"[۳۲۸]

۳۲۲ھ اسرار المرفوعہ للقاریؒ ص ۲۰۹ ، ۳۲۳ھ کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونیؒ جلد ۲ ص ۲۷۲

۳۲۴ھ المجموع شرح المهذب للنوویؒ ج ۱ ص ۴۶۵ ، ۳۲۵ھ ذیل الاحادیث الموضوعہ للسیوطیؒ ص ۲۰۳

۳۲۶ھ اسنی المطالب للحوت بیروتیؒ ص ۲۷۶

۳۲۷ھ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی جلد ۱ ص ۹۷-۹۹ جلد ۲ ص ۱۶۷-۱۶۸

۳۲۸ھ فوائد المجموعہ للشوکانیؒ ص ۱۲

ذیل میں اس حدیث پر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے کلام، کہ جس کی طرف علامہ شوکانیؒ نے اشارہ فرمایا ہے، پر تبصرہ پیش کیا جاتا ہے ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

"اس کو ابو محمد الجوینیؒ نے وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں : ائمہ حدیث اسکی اسناد سے راضی نہیں ہیں۔ غزالیؒ نے اسکو "الوسیط" میں وارد کیا ہے جس پر حافظ ابن الصلاحؒ نے اس طرح تعاقب کیا ہے : اس حدیث کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہونا غیر معروف ہے، یہ بعض اسلاف کا قول ہے۔ (پھر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں) اس بات کا احتمال ہے کہ وہ روایت جسے ابو عبیدؒ نے کتاب الطہور میں عبدالرحمٰن بن مہدی عن المسعودی عن القاسم بن عبدالرحمٰن عن موسیٰ بن طلحہ کے طریق سے اس طرح روایت کی ہے :

من مسح قفاه مع رأسه وقى الغل يوم القيامة۔ اگرچہ یہ موقوف ہے مگر اسمیں رفع کے حکم کا احتمال ہے کیونکہ محض رائے سے ایسا نہیں کہا جا سکتا، پس یہ مرسل ہوئی" ۳۲۹ھ

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی اس عبارت سے ہمیں اختلاف ہے کیونکہ مذکورہ بالا طریق میں مسعودی موجود ہے جو اختلاط کرتا ہے۔ لہذا جب اسکی مرفوع حدیث حجت نہیں ہوتی تو موقوف کیوں کر حجت ہو سکتی ہے؟ نتیجۃً ملا علی قاریؒ اور ابن حجرؒ کی یہ دلیل اور اسکی بے جا وکالت عبث ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ والی تائیدی روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تلخیص الحبیر" میں نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں :

" ابو نعیمؒ نے تاریخ اصبہان میں بطریق محمد بن احمد ثنا عبدالرحمٰن بن داؤد ثنا عثمان بن خرزاد ثنا عمرو بن محمد بن الحسن المکتب ثنا محمد بن عمرو بن عبید الانصاری عن انس بن سیرین عن ابن عمر روایت کی ہے :

انه كان إذا توضاء مسح عنقه ويقول فذكره مرفوعاً : من توضأ ومسح عنقه لم يغل بالأغلال يوم القيامة۔ اور البحر للرویانی

۳۲۹ھ تلخیص الحبیر لابن حجرؒ جلد ۱ صفحہ ۲۳۳

میں ہے کہ ابوالحسین بن فارس نے عن فلیح بن سلیمان عن نافع عن ابن عمر مرفوعاً روایت کی ہے :

من توضاء ومسح بیدیه علی عنقه وقی الغل یوم القیامة

اور فرماتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ حدیث صحیح ہے (پھر ابن حجرؒ فرماتے ہیں :)
لیکن ابن فارس اور فلیح کے درمیان مفازت واضح ہے۔ فینظر فیھا"[۳۳۰]
ابن عمرؓ کی مرفوع روایت کے متعلق حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں : "یہ حدیث ضعیف ہے"[۳۳۱]
حافظ عراقیؒ کی اس تضعیف کو مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم نے خود بھی نقل کیا ہے۔ علامہ ابن عراق الکنانیؒ حافظ عراقیؒ سے نقل فرماتے ہیں : "اس طریق میں ابوبکر المفید شیخ ابونعیم ہے جو اس کی آفت ہے"[۳۳۲]، علامہ محمد اسماعیل عجلونیؒ فرماتے ہیں : "ابن عمرؓ کا یہ اثر :

من توضاء ومسح عنقه وُقی الغل یوم القیامة۔

غیر معروف ہے"[۳۳۳]۔ جہاں تک ابن عمرؓ کی "اخبار اصبہان"[۳۳۴] میں وارد اس روایت کا تعلق ہے جس کا ذکر اوپر امام ابن حجر عسقلانیؒ کے نقل کردہ اقتباس میں موجود ہے تو اس میں ایک راوی محمد بن عمرو بن عبید الانصاری البصری ہے جس کی تضعیف پر ائمہ جرح و تعدیل کا اتفاق ہے۔ اس سند کا دوسرا مجروح راوی عمرو بن محمد بن الحسن ہے جو بقول امام دارقطنیؒ "منکر الحدیث" ہے۔ ابوالحسین بن فارس کی روایت میں فلیح بن سلیمان کوئی زیادہ قوی نہیں بلکہ عند المحدثین کثیر الخطاء مشہور ہے۔ پس ثابت ہوا کہ گردن کے مسح کے بارے میں وارد ہونے والی تمام روایات ناقابلِ احتجاج ہیں ، واللہ اعلم۔

اب مولانا عبدالحئی لکھنویؒ اور ان کے ہم مسلک استاذ عبدالفتاح ابوغدہ کے اِس دعویٰ پر ایک نظر ڈالیں : "ان ضعیف احادیث کی مثالیں پیش ہیں جن پر یہ تینوں شروط منطبق ہوتی ہیں "۔ ان روایات کے موضوع ہونے کے سبب یہ حدیث پہلی شرط

۳۳۰؎ ایضاً جلد ۱ صفحہ ۴۳۴-۴۳۵ ، ۳۳۱؎ تخریج احادیث الاحیاء للعراقیؒ جلد ۲ صفحہ ۴۶
۳۳۲؎ تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراقؒ جلد ۲ صفحہ ۵ ، ۳۳۳؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونیؒ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ ، ۳۳۴؎ اخبار اصبہان لابونعیمؒ جلد ۲ صفحہ ۱۱۵

سے مطابق خارج از بحث ہے پھر ایسا کون شخص ہے جو عند العمل اس کے موضوع ہونے یا عدم ثبوت کا اعتقاد رکھتا ہو ؟ نیز اس بات کی کیا دلیل ہے کہ گردن کا مسح فضائل اعمال میں سے ہے اور مستحب ہے ؟

تیسری حدیث

استاد ابو غدہ فرماتے ہیں :

" ان مثالوں میں سے ایک تیسری مثال یہ بھی ہے جس کا تعلق احادیث احکام سے ہے اور اس پر عمل احتیاط کے باب سے ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے " الاذکار " کی تیسری فصل میں ذکر کیا ہے : (جہاں تک احکام مثلاً حلال و حرام ، بیع ، نکاح اور طلاق وغیرہ کا تعلق ہے تو ان چیزوں میں صحیح اور حسن حدیث کے علاوہ اور کسی چیز پر عمل نہیں کیا جاتا اِلاّ یہ کہ انہیں سے کوئی ایسی چیز ہو جس کا تعلق احتیاط سے ہو) مثلاً کوئی ضعیف حدیث بعض بیوع یا انکحہ کی کراہت میں وارد ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے (واجب نہیں ہے)۔[۳۲۵]

کتاب " الاذکار " کے شارح علامہ ابن علان رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وہ چیز جسے فقہاء (حنفیہ نے " رد المختار " [۳۲۶] لابن عابدین رحمہ اللہ میں اور فقہائے شافعیہ نے " نہایۃ المحتاج " للشمس الدین الرملی رحمہ اللہ میں ، نے دھوپ سے گرم شدہ پانی کے استعمال کی کراہت کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر پر اسکے ضعف کے باوجود عمل ذکر کیا ہے کیونکہ یہ احتیاط کے باب سے ہے۔[۳۲۸] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر کی تخریج کے لئے " نصب الرایہ "[۳۲۹] للزیلعی رحمہ اللہ کی طرف رجوع فرمائیں۔"[۳۴۰]

" استحان الماء بالشمس " کے باب میں چھ روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ، تین روایات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ، ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہیں اور دو اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے ، ذیل میں ان تمام روایات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے :

---

۳۲۵ الاذکار للنووی رحمہ اللہ ص ۸ ، ۳۲۶ رد المختار لابن عابدین جلد ۱ ص ۱۲۱ ، ۳۲۷ نہایۃ المحتاج للرملی جلد ۱ ص ۵۹ ، ۳۲۸ شرح الاذکار لابن علان جلد ۱ ص ۸۶ ، ۳۲۹ نصب الرایہ للزیلعی جلد ۱ ص ۱۰۱ ، ۳۴۰ حاشیہ بر الاجوبۃ الفاضلہ لابو غدہ ص ۴۶

حضرت عائشہ کا پہلا طریق

عن خالد بن اسماعیل عن ھشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ قالت :

أسخنت ماءً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الشمس لیغتسل بہ فقال لی : یا حمیراء لا تفعلی فانہ یورث البرص "[341]

اسکی تخریج دار قطنیؒ[342] اور بیہقیؒ[343] نے اپنی "سنن" میں اور ابو نعیم نے "طب" میں کی ہے امام ابن الجوزیؒ نے اسے "موضوعات[344]" میں، سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ[345]" میں، زیلعیؒ نے "نصب الرایہ[346]" میں شوکانیؒ نے "فوائد المجموعہ[347]" میں اور ابن العراق الکنانی نے "تنزیہ الشریعہ المرفوعہ[348]" میں وارد کیا ہے۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں: "اس طریق میں خالد بن اسماعیل ہے جو متروک ہے" اور امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: "ابن عدیؒ کا قول ہے کہ وہ ثقات مسلمین پر حدیث وضع کرتا ہے، ابن حبانؒ کا قول ہے کہ اس کے ساتھ کسی حال میں بھی حجت نہیں ہے"

طریق دوم

عن ابی البختری وھب بن وھب عن ھشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ قالت : أسخنت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لا تعودی یا حمیراء فانہ یورث البرص " اس کی تخریج ابن حبانؒ نے کتاب "المجروحین[349]" میں کی ہے۔ ابن الجوزیؒ نے اس کو "موضوعات[350]" میں سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ[351]" میں، ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیہ الشریعہ[352]" میں، شوکانیؒ نے "فوائد المجموعہ[353]" میں اور زیلعیؒ نے "نصب الرایہ[354]" میں وارد کیا ہے امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: "اسمیں وہب بن وہب ہے جس کا شمار رؤساء الکذابین میں ہوتا ہے"

---

۳۴۱ ؎ سنن دار قطنیؒ ص۱۴، ۳۴۲ ؎ سنن البیہقی جلد ۱ ص۶، ۳۴۳ ؎ سنن دار قطنیؒ ص۱۴، ۳۴۴ ؎ سنن البیہقی ج ۱ ص۶، ۳۴۴ ؎ موضوعات لابن الجوزی جلد ۲ ص۷۹، ۳۴۵ ؎ اللآلی المصنوعہ للسیوطی جلد ۲ ص۵

۳۴۶ ؎ نصب الرایہ للزیلعی جلد ۱ ص۱۰۲، ۳۴۷ ؎ فوائد المجموعہ للشوکانی ص۸، ۳۴۸ ؎ تنزیہ الشریعہ لابن عراق جلد ۲ ص۶۹، ۳۴۹ ؎ مجروحین لابن حبان جلد ۲ ص۷۵، ۳۵۰ ؎ موضوعات لابن الجوزی جلد ۲ ص۷۹-۸۰

۳۵۱ ؎ اللآلی المصنوعہ للسیوطی جلد ۲ ص۵، ۳۵۲ ؎ تنزیہ الشریعہ لابن عراق جلد ۲ ص۶۹، ۳۵۳ ؎ فوائد المجموعہ للشوکانی ص۸
۳۵۴ ؎ نصب الرایہ للزیلعی جلد ۱ ص۱۰۲۔

طریق سوم عن هیثم بن عدی عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو طریق اول۔ اسکی تخریج دارقطنیؒ نے اپنی "سنن" میں کی ہے ابن الجوزیؒ نے اسے "موضوعات" [۳۵۵] میں، سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" [۳۵۶] میں ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیہ الشریعہ" [۳۵۷] میں، شوکانیؒ نے "فوائد المجموعہ" [۳۵۸] میں اور زیلعیؒ نے "نصب الرایہ" [۳۵۹] میں وارد کیا ہے۔ اس طریق میں مجروح راوی ہیثم بن عدی ہے۔ امام نسائیؒ، رازی اور دارمیؒ کا قول ہے:

"ہیثم بن عدی متروک الحدیث ہے۔" ابن معینؒ کا قول ہے: "وہ جھوٹ بولتا تھا۔" سعدیؒ کا قول ہے کہ "ساقط ہے"۔

طریق چہارم عن عمرو بن محمد الأعشم عن فلیح عن الزہری عن عروہ عن عائشہ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یتوضاء بالماء المشمش أو یغتسل بہ وقال انہ یورث البرص۔"

اسکی تخریج دارقطنیؒ [۳۶۰] اور بیہقیؒ [۳۶۱] نے اپنی "سنن" میں کی ہے۔
ابن الجوزیؒ نے اسے "موضوعات" [۳۶۲] میں سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" [۳۶۳] میں، ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیہ الشریعہ" [۳۶۴] میں اور زیلعیؒ نے "نصب الرایہ" [۳۶۵] میں وارد کیا ہے۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں:

"اسمیں عمرو بن محمد الأعشم منکر الحدیث ہے۔ فلیح سے اسکے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ زہریؒ سے اسکی روایت صحیح نہیں ہے۔"

ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

---

۳۵۵ موضوعات لابن الجوزی جلد ۲ صفحہ ۷۹، ۳۵۶ اللآلی المصنوعہ للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۵
۳۵۷ تنزیہ الشریعہ لابن عراق جلد ۲ صفحہ ۶۹، ۳۵۸ فوائد المجموعہ للشوکانی صفحہ ۸، ۳۵۹ نصب الرایہ للزیلعی جلد ۱ صفحہ ۱۰۲، ۳۶۰ سنن دارقطنیؒ صفحہ ۱۴، ۳۶۱ سنن البیہقی جلد ۱ صفحہ ۷،
۳۶۲ موضوعات لابن الجوزیؒ جلد ۲ صفحہ ۷۹، ۳۶۳ اللآلی المصنوعہ للسیوطیؒ جلد ۲ صفحہ ۶
۳۶۴ تنزیہ الشریعہ لابن عراقؒ جلد ۲ صفحہ ۶۹، ۳۶۵ نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۰۲

وہ ثقات کی طرف سے مناکیر روایت کرتا ہے اور حدیث میں وضع بھی کرتا ہے اس کے ساتھ کسی حال میں بھی احتجاج درست نہیں ہے۔"

طریق پنجم عن اسماعیل بن عمرو الکوفی عن ابن وہب عن مالک عن ہشام بن عروہ عن ابیہ قالت:

" سخنت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماءًا فی الشمس لیغتسل بہ فقال لا تفعلی یا حمیراء فانہ یورث البرص "

اس کو دارقطنیؒ نے اپنی کتاب "غرائب مالک" میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں: مالک اور ابن وہب سے اس کی روایت باطل ہے۔" ابن وہب کے علاوہ بھی اس میں ضعفاء موجود ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اپنی "سنن" میں اس طریق کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھا ہے: "یہ حدیث ایک اور منکر طریق سے عن ابن وہب عن مالک عن ہشام مروی ہے اور صحیح نہیں ہے[۳۶۶]"

طریق ششم عن عمر بن ابی زیاد القطوانی حدثنا محمد بن مروان السدی عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشۃ قالت:

" اسخنت ماء فی الشمس فأتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیتوضا بہ قال لا تفعلی یا عائشۃ فان ھذا یورث البیاض "

اسکی تخریج طبرانیؒ نے "معجم الاوسط" میں کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے اسے "اللآلی المصنوعۃ[۳۶۷]" میں اور علامہ ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد[۳۶۸]" میں وارد کیا ہے علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: "اسمیں محمد بن مروان السدی ہے جس کے ضعف پر اجماع ہے۔" طبرانیؒ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اسناد کے علاوہ اس باب میں کچھ مروی نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ ابن عباس کی حدیث سے بھی مروی ہے۔" علامہ سیوطیؒ نے بھی محمد بن مروان السدی کو ہشام سے روایت کرنے میں "کذاب" بتایا ہے۔"

۳۶۶ے سنن البیہقیؒ جلد ۱ ص ۶

۳۶۷ے اللآلی المصنوعہ للسیوطیؒ جلد ۲ ص ۵-۶

۳۶۸ے مجمع الزوائد للہیثمیؒ جلد ۱ ص ۲۱۴

حضرت انسؓ کا طریق اوّل

حدثنا علی بن ہشام الکوفی حدثنا سوادہ عن انس انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

"لا تغسلوا بالماء الذی یسخن فی الشمس فانہ یعدی من البرص"

اسکی تخریج امام عقیلیؒ نے "الضعفاء الکبیر" میں کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعۃ" میں، شوکانیؒ نے "فوائد المجموعۃ" میں، ابن الجوزیؒ نے "موضوعات" میں علامہ ذیلعیؒ نے "نصب الرایۃ" میں اسکو بیان کیا ہے۔ امام عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ "سوادہ عن انس مجہول ہے اور اسکی حدیث غیر محفوظ ہے، ماء الشمس کی کوئی مسند حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس بارے میں جو چیزیں مروی ہے وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا اپنا قول ہے" [۳۷۴]

حضرت انسؓ کا طریق دوم

حدثنا ابو الربیع ایوب بن سلیمان حدثنا زکریا بن حکیم عن الشعبی عن انس مرفوعاً:

لا تغسلوا صبیانکم بالماء الذی یسخن بالشمس فانہ یورث البرص۔

اسکی تخریج دارقطنیؒ نے کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعۃ" [۳۷۵] میں اسے وارد کیا ہے۔ امام دارقطنیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

"اسمیں زکریا کا شعبیؒ سے ساتھ تفرد ہے اور اس سے ایوب کے علاوہ کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا۔" علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: "زکریا ضعیف ہے اور ایوب مجہول۔"

حضرت انسؓ کا طریق سوم

حدثنا احمد بن بحر بن سوادہ عن عثمان بن مطر عن انس مرفوعاً:

لا تخللوا بالقصب و لا بعود التین ولا تغسلوا بماء مسخن فی الشمس فان ذلك یورث الأكلہ۔

اسکی تخریج ابو بکر المقریؒ نے اپنی "فوائد" میں کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے اس کو "اللآلی المصنوعۃ" [۳۷۶] میں وارد کیا ہے۔ اسمیں عثمان بن مطر ضعیف ہے۔ امام نسائی اور امام دارقطنیؒ نے اسکو اپنی کتاب "الضعفاء والمتروکین" میں وارد کیا ہے۔

۳۷۴ھ ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۲ صہ ۱۷۶، ۳۷۵ھ اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ جلد ۲ صہ ۶
۳۷۶ھ ایضاً جلد ۲ صہ ۶۔

حضرت ابن عباسؓ کا طریق

عن عمر بن صبح عن مقاتل عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعاً: "من اغتسل بالماء المشمس فأصابه وضح فلا یلومن إلا نفسه"[۳۷۷]
اسکی تخریج قاضی مرستان نے کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے اسے "اللآلی المصنوعة" میں نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں: "اسمیں عمر بن صبح کذاب ہے"۔

حضرت عمرؓ کا پہلا اثر

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: "اور جو چیز حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ یہ ہے: "لا تغسلوا بالماء المشمس فانه یورث"[۳۷۸]
زیلعیؒ فرماتے ہیں: "حضرت عمرؓ کا موقوف اثر جس کی روایات امام شافعیؒ نے اور اُن کے طریق سے بیہقیؒ نے کی ہے اس طرح ہے:
اخبرنا ابراهیم بن محمد الأسلمی اخبرنی صدقة بن عبدالله عن ابی الزبیر عن جابر:
ان عمر کان یکره الاغتسال بالماء المشمس وقال انه یورث البرص"[۳۷۹]
اسمیں اسلمی کے متعلق امام بیہقیؒ کتاب "المعرفة" میں فرماتے ہیں: "وہ قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا لیکن حدیث میں ثقہ تھا"۔ ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں کہ "وہ مختلف فیہ ہے"۔ اس طریق کے دوسرے راوی صدقہ بن عبداللہ السمین کے متعلق امام بیہقیؒ اپنی "سنن" میں فرماتے ہیں: "امام احمدؒ اور ابن معینؒ وغیرہ نے اسکی تضعیف کی ہے"۔

حضرت عمرؓ کا دوسرا اثر

حضرت عمرؓ کے اثر کا دوسرا طریق وہ ہے جسکی تخریج امام دارقطنیؒ اور امام بیہقیؒ نے اس طرح فرمائی ہے: عن اسماعیل بن عیاش عن صفوان بن عمرو بن حسان بن أزهر قال قال عمر:
"لا تغسلوا بالماء الشمس فانه یورث البرص"۔[۳۸۰]
اس طریق میں صفوان بن عمرو حمص کا باشندہ ہے جبکہ اسماعیل بن عیاش کی صرف وہی روایات صحیح ہوتی ہیں جنہیں وہ اہلِ شام سے روایات کرتا ہے۔ لہذا یہ اثر بھی ناقابلِ اعتبار ٹھہرا۔

---

[۳۷۷] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۶، [۳۷۸] موضوعات لابن الجوزیؒ جلد ۲ صفحہ ۸۰، [۳۷۹] نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۰۳، [۳۸۰] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۰۳

خلاصہ کلام یہ کہ زیرِ نظر حدیث قطعی طور پر "موضوع" اور ناقابلِ احتجاج ہے۔ اس حدیث کے متعلق امام ابن الجوزیؒ "موضوعات" میں مختصراً بیان کرتے ہیں:

"ھذا حدیث لا یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

علامہ شوکانیؒ "فوائد المجموعہ" میں فرماتے ہیں: "اس کے اور بھی طرق ہیں جو کذاب یا مجہول رواۃ سے خالی نہیں ہیں" علامہ ابن عراق الکنانیؒ "تنزیہ الشریعہ المرفوعہ" میں فرماتے ہیں: "اگر یہ حدیث تمام طرق کے اعتبار سے واہی ہو پھر بھی حضرت عمرؓ کا قول اس کے لئے شاہد ہے .... اسکی تخریج دار قطنیؒ نے دوسرے طریق سے بھی کی ہے جس کی امام منذریؒ وغیرہ نے تحسین فرمائی ہے" ملا علی قاریؒ "اسرار المرفوعہ" میں فرماتے ہیں: "ہر وہ حدیث جسمیں "یا حمیرا" یا "الحمیراء" کا ذکر ہو وہ کذب مختلق ہوتی ہے"[۳۸۱] علامہ محمد درویش حوت البیروتیؒ نے بھی "اسنی المطالب" میں ملا علی قاریؒ کا قول نقل کیا ہے[۳۸۲] پس جب یہ روایت "موضوع" قرار پائی تو پہلی شرط کے مطابق ناقابلِ التفات ٹھیری پھر کیوں کہ اس کا مقررہ تینوں شرائط پر منطبق ہونے والا دعویٰ درست ہوسکتا ہے؟

اب ذیل میں ہم چند مثالیں مختصراً پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

چوتھی حدیث

ایک حدیث میں وارد ہے:

"یأتیکم عکرمۃ بن أبی جھل مؤمناً مھاجراً فلا تسبوا أباہ فإن سب المیت یؤذی الحی ولا یبلغ المیت فلما بلغ باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استبشر و وثب لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائماً علی رجلیہ فرحاً لقدومہ"

اس کی تخریج امام حاکمؒ نے بطریق محمد بن عمران ابا بکر بن عبد اللہ بن سبرہ حدثہ موسیٰ بن عقبہ عن ابی حبیبہ مولی عبد اللہ بن الزبیر کی ہے[۳۸۳] اصلاحاً یہ حدیث "موضوع"

---

[۳۸۱] اسرار المرفوعہ للقاری صہ ۳۰۹ ۔ [۳۸۲] اسنی المطالب للحوت بیروتیؒ صہ ۳۴۲

[۳۸۳] مستدرک للحاکمؒ جلد ۳ صہ ۲۴۱

ہے اور اسکی آفت ابن ابی سبرہ اور محمد بن عمر یعنی واقدی ہیں جو عند المحدثین "متروک الحدیث" "کذاب" اور "وضاع" مشہور ہیں نیز ابی حبیبہ بھی "غیر معروف" ہے۔ ابن ابی سبرہ کے تفصیلی ترجمہ کے لئے تاریخ یحیٰی بن معینؒ، سوالات محمد بن عثمانؒ، علل لابن حنبلؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ وغیرہ[۳۸۴] اور محمد بن عمر الواقدی کے تفصیلی ترجمہ کے لئے تاریخ یحیٰی بن معینؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی اور مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان وغیرہ[۳۸۵] کی طرف رجوع فرمائیں۔

۳۸۴ـ تاریخ یحیٰی بن معینؒ جلد ۳ ص ۹۵، ۱۵۷، ۱۶۱، ۲۳۲، سوالات محمد بن عثمانؒ ترجمہ ۱۶۲، علل لابن حنبلؒ جلد ۱ ص ۱۷۸، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۹ ص ۹، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۱۲۴، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ جلد ۳ ص ۴۰، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۲ ص ۱۷، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۳ ص ۲۹۸، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۳ ص ۱۴۷، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۷ ترجمہ ۲۷۵، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۶۶۶، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۶۱۲، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۴ ص ۵۰۳، تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ ص ۳۹۷

۳۸۵ـ تاریخ یحیٰی بن معینؒ جلد ۳ ص ۱۶۰، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۴ ص ۱۰۷، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۴ ص ۲۰، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۲ ص ۲۹۰، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۶ ترجمہ ۲۲۴۵، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۴۷۸، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۵۳۱، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۳۳۴، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ ص ۶۶۳، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۹ ص ۳۶۸، تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ ص ۱۹۴، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۲۰۷، ۳۲۷، ۴۸۴

متعدد علماء نے اِس حدیث کی تضعیف کی ہے جنمیں سے ایک علامہ ابن حجر مکی الھیتمیؒ بھی ہیں مگر اُس سے "ضعف" کے اِعتراف کے باوجود اُس کی تمام علل سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اُس معروف قول "یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال" کے ذریعے اُس کے ضعف کا توڑ لاتے ہیں گویا یہ قول ایسا منتر ہے جو کیسے ہی لاعلاج مریض پر پھونک دیا جائے وہ تندرست و توانا نظر آنے لگتا ہے، لیکن اگر اُس منتر کے قائل حضرات سے یہ پوچھا جائے کہ علامہ ابن حجر مکیؒ کے پاس اِس قیام کے فضائل اعمال میں سے ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو شاید ان سے جواب نہ بن پڑے۔

پانچویں حدیث

ایک حدیث میں وارد ہے:

" لما وضعت أم کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھا خلقناکم، وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ أخری"

حضرت ابو امامہ الباہلیؓ کی اس حدیث کو امام نوویؒ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسکی تخریج امام احمدؒ نے عبید اللہ بن زحر عن علی بن زید بن جدعان عن القاسم کی روایت سے کی ہے اور تینوں ضعفاء ہیں لیکن فضائل کی احادیث کے ساتھ بنظرِ استحباب رعایت کی جاتی ہے خواہ وہ ضعیف الاسناد ہی ہوں اور ترغیب و ترہیب میں اِن پر عمل کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث اسی میں سے ہی ہے، واللہ أعلم"[۳۸۶]

اس حدیث کے متعلق امام نوویؒ کا قول کئی اعتبار سے قابلِ گرفت ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ قاسم سے روایت کرنیوالا راوی علی بن زید بن جدعان نہیں بلکہ علی بن یزید الالھانی ہے جیسا کہ اصل "مسند احمد"[۳۸۷] میں مذکور ہے۔ دوسری بات یہ کہ زیرِ مطالعہ حدیث ابن حبانؒ کے قول:

---

[۳۸۶] ج ۵ ص ۲۹۳-۲۹۴

[۳۸۷] مسند احمد جلد ۵ ص ۲۵۴

"عبيد الله بن زحر يروى الموضوعات عن الاثبات واذا روى عن علي بن يزيد أتى بالطامات واذا اجتمع في اسناد خبر عبيد الله وعلي بن يزيد والقاسم ابو عبد الرحمن لم يكن ذلك الخبر الا مما عملته ايديهم"

کے مطابق ضعیف جداً بلکہ موضوع قرار پاتی ہے۔ اگر "موضوع" نہ مانا جائے تو بھی یہ کم از کم "ضعیف جداً" ضرور ہے لہٰذا اصولیین اور محدثین کی قائم کردہ پہلی شرطِ قبول کے مطابق یہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں مزعومہ استحباب کی کوئی تفصیل بھی مذکور نہیں ہے تو امام نوویؒ کے پاس اسکے استحباب کی کیا دلیل ہے؟ چوتھا سوال یہ ہے کہ زیر مطالعہ حدیث کے مطالعے سے یہ کہاں پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق فضائل اعمال سے ہے؟

"عبید اللہ بن زحر" کے تفصیلی ترجمہ کے لئے تاریخ یحیٰی بن معینؒ، علل لابن حنبلؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تہذیب التہذیب ابن حجرؒ اور تقریب التہذیب لابن حجرؒ وغیرہ[۳۸۸] اور "علی بن یزید" کے تفصیلی ترجمہ کے لئے سؤالات محمد بن عثمان، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، تاریخ الصغیر للبخاریؒ، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، ضعفاء والمتروکون للنسائی ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ

۳۸۸ھ تاریخ یحیٰی بن معینؒ جلد ۲ صـ ۱۲۴، علل لابن حنبل جلد ۱ صـ ۴۱، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۳ صـ ۳۸۲، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ جلد ۲ صـ ۴۳۴، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۳ صـ ۱۲۰، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۲ صـ ۳۱۵، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۲ صـ ۶۲-۶۳، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۴ ترجمہ ۱۶۳۱، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۳۲۷ میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ صـ ۶، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۶ صـ ۱۳، تقریب التہذیب لابن حجر جلد ۱ صـ ۵۳۳۔

تہذیب التہذیب لابن حجر و تقریب التہذیب لابن حجرؒ وغیرہ[389] اور "قاسم ابو عبدالرحمٰن" کے تفصیلی ترجمہ کے لئے تقریب التہذیب لابن حجرؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ اور فہارس مجمع الزوائد للزغلول[390] وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہو گی۔

چھٹی حدیث

ایک حدیث میں مروی ہے:

"من أدى الفريضة وعلّم الناس الخير كان فضله على العابد المجاهد كفضلي على أدناكم رجلا ومن بلغه عن الله فضل فأخذ بذلك الفضل الذي بلغه أعطاه الله تعالى ما بلغه وإن كان الذي حدثه كاذبا"

اس کی تخریج حافظ ابن عبدالبرؒ نے کتاب العلم میں بطریق خلف بن السکن حدثنا محمد بن قاسم بن ذکریا المحاربی حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء أنبأنا عمر بن یزیع ابو سعید الطیالسی عن الحارث بن الحجاج بن أبي الحجاج عن ابی معمر عن انس مرفوعاً کی ہے۔ اس باب میں

---

[389] سؤالات محمد بن عثمانؒ ترجمہ ۲۱۸، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۳ صفحہ ۱۰۱، تاریخ الصغیر للبخاریؒ جلد ۲ صفحہ ۱۱۳، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۸۱، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۳ صفحہ ۲۵۴، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد ۳ صفحہ ۲۰۸، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۲ صفحہ ۱۱، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۵ ترجمہ ۱۸۲۵، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۴۳۲، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۴۰۲، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ صفحہ ۱۶۱، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ جلد ۲ صفحہ ۴۵۷، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۸ صفحہ ۳۹۶، تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ صفحہ ۴۶۔

[390] تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ صفحہ ۳۷۳، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۴ صفحہ ۱۵۹، تاریخ یحییٰ بن معینؒ جلد ۲ صفحہ ۴۸۱، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۳ صفحہ ۱۱۳، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۲ صفحہ ۲۱۱، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۸ صفحہ ۳۲۲، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۳ صفحہ ۴۷۳، مجمع الزوائد للہیثمیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۳، ۷۷، ۵، ۹۳، ۱۲۵، فہارس مجمع الزوائد للزغلول جلد ۳ صفحہ ۴۷۳

میں کئی اور روایات بھی وارد ہیں جن کی تخریج حسن بن عرفہ، دارقطنی، ابن حبان، بغوی، مرھبی، ابو یعلیٰ اور طبرانی وغیرہ نے مختلف اسناد اور مختلف الفاظ کے ساتھ کی ہے لیکن ان تمام طُرق میں سے ایک بھی صالح استناد نہیں ہے جیسا کہ ہم نے زیرِ مطالعہ رسالہ کے اختتام پر ملحق شدہ مضمون میں بالتفصیل و بدلائل ثابت کیا ہے۔

زیرِ مطالعہ حدیث کو روایت کرنے کے بعد علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

"یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے کیونکہ اسمیں ابو معمر عباد بن عبداللہ کا تفرد ہے اور وہ متروک ہے مگر اکثر اہلِ علم حضرات فضائل میں تساہل کرتے ہیں اور اس باب میں ہر طرح کے راوی سے روایت کرتے ہیں مگر احادیث الاحکام میں تشدد اختیار کرتے ہیں۔"

حافظ ابن عبدالبرؒ کے اس قول کو علامہ سخاویؒ نے "مقاصد الحسنہ" میں، علامہ محمد اسماعیل عجلونیؒ نے "کشف الخفاء ومزیل الالباس" میں، علامہ زرکشیؒ نے "تذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ" میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" میں، علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے تنزیۃ الشریعہ میں اور علامہ شوکانیؒ نے "فوائد المجموعۃ" میں نقل کیا ہے[۳۹۱]۔ لیکن سوائے علامہ شوکانیؒ کے تمام علماء نے حافظ عبدالبرؒ کی فضائل اعمال کی اس جادوئی تاویل پر خاموشی اختیار کرکے گویا ان سے اتفاق کیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے ملحقہ مضمون کی طرف رجوع فرمائیں۔

ساتویں حدیث

ایک حدیث میں مروی ہے:

"انّ بلالاً اخذ فی الاقامۃ فلما ان قال قد قامت الصّلوۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أقامھا اللہ و أدامھا وقال فی سائر الاقامۃ کنحو حدیث عمرؓ فی الاذان"

---

۳۹۱ ؎ مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص۴۰۵، کشف الخفاء للعجلونیؒ جلد ۲ ص۳۱۰، تذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ للزرکشیؒ ص۱۱۴، اللآلی المصنوعہ للسیوطیؒ جلد ۱ ص۲۱۵ تنزیۃ الشریعہ لابن عراقؒ جلد ۱ ص۲۶۵، فوائد المجموعۃؒ جلد ۱ ص۲۸۳

اس حدیث کی تخریج ابوداؤد السجستانیؒ نے اپنی "سنن"[۳۹۲] میں بطریق سلیمان بن داؤد العتکی ثنا محمد بن ثابت حدثنی رجل من اھل الشام عن شھر بن حوشب عن ابی امامہ أو عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہ کی ہے اس حدیث پر عمل کو بعض علماء نے حسب عادت بلاتحقیق فضائل اعمال میں شمار کیا ہے۔ علامہ نووی نے "اذکار"[۳۹۳] میں، علامہ ابن قدامہ المقدسیؒ نے "مغنی"[۳۹۴] میں، علامہ عبدالرحمان مبارکپوری نے "تحفۃ الاحوذی"[۳۹۵] میں، استاذ سید سابق نے "فقہ السنہ"[۳۹۶] میں اس سے مجاورۃ القیم کے استحباب بیان کیا ہے۔ علامہ ابن علانؒ نے "شرح الوجیز مختصر"[۳۹۷] میں، علامہ ابن قیم نے "وابل الصیف"[۳۹۸] میں امام نوویؒ نے "شرح صحیح مسلم"[۳۹۹] میں، علامہ محمد اسماعیل عجلونیؒ نے "کشف الخفاء ومزیل الالباس"[۴۰۰] میں، علامہ محمد بن اسماعیل الکحلانیؒ نے "سبل السلام"[۴۰۱] میں اور ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے "فقہ الاسلامی وأدلتہ"[۴۰۲] میں اسکے مسنون ہونے کا ذکر کیا ہے، حالانکہ یہ حدیث قطعی طور پر ضعیف ہے کیونکہ:

(۱)۔ "حدثنی رجل من اھل الشام" اسناد میں مجہول شخص کی موجودگی کی علامت ہے

(۲)۔ "أو عن بعض أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم" سے کسی صحابی رسول کی تعیین نہیں ہو پاتی بلکہ یہ کلمہ راوی کے شک وشبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳۹۲ھ سنن ابوداؤدؒ مع عون المعبود جلد۳ صفحہ۲۰۵، مشکوٰۃ المصابیح مع تنقیح الرواۃ جلد۱ صفحہ۱۱۹

۳۹۳ھ اذکار للنوویؒ صفحہ۳۹، ۳۹۴ھ مغنی لابن قدامہؒ جلد۱ صفحہ۴۲۷، ۳۹۵ھ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ جلد۱ صفحہ۱۸۳، ۳۹۶ھ فقہ السنہ للسید السابق جلد۱ صفحہ۱۱۶، ۳۹۷ھ شرح الوجیز مختصر لابن علانؒ برحاشیہ کتاب الاذکار للنوویؒ صفحہ۳۹۔

۳۹۸ھ وابل الصیف لابن قیمؒ صفحہ۱۱۸۔ ۳۹۹ھ شرح صحیح مسلمؒ للنوویؒ جلد۴ صفحہ۸۸

۴۰۰ھ کشف الخفاء للعجلونیؒ جلد۱ صفحہ۱۸۱،

۴۰۱ھ سبل السلام شرح بلوغ المرام للکحلانیؒ جلد۱ صفحہ۱۲۷

۴۰۲ھ فقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی جلد۱ صفحہ۵۵۲۔۵۵۴

۳۔ اس کی سند میں ایک متکلم فیہ راوی شہر بن حوشب موجود ہے جو اکثریت کے نزدیک "ضعیف" اور بعض کے نزدیک "متروک" ہے۔ شہر بن حوشب کے تفصیلی ترجمہ کے لئے ضعفاء والمتروکون للنسائی، تقریب التہذیب لابن حجر، فتح الباری لابن حجر، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، معرفۃ الثقات للعجلی، خاتمۃ الترغیب للمنذری، عون المعبود لابی الطیب شمس الحق، مجروحین لابن حبان، ضعفاء الکبیر للعقیلی، میزان الاعتدال للذہبی، تاریخ یحییٰ بن معین، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم، کامل فی الضعفاء لابن عدی، مجمع الزوائد للہیثمی، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی وغیرہ[۴۰۳] ملاحظہ فرمائیں۔

ان تمام علل کی تفصیل کے لئے تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی للمبارکفوری، عون المعبود شرح سنن ابو داؤد لابی الطیب شمس الحق، تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ للسید ابی الوزیر، بذل المجہود شرح سنن ابو داؤد للسہارنفوری[۴۰۴]، کتاب الدعا للخفری[۴۰۵]، سنن والمبتدعات للشقیری[۴۰۶]، مشکاۃ المصابیح بتحقیق الألبانی وغیرہ[۴۰۷] اور خصوصاً راقم الحروف کے مطبوعہ مضمون "أقامھا اللہ وأدامھا کی تحقیق مع استدارک"[۴۰۸] کی طرف رجوع فرمائیں۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس

---

۴۰۳ ضعفاء والمتروکون للنسائی ترجمہ ۲۹۴، تقریب التہذیب لابن حجر جلد ۱ ص ۳۵۵، فتح الباری لابن حجر جلد ۳ ص ۶۵، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری جلد ۱ ص ۹۶، ۲۷۰، معرفۃ الثقات للعجلی جلد ۱ ص ۴۶۱، خاتمۃ الترغیب للمنذری جلد ۴ ص ۲۴۸، عون المعبود لابی الطیب جلد ۱ ص ۲۰، مجروحین لابن حبان جلد ۱ ص ۳۶۱، ضعفاء الکبیر للعقیلی جلد ۲ ص ۱۹۱، میزان الاعتدال للذہبی جلد ۲ ص ۲۸۳، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۲۶، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد ۲ ص ۳۸۲، کامل فی الضعفاء لابن عدی جلد ۴ ترجمہ ۱۳۵۴، مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۱ ص ۲۷، ۵۴، ۱۸۴، ۲۱۳، جلد ۳ ص ۱۲۵، ۱۶۸، ۱۸۱، جلد ۴ ص ۵۱۔ ۲۹۴، ۲۱۷، ج ۵ ص ۲۶۱، ۱۴۷، ج ۶ ص ۲۲۸، ج ۱۰ ص ۶۳، ۶۴، ۲۲۱، ۲۴۰، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۲۰۷۔ ۲۰۸، سلسلۃ الاحادیث ضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی جلد ۱ ص ۲۰، ۵۰۵، جلد ۲ ص ۱۰۱

۴۰۴ بذل المجہود شرح سنن ابو داؤد از خلیل احمد سہارنپوری جلد ۴ ص ۹۳۔

۴۰۵ کتاب الدعا للخفری ص ۸۷، ۴۰۶ سنن والمبتدعات للشقیری جلد ۱ ص ۱۵، ۴۰۷ مشکاۃ المصابیح بتحقیق الألبانی جلد ۱ ص ۲۱۲۔ ۴۰۸ ماہنامہ "محدث" لاہور جلد ۱۸ عدد ۷ تا ۹ ص ۱۱۔ ۲۰، و ص ۱۴۔ ۲۱ بمطابق ماہ مارچ تا مئی ۱۹۸۸ء۔

مجاورۃ المقیم کے مستحب یا مسنون یا فضائل اعمال میں سے ہونے کی ہمارے علماء کے پاس کیا دلیل ہے؟ اور کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ عنداالعمل وہ اِسکے غیر ثابت ہونے کا اِعتقاد رکھتا ہے؟

آٹھویں حدیث

ایک حدیث جسے علامہ ابوالحسنات عبدالحیٔ لکھنوی مرحوم نے رسالہ "الاجوبۃ الفاضلہ" میں "شرح مواہب اللدنیہ"[۴۰۹] للزرقانی" کے حوالہ سے اِس طرح نقل کی ہے:

" حاکمؒ، ابونعیمؒ اور ابن عساکرؒ نے حضرت علیؓ سے مرفوعاً تخریج کی ہے:

اذاکتبتم الحدیث فاکتبوہ باسناد فان یك حقًا کنتم شرکاء فی الأجر، وان یك باطلًا کان وزرہ علیہ "[۴۱۰]

(یعنی جب تم حدیث لکھو تو اسکی سند کے ساتھ لکھو پس اگر وہ حق ہوئی تو تم اجر میں شریک ہوگے اور اگر غلط و باطل ہوئی تو اس کا گناہ اِسی پر ہوگا۔ (ناقل پر نہ ہوگا)۔)

اس حدیث کو عثمان بن محمد المحمیؒ نے اپنی کتاب "الحدیث"[۴۱۱] میں لطریق عباد بن یعقوب قال ثنا سعید بن عمرو العنبری عن مسعدۃ بن صدقہ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین عن ابی عن جدہ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضرت علیؓ کی اس حدیث کی تخریج ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ" میں امام حاکمؒ نے " علوم الحدیث" میں اور ابونعیمؒ وغیرہ نے بھی کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اِس کو " جامع الصغیر"[۴۱۲] میں وارد کیا ہے لیکن اس کے ضعف کی طرف اِشارہ کیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اس حدیث کو "میزان الاعتدال"[۴۱۳] میں مسعدہ بن صدقہ (جو اس حدیث میں تمام آفت کی جڑ ہے) اسکے ترجمہ میں وارد کیا ہے

---

۴۰۹ شرح مواہب اللدنیہ للزرقانیؒ جلد ۵ صفحہ ۴۵۴ ۔ ۴۱۰ الاجوبۃ الفاضلہ لابوالحسنات ص ۲۶

۴۱۱ کتاب الحدیث للمحمی جلد ۱ ص ۲۰۸ ۔ ۴۱۲ جامع الصغیر للسیوطیؒ حدیث ۸۳۷

۴۱۳ میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۴ ص ۹۸

اور اس پر "موضوع" ہونے کا حکم لگایا ہے۔ علامہ مناویؒ علامہ سیوطیؒ پر تعقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "علامہ سیوطیؒ نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن یہ فقط ضعیف نہیں ہے بلکہ میزان میں تو اس کو موضوع کہا گیا ہے[414]"۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے "لسان المیزان" میں، علامہ محمد درویش حوت البیروتیؒ نے "اسنی المطالب[415]" میں اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے "ضعیف جامع الصغیر وزیادتہ[416]" اور سلسلۃ الضعیفہ والموضوعہ[417]" میں امام ذہبیؒ کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔

محدثین کی ان تمام تصریحات کے باوجود مولانا عبدالحیٔ لکھنوی مرحوم نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور اس پر غالباً اسلئے سکوت اختیار کیا ہے کہ آں رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث کا شمار بھی فضائل اعمال میں ہے۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فی الواقع یہ حدیث ضعیف اور موضوع احادیث کی بلاروک ٹوک تبلیغ، ترویج، اشاعت اور ان پر عمل کرنے کے لئے اُبھارنے والے ذرائع میں سے ایک مؤثر اور عظیم ذریعہ ہے۔ جب اس بات کا یقین دلا دیا گیا ہے کہ اگر وہ حدیث حق ہوئی تو تم اجر میں شریک ہوگے اور اگر غلط و باطل ہوئی تو بھی تمہارا کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے گناہ کا تمام وبال تم پر نہیں بلکہ اس کے رواۃ پر ہوگا تو پھر ضعیف، منکر، موضوع، بے اصل اور باطل روایات میں سے جو دل چاہے بلا تکلف بیان کرتے رہو یا ان کی تشہیر کرتے پھرو، حالانکہ اس سے قبل متعدد مقامات پر بیان کیا جا چکا ہے کہ تمام اہل علم حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ "موضوع" احادیث کی روایت جائز نہیں ہے اِلّا یہ کہ اس کے وضع کو

---

۴۱۳ ؎ میزان الاعتدال الذہبیؒ جلد ۲ صفحہ ۹۸، ۴۱۴ ؎ فیض القدیر للمناویؒ جلد ۱ صفحہ ۴۳۳-۴۳۴

۴۱۵ ؎ اسنی المطالب للحوت بیروتیؒ صفحہ ۴۸۔ ۴۱۶ ؎ ضعیف الجامع الصغیر و زیادتہ تحقیق الالبانی ج ۱ صفحہ ۲۳۔ ۴۱۷ ؎ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی جلد ۲ صفحہ ۲۲۵

بیان کرنا مقصود ہو۔

نویں حدیث ایک اور حدیث مثال کے طور پر پیش خدمت ہے :

"أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة فهو أفضل من سبعين حجة (في غير جمعة) رواه رزين"

اس حدیث کو بھی مولانا عبدالحیٔ لکھنوی مرحوم نے رسالہ "الاجوبۃ الفاضلۃ" میں ملا علی قاری کے رسالہ "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" کے حوالہ سے نقل کیا ہے پھر اس حدیث کے متعلق ملا علی قاری کا یہ قول نقل فرمایا ہے :

"بعض محدثین نے اس حدیث کی اسناد کے ضعیف ہونے کا جو ذکر کیا ہے تو اس تضعیف سے علی تقدیر صحت پر مقصود کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں تمام ارباب کمال علماء کے نزدیک معتبر ہے[۴۱۸]"

مولانا لکھنوی مرحوم نے ملا علی قاری کا مذکورہ قول نقل کرکے گویا اس سے اپنے اتفاق کا اظہار کیا ہے حالانکہ یہ حدیث قطعی طور پر "ضعیف" بلکہ بعض محدثین کے نزدیک "باطل" اور "بے اصل" ہے پھر اس کا طریق اسناد بھی غیر معروف ہے۔ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری (شارح جامع ترمذی) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں :

"عوام میں یہ بات شہرت پا گئی ہے کہ اگر یوم عرفہ بروز جمعہ پڑے تو وہ حج، حج اکبر ہوتا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ رزین نے طلحہ بن عبیداللہ بن کریز سے مرسلاً اسکی روایت کی ہے..... ایسا "جمع الفوائد" میں درج ہے لیکن میں اسکی اسناد سے واقف نہیں ہوں"[۴۱۹]

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :

"رزین نے اسے اپنی "جامع" میں مرفوعاً ذکر کیا ہے لیکن یہ وہ حدیث ہے جس کے حال کا مجھے علم نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ نہ اس صحابی کا ذکر موجود ہے جو اسے آں صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے اور

اور نہ مخرجین میں سے کسی کا نام بلکہ یہ حدیث الموطا میں درج ہے الخ"۔[۴۲۰]

حافظ ابن قیم الجوزیہؒ رقمطراز ہیں :

"اور جہاں تک عوام میں مشہور اس بات سے مستفاض ہوتا ہے کہ یہ یوم عرفہ (بروز جمعہ) بہتر حج کے مساوی ہے تو یہ قطعاً باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ و تابعین میں سے کسی سے (اسکی کوئی اصل منقول ہے)، واللہ أعلم"۔[۴۲۱]

علامہ مناویؒ نے "فیض القدیر"[۴۲۲] میں اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ"[۴۲۳] میں امام ابن القیمؒ کی تائید میں اسے "باطل" اور "لا أصل لہ" (بے اصل) بتایا ہے۔ مزید تفصیلات کیلئے راقم الحروف کے مستقل مضمون بعنوان "حج اکبر کیا ہے" کی طرف رجوع فرمائیں :

زیر مطالعہ حدیث کے متعلق محدثین کرام کے ان فیصلوں کی روشنی میں ملا علی قاریؒ اور مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنویؒ کے مذکورہ بالا قول کو اگر بغور دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ ان دونوں فضلاء نے اس بارے میں کس قدر خرابی پیدا کرنیکی کوشش کی ہے اور محدثین و اصولیین کی مقرر کردہ تینوں شرائط قبول سے کس طرح انحراف کیا ہے۔ اگر وہ حضرات اس حدیث کی اسناد یا اسکے أحوال سے واقف ہوتے تو یقیناً "فعلی تقدیر صحتہ" (یعنی محدثین کے دعویٰ ضعف کی صحت کی تقدیر پر) لکھ کر راہ جدل اختیار نہ کرتے بلکہ بصراحت اس کا ذکر کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ان فضلاء کے پاس کوئی چارہ کار نہ رہا تو انہوں نے یہاں بھی ضعیف حدیث کے فضائل اعمال میں معتبر ہونے کا جادوئی ڈنڈا گھمایا اور اپنا الو سیدھا کر لیا۔ فانا للہ الخ۔

---

[۴۲۰] فتح الباری لابن حجرؒ جلد ۸ صفحہ ۲۷۱۔ [۴۲۱] زاد المعاد لابن قیمؒ جلد ۱ صفحہ ۲۳

[۴۲۲] فیض القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۔ [۴۲۳] سلسلۃ الأحادیث الضعیفہ والموضوعہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۵

اس قسم کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں محدثین اور اصولیین کی مقرر کردہ شرائط کو ہمارے مقتدر علماء نے بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

حالانکہ کم از کم ہر روایت کے ضعف کو واضح کرنا ہی ان پر واجب تھا جیسا کہ استاذ محمد شاکرؒ فرماتے ہیں:

"میں دیکھتا ہوں کہ ضعیف حدیث کے ضعف کا بیان کرنا ہر حال میں واجب ہے کیونکہ اس کے ضعف کو بیان نہ کرنا مطلع علیہ کو وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے بالخصوص جب کہ اس کو نقل کرنے والا شخص علمائے حدیث میں سے ہو کہ جن کے قول کی طرف اس سلسلہ میں رجوع کیا جاتا ہے الخ" [۴۲۴]

پس جب علماء کا یہ حال ہے تو عوام الناس، جو ان علماء ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، سے ان شرائط قبول کی پابندی کی توقع کرنا یقیناً عبث ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ان شرائط کا التزام عملی زندگی میں مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے، البتہ کتابوں کے صفحات سیاہ کرنے کے لئے ان دلچسپ شرائط کا تذکرہ کافی دلکش مشغلہ ہے۔ واللہ اعلم

۴۔ علماء جن کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل مطلقاً ناجائز ہے

کبار محدثین اور علماء کا ایک چوتھا گروہ وہ ہے جو ضعیف حدیث پر عمل کو نہ احکام میں جائز تصور کرتا ہے اور نہ فضائل اعمال وغیرہ میں [۴۲۵]

علامہ عبد الحیٔ لکھنوی مرحوم کا دعویٰ ہے کہ: "یہ مذہب ضعیف ہے"، مگر واقعہ یہ ہے کہ محدثین و اصولیین کے اس گروہ میں یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ)، ابن حبان البستی (م ۳۵۴ھ)، امام مسلم (م ۲۶۱ھ)، امام بخاری (م ۲۵۶ھ)، ابن حزم (م ۴۵۶ھ)، ابن العربی مالکی (م ۵۴۳ھ)، ابو شامہ المقدسی (م ۶۶۵ھ)، ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، شاطبی الغرناطی (م ۷۹۰ھ)، علامہ شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) اور خطیب بغدادی وغیرہ رحمہم اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیات شامل ہیں۔

---

۴۲۴ مختصر باعث الحثیث للشاکر ص ۱۰۱ ۴۲۵ اجوبۃ الفاضلہ لابی الحسنات ص ۵۳

یحییٰ بن معینؒ اور ابن العربیؒ کا مسلک

علامہ شیخ محمد جمال الدین قاسمی فرماتے ہیں :

" ابن سید الناس نے " عیون الاثر " میں یحییٰ بن معینؒ کی نسبت اور علامہ سخاویؒ نے " فتح المغیث[426] " میں علامہ ابو بکر ابن العربیؒ کی بابت بیان کیا ہے کہ آں رحمہا اللہ ضعیف حدیث پر عمل کو مطلقاً جائز نہیں سمجھتے تھے۔ بظاہر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ جامع الصحیح میں امام بخاریؒ کی شرط اور امام مسلمؒ کا ضعیف رواۃ پر تشنیع کرنا نیز صحیحین میں ان سے کسی روایت کی تخریج نہ کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے "[427]

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی " تدریب الراوی " میں ابوبکر ابن العربیؒ کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل مطلقاً جائز نہ ہونا بیان کیا ہے۔[428]

امام بخاریؒ کا احادیث ترغیب و ترہیب میں تساہل کا دعویٰ باطل ہے

امام بخاریؒ کے مسلک کی وضاحت شیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ کے مندرجہ بالا اقتباس میں بیان ہو چکی ہے

امام بخاریؒ کے اس صریح مسلک کے خلاف مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مرحوم کے قابلِ فخر بھانجے اور شاگرد مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم (صاحب " اعلاء السنن ") نے " قواعد فی علوم الحدیث " میں ایک عنوان اس طرح مقرر کیا ہے :

" احادیث ترغیب و ترہیب میں امام بخاریؒ کا تساہل " اور اس کے تحت لکھتے ہیں :

" (امام ابن حجر عسقلانیؒ) محمد بن عبد الرحمٰن الطفاوی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں : ابو زرعہؒ کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہے ابن عدیؒ نے اس کی کئی احادیث وارد کی ہیں۔ میں کہتا ہوں : اس سے بخاریؒ میں تین احادیث مروی ہیں جنھیں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر ابن عدیؒ نے نکارت کی ہو۔ اس میں سے تیسری " الرقاق " میں ہے :

---

[426] فتح المغیث للسخاوی ص ۱۲۰ ، [427] قواعد التحدیث للقاسمی ص ۱۱۳

[428] تدریب الراوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۲۹۹

کن فی الدنیا کأنک غریب۔

اسمیں طفاوی کا تفرد ہے اور یہ روایت صحیح کی غرائب میں سے ہے۔ امام بخاریؒ نے اسمیں شدت نہیں کی ہے کیونکہ یہ احادیث ترغیب وترہیب میں سے ہے انتھی۔ میں کہتا ہوں؛ اسمیں احادیث فضائل میں محدثین کے مشہور تساہل کی تائید موجود ہے الخ"[۴۲۹]

تحقیق کے نام پر علمی خیانت کی اس سے بدتر مثال شاید مشکل ہی سے ملے گی کیونکہ مولانا عثمانی مرحوم نے ابن حجر عسقلانیؒ کی اصل عبارت میں اسقدر قطع وبرید سے کام لیا ہے کہ اسکی اصل ہیئت ہی بدل ڈالی ہے۔ یہ کون سا محققانہ یا محدثانہ طریقہ ہے کہ کسی راوی پر جارحین کی جرح تو نقل کر دی جائے لیکن معدلین کی تعدیل جو اس راوی کے کے متعلق منقول ہو اسے محض اپنے مقصد و منشا کے خلاف پاکر نظر انداز کر دیا جائے۔ مولانا عثمانی مرحوم کی اس علمی خیانت کو واضح کرنے کے لئے ہم ذیل میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں:

محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی امام احمد بن حنبلؒ کے شیوخ میں سے تھے، ابن المدینیؒ نے انھیں ثقہ بتایا ہے، ابوحاتمؒ کا قول ہے: صدوق إلا انه يهم أحيانا۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں: اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابوزرعہؒ کا قول ہے: منکر الحدیث ہے ابن عدیؒ نے ان کی کئی احادیث وارد کی ہیں اور فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بخاریؒ میں ان سے تین احادیث مروی ہیں جن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر ابن عدی نے نکارت کی ہو..... تیسری حدیث "الرقاق" میں عن علی عنہ عن الأعمش عن مجاهد عن ابن عمر:

کن فی الدنیا کأنک غریب[۴۳۰]

---

۴۲۹ قواعد فی علوم الحدیث للقاسمی صہ ۲۶۴

۴۳۰ صحیح البخاری مع فتح الباری جلد ۱۱ صہ ۲۳۳

دالحدیث" ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جسمیں الطفاوی کا تفرد ہے نیز یہ حدیث صحیح کی غرائب میں سے ہے۔ امام بخاریؒ نے اسمیں شدت نہیں کی ہے کیونکہ یہ احادیث ترغیب و ترھیب میں سے ہے، واللہ اعلم۔ میں نے نوادر الاصول للحکیم الترمذی میں مالک بن سعید عن الاعمش کے طریق میں اسکی متابعت پائی ہے واللہ اعلم۔ اور تینوں اصحاب سنن نے اس سے روایت کی ہے الخ"۔ ۴۳۱

پس معلوم ہوا کہ محمد بن عبد الرحمٰن الطفاوی شیخ مشہور اور ثقہ راوی ہے۔ "ھدی الساری" کے مذکورہ بالا اقتباس میں ابوزرعہ، ابن المدینی، ابو حاتم الرازی، ابن معین، امام احمد اور ابن عدی رحمہم اللہ کے اقوال آپنے ملاحظ فرمائے۔ صرف ابوزرعہ نے انہیں منکر الحدیث بتایا ہے لیکن ابوزرعہ کی یہ جرح قابل التفات نہیں ہے۔ ابن حبانؒ نے طفاوی کو اپنی کتاب "الثقات" میں اور امام ذہبیؒ نے "معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم بما لا یوجب الرد" میں وارد کیا ہے۔ مزید تفصیلات کیلئے ثقات لابن حبانؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ اور معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم بما لا یوجب الرد للذہبی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں ۴۳۲ لہذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث الطفاوی کی وجہ سے معلول نہیں ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم کی علمی خیانت کا نمونہ تو آپ نے اوپر ملاحظ فرما لیا۔ اب امام بخاریؒ سے متعلق انکے دعویٰ تساہل پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔ مولانا عثمانی مرحوم کے اس دعویٰ کی بنیاد اصلاً علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا یہ قول ہے: "امام بخاریؒ نے اسمیں شدت نہیں کی ہے کیونکہ یہ احادیث ترغیب و ترہیب میں سے ہے"۔

آں رحمہ اللہ اگرچہ "جامع الصحیح بخاریؒ" کے سب سے بہتر اور مقبول شارح سمجھے جاتے ہیں لیکن بلاشبہ یہاں پر ان سے خطاء ہوئی ہے۔ ان کا یہ قول امام بخاریؒ کے

---

۴۳۲ تقریب التہذیب لابن حجر جلد ۲ صفحہ ۱۸۵، تہذیب التہذیب لابن حجر جلد ۹ صفحہ ۲۹۶، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ صفحہ ۶۱۸، معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ صفحہ ۱۶۷-۱۶۸

مسلک کی نہیں بلکہ خود انکی اپنی فکر کی عکاسی کرتا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے احادیث ترغیب وترہیب اور فضائل اعمال وغیرہ کی اسانید میں تساہل اور ان کو قبول کرنے کی شرائط وغیرہ کے ضمن میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ضعیف احادیث کو مطلقاً قبول نہ کرنے کے بارے میں مسلک بالکل واضح اور مشہور ہے۔

امام بخاریؒ وغیرہ کا علی الاطلاق ضعیف حدیث کو اخذ کرنے سے منع فرمانا۔ علامہ کوثریؒ کی صراحت

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم کے دعویٰ کے بطلان کے لئے ہم ان کے ہی ہم مسلک عالم ومحقق علامہ کوثریؒ کے "مقالات" سے چند سطور پیش کرتے ہیں:

"والمنع من الأخذ بالضعيف على الإطلاق: مذهب بخاري ومسلم وابن العربي شيخ المالكية في عصره وابي شامة المقدسي الشافعيه في زمنه وابن حزم الظاهري والشوكاني ولهم بيان قوي في المسألة لا يهمل"[۴۳۳]

پس واضح اور ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ ضعیف احادیث پر عمل کو مطلقاً جائز نہ سمجھتے تھے بلکہ اس بارے میں انتہائی متشدد رویہ رکھتے تھے

امام مسلمؒ کا ضعیف احادیث کی روایت کرنے اور انھیں اپنانے کی مذمت فرمانا

اس معاملہ میں امام بخاریؒ کی طرح امام مسلمؒ کا مسلک بھی قطعی طور پر واضح ہے۔ اوپر علامہ جمال الدین قاسمیؒ اور علامہ کوثریؒ کے نقل کردہ اقتباسات میں اسکی صراحت مذکور ہے۔ امام مسلمؒ خود "خطبہ صحیح مسلم" میں فرماتے ہیں:

"اپنے چاروں اطراف ہم جو برائیاں دیکھتے ہیں وہ تمام اس وجہ سے ہیں کہ عوام نے احادیث صحیح کو چھوڑ کر ضعیف

۴۳۳؎ مقالات الکوثری، عنوان: کلمہ حول الاحادیث الضعیفہ ص۴۵-۴۶

احادیث اور منکر روایات کو اپنا شعار بنالیا ہے..... جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر کہ جو صحیح اور سقیم روایات اور ثقات ناقلین و متہمین کے درمیان تمیز کی صلاحیت رکھتا ہے ، واجب کیا ہے کہ سوائے صحیح احادیث کے اور کچھ روایت نہ کرے ۔ نیز اھل التہم، معاندین و اھل بدع کی روایت سے تقویٰ اختیار کرے ہمارے اس قول کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا [۴۳۴] اور "مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ" [۴۳۵]، اور " وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ " [۴۳۶]

یہ تمام آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق کی خبر ساقط غیر مقبول اور غیر عدل کی شہادت مردود ہے .... اگر فاسق کی خبر تمام اھل علم حضرات کے نزدیک غیر مقبول اور اسکی شہادت مردود ہے تو یہ بات منکر اور ضعیف احادیث کی روایت پر نفی کی دلیل ہوئی "۔ [۴۳۷]

امام حبانؒ کا ضعیف حدیث پر عمل جائز نہ سمجھنا

علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ امام ابن حبانؒ کی یہ عبارت :

" ان الرواية الضعيف لا يخرج من ليس بعدل عن حد المجهولين الى جملة اهل العدالة لان ما روى الضعيف و مالم يروى فى الحكم سيان "۔ [۴۳۸] نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

---

[۴۳۴] الحجرات - ۶ (ترجمہ : اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو)

[۴۳۵] البقرہ - ۲۸۲ (ترجمہ : ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو) [۴۳۶] الطلاق - ۲ (ترجمہ : اور اپنے میں سے ذی عدل دو شخصوں کو گواہ کر لو) [۴۳۷] خطبہ صحیح مسلمؒ صـ ۳۳

[۴۳۸] مجروحین لابن حبانؒ جلد ۱ صـ ۳۲۴

ابن حبانؒ کی اس دوسری تعلیل میں آں رحمہ اللہ کے اس مذھب کی طرف کوئی اشارہ موجود ہے کہ وہ ضعیف حدیث پر عمل کو جائز نہیں سمجھتے تھے الخ۔" ۴۳۹ھ

امام ابن تیمیہؒ کا مسلک

اس بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا مسلک بھی نہایت واضح ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کا ضعیف حدیث پر عمل کو مطلقاً درست نہ سمجھنے کا تذکرہ ضمناً دوسرے گروہ کے علماء کی بحث میں اوپر گزر چکا ہے۔ تکرار کے پیش نظر ہم یہاں اس کو نقل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

امام ابن حزمؒ کا مسلک

امام ابن حزمؒ کا مسلک اوپر علامہ کوثریؒ کے "مقالات" سے پیش کردہ اقتباس میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ضعیف حدیث پر عمل کے متعلق آں رحمہ اللہ مسلمانوں کے نزدیک وجوہ نقل ستہ کی صفات بیان کرتے ہوئے اس طرح رقمطراز ہیں:

"پانچویں چیز وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی کسی روایت کا اہل مشرق و مغرب سے یا گروہ درگروہ یا ثقہ در ثقہ سے منقول ہونا حتیٰ کہ اس روایت کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ لیکن اگر کسی طریق میں ایسا کوئی شخص موجود ہو جو کذب یا غفلت یا جہالت حال کے ساتھ مجروح ہو تو یہ بھی وہی چیز ہے جس کو بعض مسلمانوں نے بیان کرنا جائز رکھا ہے لیکن ہمارے نزدیک اس کا بیان کرنا، اسکی تصدیق کرنا یا اس سے کچھ اخذ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔" ۴۴۰ھ

علامہ شوکانیؒ کی حافظ ابن عبدالبرؒ کے کلام پر تنقید

امام شوکانیؒ کا مسلک اوپر علامہ کوثری کے "مقالات" سے نقل کردہ اقتباس میں بیان کیا جا چکا ہے۔ آں رحمہ اللہ کے اس

۴۳۹ھ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی جلد ۲ صفحہ ۳

۴۴۰ھ ملل والنحل لابن حزمؒ جلد ۲ صفحہ ۸۳

مسلک کی جھلک حافظ ابن عبدالبرؒ کے قول:

"وأهل العلم بجماعتهم يتساهلون في الفضائل فيرؤونها عن كل وإنما يتشددون في أحاديث الأحكام"

پر کئے گئے تعقب میں بھی نظر آتی ہے، چنانچہ "فوائد المجموعہ" کے ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ تمام شرعی احکام متساویۃ الاقدام ہیں، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ پس جب تک حجت قائم نہ ہو جائے، ان میں سے کسی شئے کا اثبات جائز نہیں ہے، جس نے ایسا کیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہی جو اس تعالیٰ نے نہیں فرمائی ہے، یہ فعل باعث عقوبت ہے جیسا کہ معروف ہے الخ۔"[۴۴۱]

خطیب بغدادیؒ کا مسلک

علامہ خطیب بغدادیؒ "الکفایہ" میں رقمطراز ہیں:

"ولو عمل العالم بخبر من ليس هو عنده عدلاً لم يكن عدلاً يجوز الأخذ لقوله والرجوع الى تعديله لأنه إذا احتملت أمانته أن يعمل بخبر من ليس بعدل عنده احتملت أمانته أن يزكي ويعدل من ليس بعدل۔"[۴۴۲]

استاذ شاکر کا ضعیف حدیث پر عمل سے منع فرمانا

علامہ استاذ احمد محمد شاکرؒ "باعث الحثیث" میں فرماتے ہیں:

"ضعیف روایات کے اخذ نہ کرنے کے متعلق احکام اور فضائل اعمال وغیرہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ کسی شخص کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی صحیح اور حسن احادیث کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ کوئی حجت نہیں ہے۔"[۴۴۳]

۴۴۱ے فوائد المجموعہ للشوکانیؒ ص۲۸۳، ۴۴۲ے کفایۃ للخطیب بغدادیؒ ص۱۵۵، ۴۴۳ے باعث الحثیث للشاکرؒ ص۱۰۱

مزید تفصیل کے لئے مقالات محمد زاہد الکوثریؒ، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث للشیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ، مقدمہ صحیح الترغیب والترھیب بتحقیق محمد ناصر الدین الالبانی مقدمہ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ للسیوطیؒ والنبھانی بتحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، قاعدۃ الجلیلہ فی التوسل والوسیلہ لابن تیمیہؒ، الاعتصام للشاطبی الغرناطیؒ، الموافقات للشاطبیؒ۔ باعث الحثیث لشرح اختصار علوم الحدیث للاستاذ احمد محمد شاکرؒ، قول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع للسخاویؒ، کفایہ للخطیب البغدادی، فوائد المجموعہ للشوکانیؒ، ملل والنحل لابن حزم الظاہریؒ اور حدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم للصباغ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔[۲۴۴]

عصرِ حاضر کے بعض مشاہیر کی تصریحات

عصرِ حاضر کے مشہور علماء کرام میں محدث شام شیخ محمد ناصر الدین الالبانی نے شیخ محمد بن جمیل زینو (مدرس فی دار الحدیث الخیریۃ مکۃ المکرمہ) شیخ علی حسن علی عبد الحمید الدمشقی (محشی "ماتمس الیہ حاجۃ القاری")، شیخ سلیم الھلالی (صاحب "الرد العلمی")، مولانا حبیب الرحمن صدیقی حنفی کاندھلوی (مؤلف "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت") اور مولانا محمد امین اثری رحمانی (صاحب "تحفۂ حدیث" و "روزہ" وغیرہ) حفظہم اللہ وغیرہ بھی کبار محدثین بالخصوص شیخین کی اسی فکر و نظریہ کے حامل و حامی ہیں۔ غیر ضروری طوالت سے بچنے کیلئے ذیل میں ہم صرف محدث عصر علامہ البانیؒ اور مولانا کاندھلوی

۲۴۴۔ مقالات محمد زاہد الکوثریؒ ص۴۴-۴۶، قواعد التحدیث للقاسمیؒ ص۱۱۳، مقدمہ صحیح الترغیب والترھیب للمنذریؒ بتحقیق الالبانی ص۱۶-۳۶، مقدمہ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ للسیوطیؒ والنبھانی بتحقیق الالبانی جلد۱ ص۴۹-۵۰، مجموع الفتاویٰ للشیخ الاسلامؒ جلد۱۸ ص۶۵-۶۸، قاعدۃ الجلیلہ فی التوسل والوسیلہ لابن تیمیہؒ ص۸۲، اعتصام للشاطبی الغرناطیؒ جلد۱ ص۲۲۹، موافقات للشاطبیؒ، باعث الحثیث للشاکرؒ ص۱۰۱، قول البدیع للسخاویؒ ص۱۹۵، الکفایہ للخطیب لبغدادیؒ ص۱۵۵، فوائد المجموعہ للشوکانیؒ ص۲۸۳، ملل والنحل لابن حزمؒ جلد نمبر۲ ص۸۳، حدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم للصباغ ص۲۲۲-۲۲۴

حفظہا اللہ کی تصانیف سے چند اقتباسات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

شیخ الالبانی کے اقوال

علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظ اللہ فرماتے ہیں:

"ضعیف احادیث کے ساتھ احتجاج جائز نہیں ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسکی نسبت کرنا جائز ہے اسی طرح ہمارے نزدیک اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ میں نے مقدمہ صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں واضح کیا ہے۔ اور یہ اہل علم مثلاً ابن تیمیہؒ وغیرہ کی ایک جماعت کا مذہب ہے"۔[۴۴۵]

علامہ الالبانی حفظ اللہ ایک ضعیف حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس بارے میں جو حدیث وارد ہے وہ ضعیف ہے جس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔ اسکی علت میں نے "سلسلۃ الضعیفۃ ۳۶۴" میں واضح کی ہے، پس اس پر عمل جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا تشریع ہے الخ"۔[۴۴۶]

اور:

"ائمہ تحقیق کا حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس پر عمل کرنے والوں کی کثرت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے ـــــ ائمہ تحقیق کا یہ قول کہ: "اس پر عمل کرنا بدعت ہے"، مجھے عجیب معلوم ہوا لیکن یہ وہ حقیقت ہے جس کے متعلق اکثر علماء ذہول کا شکار ہوئے ہیں، پس انہوں نے اس حدیث کے مثل بہت سے امور کو مشروع کر دیا ہے، ان افعال کو مستحب سمجھتے ہیں اور "یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال" کے قاعدہ کے قاعدہ کے مطابق اس پر اعتماد کرتے ہیں الخ"۔[۴۴۷]

---

۴۴۶ ایضاً ص۶۳، ۴۴۷ احکام الجنائز للالبانی ص۱۵۶

اور فرماتے ہیں :

"اس سے ساتھ استدلال جائز نہیں ہے خواہ یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ "بہت زیادہ ضعیف" یا "موضوع" نہیں بلکہ فقط "ضعیف" ہے کیونکہ بلا اتفاق شرعی احکام ضعیف حدیث سے ثابت نہیں ہوتے۔ میں نے امام نووی کو کبھی اس کے خلاف نہیں پایا تھا حتیٰ کہ اُنہوں نے یہ قاعدۂ خاطئہ بیان کیا:

"یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال" یہ قاعدہ قطعی غیر صحیح ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ" کے مقدمہ میں ثابت کیا ہے جو ان شاء اللہ عنقریب طبع ہونے والی ہے الخ" ۴۴۸ھ

جب کسی حدیث کا ضعف ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا فضائلِ اعمال میں اس پر عمل کرنے کا اصرار اِس حدیث کے اثبات اور اسے شریعت بنا دینے کے ہم معنی ہے جو انتہائی مذموم فعل بلکہ "قواعدِ شریعت سے بہت بعید ہے" ۴۴۹ھ

مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی حق پسندی

اب انجمن اسوۂ حسنہ پاکستان کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی حنفی کاندھلوی صاحب کہ جن کو فنِ حدیث سے کسی قدر شغف ہے، کا دو اقتباس بلا تبصرہ پیشِ خدمت ہے جسے آں محترم نے ملا علی قاری حنفیؒ کی مشہور کتاب "موضوعات الکبیر" کے اردو ترجمہ میں "فائدہ" کے تحت رقم فرمایا ہے:

فائدہ : "ضعیف روایت کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے اس امر پر تو سب متفق ہیں کہ احکام اور عقائد میں نہ تو ضعیف روایت قبول کی جائے گی اور نہ اسے بیان کیا جائے گا اور نہ اِس پر عمل کیا

۴۴۸ھ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۲ صہ ۲۶۴

۴۴۹ھ مشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی جلد ۱ صہ ۲۱۲

جا سکتا ہے۔ اگرچہ فقہاء متاخرین نے اس اصول کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ لیکن فضائل اور ترغیب و ترہیب میں علماء کا اختلاف ہے مذکورہ جماعت حدیث ضعیف کی روایت کی اجازت دیتی ہے اور اکثر احناف کا بھی یہی مذہب ہے لیکن کبار محدثین اسے جائز تصور نہیں کرتے۔ خود ائمہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ روایت حدیث میں بہت شدید تھے۔ ان کے علاوہ بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذی، نسائیؒ روایت ضعیف کو قبول نہیں فرماتے۔ امام ابن تیمیہؒ یہاں تک فرماتے ہیں:

لا یقبل احادیث الفضائل الا ما رواہ البخاریؒ و مسلمؒ والترمذیؒ۔ فضائل کی کوئی روایت قبول نہ کی جائے سوائے ان کے جو بخاریؒ، مسلمؒ و ترمذیؒ نے روایت کی ہو۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: احادیث الفضائل کلہا موضوعۃ او ضعیفۃ الا ما رواہ البخاریؒ و مسلمؒ والترمذیؒ۔ بخاریؒ، مسلمؒ اور ترمذیؒ کے علاوہ تمام فضائل کی احادیث یا موضوع ہیں یا ضعیف اور علی الخصوص موجودہ دور میں اہل بدع انہی ضعیف روایات کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرتے اور انہی روایت کے ذریعہ منکرین احادیث اور دہریہ قسم کے لوگ دین پر معترض ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں علماء کا فرض ہے کہ وہ ضعیف روایات بیان کرنے سے احتیاط کریں اور ضعیف بہر صورت ضعیف ہے چاہے وہ احکام میں ہو یا فضائل میں، عقائد میں ہو یا ترغیب میں۔ اور پھر اس پر مسائل کی بنیاد رکھنا گویا کہ بالفاظ دیگر اسے صحیح تسلیم کر لینے کے مترادف ہے تو یہ کیوں کر جائز ہوگا"۔[۲۵۰]

حاصل کلام اس طویل بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ احتیاط اور ورع کا انتہائی تقاضہ ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کو قطعاً ترک کر کے ان سے بے نیاز

---

[۲۵۰] "موضوعات کبیر للقاریؒ ترجمہ مولانا کاندھلوی ص ۵۱-۵۳

ہو جایا جائے اور صرف ان احادیث پر عمل پیرا ہوا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہیں۔ اس طرح انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب باندھنے کے احتمال سے کلی طور پر نجات پا جاتا ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور یقیناً آپ تمام حضرات سے بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہوگی کہ بیشتر علماء اور عوام کسی ضعیف احادیث پر عمل کرتے وقت گروہ ثالث کے ضمن میں بیان کی جانیوالی تمام شرائط کی پابندی کرنا تو درکنار ان سے صد فیصد واقف بھی نہیں ہوتے لہٰذا ان شرائطِ قبول کی خلاف ورزی کرنے کے سبب نادانستہ طور پر کذب علی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ عظیم میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مذکور ہے:

"کفی بالمرئ کذباً أن یحدث بکل ما سمع"۔[۴۵۱] "انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے وہ بیان کر دے"۔

امام مالک رحمہ کا مشہور قول ہے:

"اعلم أنه لیس یسلم رجل حدث بکل ما سمع ولا یکون إماماً أبداً وهو یحدث بکل ما سمع"۔

ابن حبان رحمہ نے اپنی "صحیح" میں ایک فصل کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: فصل:

"ذکر إیجاب دخول النار لمن نسب الشیئ الی المصطفی صلی اللہ علیه وسلم وهو غیر عالم بصحته"۔[۴۵۲]

(فصل اس بارے میں کہ جو شخص کسی چیز کی نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرے اور اس کی صحت کا علم نہ رکھتا ہو اس کے دخولِ جہنم کے ایجاب کا ذکر)

اور اس فصل کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی کی یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے:

"من قال علیّ مالم أقل فلیتبوأ مقعده من النار"۔ "جو شخص میرے متعلق ایسی بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو اس کو اپنا ٹھکانہ آگ سے بنا لینا چاہیئے"۔

---

۴۵۱ مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۸

۴۵۲ صحیح لابن حبان رحمہ صفحہ ۲۷

اس حدیث کی سند حسن ہے اور اسکی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ پھر امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں :

" ذکر الخبر الدال علی صحة ما أوما أنا الیه فی الباب المتقدم "

نیز ایک اور حدیث میں حضرت سمرة بن جندبؓ سے مروی ہے : ۴۵۳

" من حدث عنی بحدیث یُری انه کذب فهو أحد الکاذبین "

" جو شخص مجھ سے حدیث بیان کرے اور اس کا خیال ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے "

اس حدیث کے بعد امام حبانؒ فرماتے ہیں :

" ذکر خبر ثان یدل علی صحة ما ذهبنا الیه "

اور حضرت ابوھریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث نقل فرماتے ہیں۔ علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے حضرت ابوھریرہؓ کی اول الذکر حدیث کے پیشِ نظر کیا خوب فرمایا ہے :

" کفی بالمرء ضلالاً ان یعمل بکل ما سمع " ۴۵۴ — " انسان کی گمراہی کے لئے کافی ہے کہ ہر اس چیز پر عمل کرے جو کچھ وہ سُنے "

پس بدلائل واضح ہوا کہ جب تک کسی حدیث کی صحت ثابت نہ ہو جاتے اسکی نشر و اشاعت اور روایت جائز نہیں ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ بلاشبہ کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ میں مبتلا ہے ، اور یہ کوئی ایسی ویسی لغزش نہیں ہے بلکہ اس جرم کی سنگین نوعیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے :

" ان کذباً علی لیس ککذب علی أحد ، فمن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار " — " میرے اوپر جھوٹ بولنا کسی اور پر جھوٹ بولنے کے مثل نہیں ہے۔ جس شخص نے میرے اوپر متعمداً یعنی جانتے بوجھتے جھوٹ بولا اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا آگ سے بنا لے "

---

۴۵۳ صحیح مسلمؒ جلد ۱ صفحہ ، ۴۵۴ مقدمہ صحیح جامع الصغیر وزیادتہ بتحقیق الالبانی جلد ۱ صفحہ ۵۶

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اس شرمناک گناہ کے ارتکاب اور اس کے عبرتناک انجام سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین!
ان سطور کے ساتھ ہی ہم زیرِ نظر رسالہ ختم کرتے ہیں۔
وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلت کے بارے میں وارد ایک زبان زد حدیث (مَنْ بَلَغَه عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئٌ فِيْهِ فَضِيْلَةٌ فَاَخَذَ بِهٖ اِيْمَاناً بِهٖ وَرَجَاءَ ثَوَابِهٖ اَعْطَاهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ) کی تحقیق :-

ترجمہ ("جس شخص کو اللہ عزّوجل سے کوئی شے فضیلت کی پہنچے اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی غرض اسے لازم پکڑ لے تو اللہ عزّوجل اسے وہ شے عطا فرما دیتا ہے، اگر ایسا نہ ہو")

فضیلت کی اس حدیث کو عموماً حضرات جابر بن عبداللہ الانصاریؓ، ابن عمرؓ اور انسؓ سے مروی بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی تخریج حسن بن عرفہؒ نے اپنی "جزء" میں ابو محمد الخلالؒ نے "فضائل رجب" میں، خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد" میں، محمد بن طولونؒ نے اپنی "تاریخ" اور "اربعین" میں، حافظ ابن عبدالبرؒ نے "جامع بیان العلم" میں، ابواسمٰعیل السمرقندیؒ نے "ما قرب سند" میں، طبرانیؒ نے "معجم الاوسط" میں، ابو یعلیٰ موصلیؒ نے اپنی "مسند" میں، ابن عدیؒ نے "کامل فی الضعفاء" میں، عبداللہ بن محمد بغویؒ نے "حدیث کامل بن طلحہ الجحدریؒ" میں، ابن حبان البستیؒ نے "کتاب المجروحین" میں، ابن عساکرؒ نے "تجرید" میں، قاسم ابن الحافظ ابن عساکرؒ نے "اربعین السلفی" میں، ابوالشیخؒ نے "مکارم الاخلاق" میں عز بن جماعۃؒ نے "منسک الکبیر" میں، حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمیؒ نے "مسند الفردوس" میں اور مرہبیؒ نے "فضل العلم" میں تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ مختلف طرق سے کی ہے[1]

[1] جزء الحسن بن عرفہؒ ج ۱ ص ۱۰۱، فضائل رجب لابو محمد الخلالؒ جلد ۱ ص ۱۵، تاریخ بغداد للخطیبؒ جلد ۸ ص ۲۹۶ تاریخ محمد بن طولونؒ ص ۸۸، و ص ۹۵۳، اربعین لابن طولونؒ جلد ۲ ص ۱۵، جامع بیان العلم لابن عبدالبرؒ جلد ۱ ص ۲۲ ما قرب سند لابو اسماعیل السمرقندیؒ جلد ۱ ص ۲، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۲ ق ۲، حدیث کامل بن طلحہ الجحدریؒ للبغویؒ جلد ۱ ص ۲، کتاب المجروحین لابن حبان البستیؒ جلد ۱ ص ۱۹۹، تجرید لابن عساکرؒ جلد ۱ ص ۲، اربعین السلفی للقاسم ابن الحافظ ابن عساکرؒ جلد ۱ ص ۱۱۔

علامہ ابو الفرج ابن الجوزیؒ نے اس کو اپنی کتاب الموضوعات" میں، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ"، "جامع الصغیر" اور "درر المنتشرہ" میں، علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیہ الشریعہ المرفوعہ" میں، علامہ سخاویؒ نے "مقاصد الحسنہ" اور "قول البدیع" میں، علامہ محمد اسماعیل عجلونی الجراحیؒ نے "کشف الخفاء ومزیل الالباس" میں علامہ شوکانیؒ نے "فوائد المجموعہ" میں، علامہ زرکشیؒ نے "تذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ" میں، ملا علی قاریؒ نے "اسرار المرفوعہ" میں، علامہ شیبانی الاثریؒ نے "تمیز الطیب من الخبیث" میں، علامہ محمد درویش حوت البیروتیؒ نے "اسنی المطالب" میں، علامہ مناویؒ نے "فیض القدیر" میں، علامہ ابن ناصر الدین الدمشقیؒ نے "ترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" میں، مورخ ابن طولونؒ نے "توشیح بیان صلاۃ التسبیح" میں، علامہ ھیثمیؒ نے "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" میں اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ[۲]" میں وارد کیا ہے۔

ذیل میں اس حدیث کے جملہ طرق پر علمی بحث پیش کی جاتی ہے۔

---

۲ موضوعات لابن الجوزیؒ جلد ۱ ص ۲۵۵ و جلد ۳ ص ۱۵۲-۱۵۳، اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۲۱۴-۲۱۵، جامع الصغیر للسیوطیؒ حدیث ۸۵۶۲، درر المنتشرہ للسیوطیؒ حدیث ۳۸۱، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراق الکنانیؒ جلد ۱ ص ۲۶۵، مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص ۳۴۱، ۴۰۵، قول البدیع للسخاویؒ ص ۱۹۷، کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونیؒ جلد ۲ ص ۱۸۹، ۳۰۹، ۳۱۰، فوائد المجموعہ للشوکانیؒ ص ۲۸۳، تذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ للزرکشیؒ ص ۱۱۳-۱۱۴، اسرار المرفوعہ لملا علی القاری ص ۱۸۹ و ص ۲۲۴-۲۲۵، تمیز الطیب من الخبیث للشیبانیؒ ص ۱۴۹، ۱۸۰، اسنی المطالب للحوت البیروتیؒ ص ۲۸۷، فیض القدیر للمناویؒ جلد ۶ ص ۹۵، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للھیثمیؒ جلد ۱ ص ۱۴۹۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی جلد ۱ ص ۴۵۳-۴۵۹۔

حضرت جابر بن عبداللہ کی مرفوع حدیث کا علمی جائزہ

اس حدیث کی تخریج حسن بن عرفہؒ نے اپنی "جزء" میں، ابو محمد الخلالؒ نے "فضائل رجب" میں، خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد" میں، مورخ محمد بن طولونؒ نے "تاریخ ابن طولون" اور "اربعین" میں، ابو الشیخؒ نے "مکارم الاخلاق" میں اور قاسم ابن الحافظ ابن عساکرؒ نے "اربعین السلفی" وغیرہ مرفوعاً کی ہے۔ علامہ ابن الجوزیؒ نے اپنی "موضوعات" میں، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ" میں، علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیہ الشریعہ" میں علامہ سخاویؒ نے "مقاصد الحسنہ" اور "قول البدیع" میں، علامہ محمد اسماعیل عجلونی الجراحیؒ نے "کشف الخفاء ومزیل الالباس" میں، علامہ زرکشیؒ نے "تذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ" میں، ملا علی قاریؒ نے "اسرار المرفوعہ" میں، علامہ شوکانیؒ نے "فوائد المجموعہ" میں، علامہ ابن ناصر الدین الدمشقیؒ نے "ترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" میں، مورخ ابن طولونؒ نے "توشیح لبیان صلاۃ التسبیح" میں اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ" میں اسکو وارد کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کی یہ حدیث کئی طرق سے وارد ہوئی ہے، جن میں سے حسن بن عرفہؒ وغیرہ کا مرفوع طریق اِس طرح ہے:

"حدثنا خالد بن حیان الرقی ابو یزید عن فرات بن سلیمان وعیسیٰ بن کثیر کلاھما عن ابی الرجاء عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن عن جابر بن عبد اللہ الا نصاری بہ۔"

مگر امام ابن الجوزیؒ نے حسن بن عرفہؒ کے اس طریق کو یوں بیان کیا ہے:

"حدثنا خالد بن حسان الرقی عن فرات بن سلیمان وعیسیٰ بن کثیر کلاھما عن جابر بن عبد اللہ بہ۔"

اور فرماتے ہیں:

"اگر اسکی اسناد میں ابو جابر البیاضی نہ ہوتا تو بھی اس حدیث کو رسول اللہ سے روایت کرنا صحیح نہ ہوتا"

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امام ابن الجوزی کا بیان کردہ یہ طریق منقطع ہے کیونکہ "فرات بن سلیمان و عیسیٰ بن کثیر" اور صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ کے درمیان رواۃ کی پوری کڑی مفقود ہے نیز اسمیں "ابو جابر البیاضی" نامی راوی کا سرے سے کوئی ذکر ہی موجود نہیں ہے۔

ابو الشیخؒ وغیرہ نے اس حدیث کو "بشر بن عبید حدثنا حماد عن ابی الزبیر عن جابر بہ" کی جہت سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہرحال حسن بن عرفہؒ کے طریق کے متعلق سیوطیؒ، ابن الجوزیؒ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ صحیح نہیں ہے، اسمیں ابو رجاء کذاب ہے[۵۳]"

علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں:

"اسکی اسناد میں کذاب راوی ہے[۵۴]"

علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

"اسمیں خالد اور فرات پر کلام کیا گیا ہے اور ابو رجاء غیر معروف ہے[۵۵]"

---

۵۳ اللآلی المصنوعہ للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۲۱۴، ۵۴ فوائد المجموعہ للشوکانیؒ ص ۲۸۳، ۵۵ "خالد بن حیان الرقی" کو فلاسؒ نے "ضعیف" کہا ہے مگر امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ "اسمیں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ہم نے اس سے غرائب لکھی ہیں" ابن معینؒ نے اسکی توثیق کی ہے۔ نسائیؒ کا قول بھی یہی ہے کہ "اسمیں کوئی حرج نہیں ہے" علی بن میمون فرماتے ہیں: "صاحب الحدیث مگر منکر تھے" علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "صدوق تھے مگر خطا کرتے تھے" تفصیلِ ترجمہ کیلئے تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۱ ص ۲۱۲ اور میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۱ ص ۶۲۹ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ اور اسی طرح "فرات بن سلیمان" کو امام احمدؒ نے "ثقہ" قرار دیا ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "ابن عدیؒ کا قول ہے: ولم أرهم صرحوا بالضعف وأرجو أنہ لا بأس بہ" ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "یأتی بالا یشک انہ معمول" تفصیلی ترجمہ کیلئے میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۳ ص ۳۴۲ اور تنزیہ الشریعہ لابن عراق جلد ۱ ص ۹۵ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں
۵۶ مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص ۴۰۵ و قول البدیع للسخاویؒ ص ۱۹۰

حافظ قاسم ابن الحافظ ابن عساکرؒ نے اس حدیث کو ابو رجار سے دو مختلف جہتوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں:

"یہ حدیث بھی محلِ نظر ہے۔ میں نے اپنے والد رحمہ اللہ کو اسکی تضعیف کرتے سنا ہے۔" [۷]

اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ یہ "حدیث" موضوع ہے۔" [۸]

مگر مورخ ابن طولونؒ کا قول ہے: یہ حدیث جید الاسناد ہے اور اسمیں ابوالرجار ہے وہ اصلاً محرز بن عبداللہ الجزری مولی ہشام ہے اور ثقہ ہے۔ اس حدیث کے کئی طرق وشواہد ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب التوشیح لبیان صلاۃ التسبیح میں ذکر کیا ہے۔" شیخ محمد ناصر الدین الدمشقیؒ (م ۸۴۲ھ) نے بھی اپنی کتاب "الترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" میں محرز بن عبداللہ ابوالرجار الجزری کو ہی اس حدیث کا راوی بتایا ہے۔ علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ "ابوالرجار" کی تعیین پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ابن طولونؒ اور علامہ دمشقیؒ کا مذکورہ بالا کلام علم حدیث کے قواعد سے بہت بعید ہے کیونکہ بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ابورجار ہی محرز بن عبداللہ الجزری ہے تو بھی اسمیں تدلیس کی علّت باقی رہتی ہے جیسا کہ ابن حجرؒ نے تقریب [۹] میں بیان

---

[۷] اربعین السلفی للقاسمؒ جلد ۱ صفحہ ۱۱، [۸] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۱ صفحہ ۴۵۳

[۹] محرز بن عبداللہ تبع تابعین میں سے ہے، صدوق ہے مگر تدلیس کرتا ہے۔ ابن حبانؒ نے اسے "ثقات" میں ذکر کیا ہے لیکن ساتھ ہی اس کے تدلیس کے وصف کی جانب اشارہ بھی کیا ہے۔ آجریؒ، ابوداؤدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے۔ ابوداؤد کا ایک دوسرا قول ہے کہ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" ملاحظہ ہو تقریب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۲ صفحہ ۲۳۱، تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس لابن حجرؒ صفحہ ۱۱ اور تہذیب التہذیب لابن حجرؒ جلد ۱۰ صفحہ ۵۶ وغیرہ۔

کیا ہے ، اور پھر اس پر عنعنہ بھی ہے لہٰذا یہ حدیث جید الاسناد کیسے ہو سکتی ہے ؟

میرے نزدیک تو ابو رجاء کا محرز ہونا بھی مستبعد ہے کیونکہ اصحاب کتب اسماء الرجال والسیر نے اس کے ترجمہ میں فرات بن سلیمان جو اس حدیث کے سلسلہ رواۃ کا ایک راوی ہے، ابوالرجاء سے روایت کرتا ہے ۔ (یعنی ابوالرجاء اس فرات بن سلیمان کا شاگرد نہیں بلکہ شیخ ہے) ۔ اِس بات کی تائید " جزء ابن عرفہ " کے حاشیہ پر مرقوم اس عبارت سے بھی ہوتی ہے : " العطاردی " جو اس کے نسب کی طرف اِشارہ کرتا ہے (یعنی وہ ابوالرجاء العطاردی ہے[۱] ، مگر اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی کہ حاشیہ پر مرقوم اس عبارت کی نسبت اصل کتاب کی طرف ہے یا مصحح نے محض تبیین و توضیح کے لئے یہ عبارت از از خود لکھ دی ہے " [۱]

---

[۱] " ابوالرجاء العطاردی " کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ " عمران بن عبداللہ " ہے بعض " عمران بن تیم " اور بعض " عمران بن ملحان البصری " بتاتے ہیں ۔ بہرحال وہ ثقہ ہے اور کبار علمائے تابعین میں اس کا شمار ہوتا ہے جیساکہ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب (جلد ۲ صفحہ ۸۵) میں امام احمدؒ نے کتاب الاسامی والکنیٰ (صفحہ) میں اور امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ صفحہ ۶۹) وغیرہ میں ذکر کیا ہے ۔

لیکن ہماری تحقیق کے مطابق اس اسناد کا "ابوالرجار" نہ "محرز بن عبداللہ الجزری" ہے اور "نہ عمران بن ملحان العطاردی" کیونکہ یہ دونوں ثقہ وصدوق ہیں (اگرچہ اول الذکر مدلس بھی ہے) جب کہ حسن بن عرفہ کی اسناد میں جو "ابوالرجار" موجود ہے وہ بقول ابن الجوزیؒ، سیوطیؒ، شوکانیؒ وسخاویؒ، وغیرہ "کذاب" اور غیر معروف ہے، واللہ أعلم۔ البتہ امام ابن الجوزی حنبلیؒ نے "ابوجابر البیاضی" کا ذکر کیا ہے، وہ "محمد بن عبدالرحمن ابوجابر البیاضی المدنی" ہے۔ امام نسائیؒ نے اسے "متروک الحدیث" بتایا ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اسے اپنی کتاب "الضعفاء والمتروکون" میں وارد کیا ہے۔ امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: "کسی نے امام مالکؒ سے اس کی بابت سوال کیا تو آپؒ نے فرمایا: متہم بالکذب ہے، ثقہ نہیں ہے۔ ابن معینؒ کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے۔" علامہ ابن عراقؒ الکنانی نے بھی اسے "کذاب" لکھا ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "امام احمدؒ نے اسے بہت زیادہ منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں: وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو ثقات کی طرف سے ایسی چیزیں روایت کرتے ہیں جو اثبات کی احادیث کے مشابہ نہیں ہوتیں۔ امام شافعی اس کے متعلق فرماتے تھے: جو ابوجابر البیاضی سے حدیث بیان کرے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو سفید یعنی اندھا کر دے۔"

ابوجابر البیاضی کے تفصیلی ترجمہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ، تاریخ للبخاریؒ، تاریخ الصغیر للبخاریؒ، مجموع فی الضعفاء والمتروکون للسیروان، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، سوالات محمد بن عثمانؒ، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تنزیۃ الشریعہ المرفوعہ لابن عراق الکنانیؒ اور موضوعات لابن الجوزیؒ وغیرہ[۱۲]۔

---

[۱۲] ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۵۲۳، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۴۵۱، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۳۳۰، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۱ ص ۱۶۳، تاریخ الصغیر للبخاریؒ جلد ۲ ص ۱۵۰، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۲۰۴، ۳۶۳، ۴۸۴، تاریخ یحییٰ بن معینؒ جلد ۳ ص ۱۹۰، سوالات محمد بن عثمانؒ
بقیہ آگے دیکھیں:

ابوالشیخؒ وغیرہ کے متعلق میں راوی "بشیر بن عبید الدارسی" متروک ہے جیسا کہ علامہ سخاوی، علامہ محمد درویش حوت، علامہ شیبانی اثری، علامہ عجلونی الجراحی اور ملا علی قاری [۱۳] وغیرہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے، لیکن علامہ زرکشیؒ نے اس طریق کو بیان کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا ہے [۱۴]

علامہ ذہبیؒ بشر بن عبید کی نسبت فرماتے ہیں: "ازدیؒ نے اسکی تکذیب کی ہے ابن عدی کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہے اس کا شدید ضعف ظاہر ہے" پھر علامہ ذہبیؒ نے اسکی موضوع حدیث نقل فرمائی ہے۔ ابن حبانؒ نے اسے اپنی "ثقات" میں وارد کیا ہے۔ علامہ ہیثمیؒ اور علامہ ابن عراقؒ وغیرہ نے بھی ازدیؒ کا اسکی تکذیب فرمانا نقل کیا ہے۔ بشر بن عبید کے تفصیلی ترجمہ کے لئے مجمع الزوائد للہیثمیؒ، تنزیہ الشریعہ لابن عراقؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول اور میزان الاعتدال للذہبیؒ وغیرہ [۱۵] ملاحظہ فرمائیں۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی حدیث کے جملہ طرق ناقابل استناد بلکہ "موضوع" ہیں

بقیہ [۱۲]: ترجمہ ۹۵، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ جلد ۳ ص ۴۳، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۴ ص ۱۰۲، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۲ ص ۳۲۴، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۱ ص ۲۵۸، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۶ ترجمہ ۲۱۸۹، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۲ ص ۱۷، تنزیہ الشریعہ لابن عراقؒ ج ۱ ص ۱۰۵، موضوعات لابن جوزیؒ جلد ۱ ص ۲۵۸۔

[۱۳] کشف الخفاء للعجلونیؒ جلد ۱ ص ۳۰۹، تمیز الطیب للشیبانیؒ ص ۱۸۰، اسنی المطالب للحوتؒ بیروتی ص ۲۸۷، اسرار المرفوعہ للقاریؒ ص ۲۲۴، مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص ۴۰۵

[۱۴] تذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ للزرکشیؒ جلد ص ۱۱۳

[۱۵] مجمع الزوائد للہیثمیؒ جلد ۱ ص ۱۳۷، جلد ۲ ص ۲۸۹، تنزیہ الشریعہ لابن عراق جلد ۱ ص ۴۱، فہارس مجمع الزوائد للزغلول جلد ۳ ص ۲۵۸، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۱ ص ۳۲۰۔

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کا علمی جائزہ

حضرت ابن عمرؓ سے یہ حدیث دو طرح مروی ہے

(الف) **پہلی حدیث:** اس حدیث کا پہلا طریق جو مرفوع ہے اسکی تخریج

امام دارقطنیؒ نے بطریق عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث حدثنا علی بن الحسین المکتب حدثنا اسماعیل بن یحیی بن عبداللہ حدثنا مسعر بن کدام عن عطیہ العوفی عن ابن عمر بہ مرفوعاً کی ہے، لیکن اس حدیث کے الفاظ سابقہ حدیث کے الفاظ سے قدرے مختلف ہیں۔ چنانچہ مروی ہے:

"من بلغه عن الله فضل شيئ من الأعمال يعطيه عليها ثواباً فعمل ذلك العمل رجاء ذلك الثواب أعطاه الله ذلك الثواب وان لم يكن ما بلغه حقاً"

ابن عمرؓ کے اس طریق کو امام ابن الجوزیؒ نے اپنی "موضوعات" میں علامہ شوکانیؒ نے "فوائد المجموعہ" میں، علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" میں اور علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیۃ الشریعۃ المرفوعہ" میں وارد کیا ہے[۱۶]۔ علامہ سخاویؒ اور علامہ محمد اسماعیل عجلونیؒ نے ابن عمرؓ کے اس طریق کا ذکر سابقہ حدیث کے ضمن میں بطور استشہاد اشارہ کیا ہے[۱۷]۔ لیکن امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث موضوع ہے۔ اسکو کسی ایسے شخص نے گھڑا ہے جس نے ترغیب کی احادیث گھڑنے کا عزم کیا ہے۔ اسمیں اسماعیل بن یحیی متہم ہے"۔ الخ۔ علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" میں، علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیۃ الشریعہ" میں اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ

---

۱۶ موضوعات لابن الجوزیؒ جلد ۳ صفحہ ۱۵۲-۱۵۳، فوائد المجموعہ للشوکانیؒ صفحہ ۲۸۳، اللآلی المصنوعہ للسیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۱۴، تنزیۃ الشریعہ لابن عراقؒ صفحہ ۲۶۵ جلد ۱

۱۷ مقاصد الحسنہ للسخاویؒ و کشف الخفاء للعجلونیؒ جلد ۲ صفحہ ۳۱۱

میں امام ابن الجوزیؒ کے اس دعویٰ کی توقیر کی ہے۔ علامہ شوکانیؒ نے امام ابن حجر عسقلانیؒ سے نقل فرمایا ہے:

"اس کی اسناد میں اسماعیل بن یحییٰ ہے جو کذاب ہے۔"

اس حدیث کے مجروح راوی اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی کے متعلق امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: "متروک کذاب ہے۔" امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "ابو سنان الشیبانی، ابن جریج اور مسعر سے اباطیل روایت کرتا ہے۔ صالح بن محمد جزرہؒ فرماتے ہیں: "حدیث گھڑا کرتا تھا"۔ ازدیؒ کا قول ہے: ارکان الکذب میں سے ایک رکن ہے، اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ دارقطنیؒ، ابو علی النیساپوری الحافظؒ اور حاکمؒ فرماتے ہیں کہ کذاب ہے۔ میں (یعنی ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔ ابن عدیؒ نے اس کی ستائیس حدیثیں نقل کی ہیں بعد فرمایا ہے: عام طور پر وہ بواطیل روایت کرتا ہے (پھر امام ذہبیؒ نے اس کی بواطیل میں سے دو حدیثیں بطور نمونہ نقل کی ہیں)۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "وہ اُن لوگوں میں سے ہے جو ثقات کی طرف سے موضوعات اور اثبات کی طرف سے ایسی چیزیں روایت کرتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ اس سے روایت کرنا یا کسی بھی حال میں اس سے احتجاج کرنا جائز نہیں ہے۔" علامہ ہیثمیؒ بھی فرماتے ہیں کہ: "کذاب تھا، اس کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں ہے۔" اور "وہ حدیث گھڑا کرتا تھا۔"

اسماعیل بن یحییٰ کے تفصیلی ترجمہ کے لئے صنعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ، لسان المیزان لابن حجرؒ، مجموع فی الضعفاء والمترکین للسیروان، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول اور موضوعات لابن الجوزیؒ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔[۱۸]

۱۸؎ ضعفاء والمترکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۸۱، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۱ ص ۱۲۶، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۱، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۱ ص ۲۵۳، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ ترجمہ ۷۳۲، لسان المیزان لابن حجرؒ جلد ۱ ص ۴۴۱-۴۴۲، مجموع فی الضعفاء والمترکین للسیروان ص ۲۸۱، آگے دیکھئے

اس طریق میں ایک دوسرا ضعیف روای عطیہ ابن سعید بن جنادہ العوفی الجدلی ابوالحسن الکوفی موجود ہے جو کثیر الخطاء، شیعہ اور مدلس ہے[19]۔ لیکن چونکہ عطیہ اس روایت کیلئے زیادہ مضر نہیں ہے اس لئے اس پر نقد و جرح پیش کرنے سے پہلو تہی کی جاتی ہے۔

(ب) دوسری حدیث اس کی تخریج مرہبیؒ نے "فضل العلم" میں "ابو عبداللہ احمد بن محمد النخعی حدثنا عثمان بن ابی شیبہ حدثنا شبابہ حدثنا ابن أبی بلال عن الولید بن مروان عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت اس طرح فرمائی ہے:

"من بلغه شيء من الأحاديث التي يرجى فيها الخير فقاله نيوى به ما بلغه أعطيه وإن لم يكن"

اس حدیث کو علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" میں امام ابن الجوزیؒ پر تعقب کرتے ہوئے بطور استشہاد وارد کیا ہے لیکن اس پر سکوت اختیار کیا ہے[20]۔ علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیہ الشریعہ" میں حضرت ابن عمرؓ کی اس دوسری حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن فرماتے ہیں: "اسمیں ولید بن مروان ہے جو مجہول ہے[21]" علامہ شیخ محمد ناصرالدین الالبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ" میں حضرت ابن عمرؓ کے اس طریق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے "منقطع" قرار دیا ہے[22]۔

فی الواقع اس طریق میں "جہالت" ابن مروان اور "انقطاع" کی دونوں علتیں موجود ہیں۔ ابن مروان کی جہالت کے متعلق ابن ابی حاتمؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

(سابقہ حاشیہ) مجمع الزوائد للہیثمیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۶، فہارس مجمع الزوائد للزغلول جلد ۳ صفحہ ۲۵۱، موضوعات لابن الجوزیؒ جلد ۳ صفحہ ۱۵۳۔ [19] عطیہ العوفی پر تفصیلی بحث کیلئے راقم کے تحقیقی مضمون: "اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله (حديث)" کے حاشیہ ۲۵ کی طرف رجوع فرمائیں۔ [20] اللآلی المصنوعہ للسیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۱۵۔ [21] تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراقؒ جلد ۱ صفحہ ۲۶۵۔ [22] سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی جلد ۱ صفحہ ۴۵۵۔

"آں رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ولید بن مروان مجہول ہے۔" امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:
"وہ مجہول ہے اور غیلان بن جریر سے روایت کرتا ہے۔" علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے بھی مذکورہ بالا قول میں اسکی "جہالت" کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ولید بن مروان کے ترجمہ کے لئے جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراق الکنانیؒ اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں[۲۳]۔

اس طریق کی دوسری علت یعنی اسناد میں "انقطاع" اس طرح ثابت ہے کہ امام ذہبیؒ وغیرہ فرماتے ہیں: "ولید بن مروان غیلان بن جریر سے روایت کرتا ہے" اور غیلان بن جریر جو خود صغار تابعین میں سے ہے حضرت انس بن مالکؓ (المتوفی سنہ ۹۲-۹۳ھ) کے علاوہ کسی اور صحابی رسول سے روایت نہیں کرتا تو ولید بن مروان جو تبع تابعین ہے کسی صحابی رسول بالخصوص حضرت ابن عمرؓ (کہ جو حضرت انس بن مالکؓ سے تقریباً انیس ۱۹ بیس ۲۰ سال قبل ہی یعنی سنہ ۷۳-۷۴ھ میں فوت ہو چکے تھے) کا زمانہ کیسے پا سکتا ہے کہ آں رضی اللہ عنہ سے عن کے ساتھ روایت کرے؟

پس زیرِ نظر حدیث کی اسناد میں اِنقطاع ثابت ہوا۔

حضرت انسؓ کی حدیث کا علمی جائزہ

یہ حدیث حضرت انسؓ سے مختلف طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ ذیل میں انشاء اللہ اس کے تمام طرق کا علیحدہ علیحدہ جائزہ پیش کیا جائے گا۔

(الف) پہلی حدیث

یہ حدیث "احمد بن یحیی بن زہیر حدثنا احمد بن یحییٰ الازدی حدثنا ہیثم بن خارجہ حدثنا بزیع ابوالخلیل عن محمد بن

[۲۳] جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ جلد ۴ ص ۱۸۔ تنزیہ الشریعہ لابن عراق جلد ۱ ص ۲۶۵۔ میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۴ ص ۳۴۷۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی جلد ۱ ص ۴۵۵

واسع وثابت البنانی[24] وآبان عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کی جہت سے اس طرح وارد ہے:

"من بلغه عن الله عز وجل أو عن النبي صلى الله عليه وسلم فضيلة كان منى أو لم يكن فعمل بها رجاء ثوابها أعطاه الله عز وجل ثوابها"

اس حدیث کی تخریج ابن حبان البستی نے کتاب "المجروحین" میں کی ہے۔[25]
امام ابن الجوزی نے اس کو "موضوعات" میں ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں: "یہ حدیث موضوع ہے، اس کو ترغیبی احادیث وضع کرنیکا عزم رکھنے والے کسی شخص نے گھڑا ہے۔ بزیع اسکو وضع کرنے کے لئے متہم ہے[26]" علامہ ابن عراق الکنانی نے اسکو "تنزیہ الشریعہ" میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں: "یہ صحیح نہیں ہے، اسمیں بزیع ابوالخلیل ہے[27]" علامہ جلال الدین سیوطی "اللآلی المصنوعہ" میں اس حدیث کو وارد کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اس میں بزیع متروک ہے[28]" علامہ شوکانی نے بھی "فوائد المجموعہ" میں اس کو وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں: "اسکی اسناد میں متروک راوی ہے[29]" علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ

---

[24] علامہ ابن الجوزی نے ابن حبان سے اس طریق کو بیان کرنے میں "ثابت البنانی وابان عن انس" کے بجائے سہواً "ثابت بن ابان عن انس" لکھدیا ہے۔ ابن الجوزی پر تعقب کرنے کے جوش میں علامہ سیوطی بھی اس خطا کی طرف توجہ نہ دے سکے لہذا آں رحمہ اللہ نے اللآلی المصنوعہ میں "ثابت بن ابان عن انس" کو ہی قائم رکھا ہے۔ علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظ اللہ نے بھی الجوزی سے اس طریق کو نقل کرتے ہوئے "ثابت بن ابان" ہی لکھا ہے مگر فرماتے ہیں: "اصل کتاب میں ایسا ہی مرقوم ہے لیکن رواۃ میں ثابت بن ابان کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا" حالانکہ اگر ابن حبان کی اصل کتاب "المجروحین" کی طرف رجوع کیا جاتا تو اسناد سے اس معمہ کا حل خود بخود مل جاتا۔ [25] کتاب المجروحین لابن حبان جلد ۱ صفحہ ۱۹۹۔ [26] موضوعات لابن الجوزی جلد ۳ صفحہ ۱۵۳، [27] تنزیہ الشریعہ لابن عراق جلد ۱ صفحہ ۲۶۵۔ [28] اللآلی المصنوعہ للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۱۴۔ [29] فوائد المجموعہ للشوکانی صفحہ ۲۸۳

میں ابن حبانؒ کے اس طریق کی طرف فقط اشارہ کیا ہے اور بزیع کے "متروک" ہونے پر ائمہ جرح وتعدیل کے چند اقوال نقل فرمائے ہیں۔[۳۰]

اس حدیث کے مجروح راوی "بزیع بن حسان ابوالخلیل الخصاف البصری" کے متعلق امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: "متروک کوفی ہے۔ اعمش اور ہشام بن عروہ سے بواطیل روایت کرتا ہے۔" ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں: "اعمش سے روایات کرتا ہے اور وضع کے لئے متہم ہے۔" علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: "ضعیف ہے اور اسکی نسبت وضع حدیث کی گئی ہے۔ علامہ برہان الدین حلبیؒ فرماتے ہیں: "ابن الجوزیؒ نے اسکو باب ترک الطیبات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ بزیع اس کے ساتھ متہم ہے۔" امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ "متہم ہے۔" ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "ثقات کی طرف سے موضوع چیزیں لاتا ہے۔" امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب "الضعفاء" میں اسے "متروک" قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "دارقطنیؒ کا قول ہے کہ وہ جو کچھ روایت کرتا ہے وہ سب باطل ہوتا ہے۔" امام حاکمؒ فرماتے ہیں: "ثقات کی طرف سے احادیث موضوعہ روایت کرتا ہے۔" ابن عدیؒ کا قول ہے: "لہٰذا مناکیر لا یتابع علیہا۔"

بزیع کے تفصیلی ترجمہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ، لسان المیزان لابن حجرؒ، کشف الحثیث للحلبیؒ، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروانؒ، تنزیہ الشریعہ لابن عراقؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، موضوعات لابن الجوزیؒ وسلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی وغیرہ۔[۳۱]

۳۰ے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی جلد ۱ ص ۴۵۴-۴۵۵

۳۱ے تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۱ ص ۱۳۱، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۱ ص ۱۵۶، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۱۳۲، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد ۱ ص ۴۲۱، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۱ ص ۱۹۸-۱۹۹، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۲ ترجمہ ۴۹۳، میزان الاعتدال للذہبیؒ جلد ۱ ص ۳۰۶، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ ترجمہ ۸۴۷، لسان المیزان لابن حجرؒ جلد ۲ ص ۱۱، ۱۲، کشف الحثیث للحلبیؒ ص ۱۰۹-۱۱۰ آگے دیکھیں:

(ب) دوسری حدیث یہ حدیث بطریق بذیع ابو الخلیل الخصاف عن ثابت عن انس اس طرح مروی ہے:

"من بلغهٗ عن الله فضيلة فلم يُصدِّق بها لم ينلها"۔

طبرانیؒ نے "معجم الاوسط" میں، ابو یعلی الموصلیؒ نے اپنی "مسند" میں اور ابن عدیؒ نے "کامل فی الضعفاء"[۳۱] میں اسکی تخریج کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کو "جامع الصغیر" میں، علامہ ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" میں، علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے "تنزیہ الشریعۃ" میں، ملا علی قاریؒ نے "اسرار المرفوعۃ" میں، علامہ حوت بیروتیؒ نے "اسنی المطالب میں"، علامہ سخاویؒ نے "مقاصد الحسنہ" میں، علامہ محمد اسماعیل عجلونی نے "کشف الخفاء ومزیل الالباس" میں اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ" وغیرہ میں اسکو وارد کیا ہے۔

امام ابن عدیؒ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: "مجھے علم نہیں کہ اس حدیث کو بذیع ابو الخلیل کے علاوہ اور کسی نے بھی روایت کیا ہو"[۳۲]۔ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: "اسکو ابو یعلیؒ اور طبرانیؒ نے اوسط میں روایت کیا ہے لیکن اسکی اسناد میں بزیع ابو الخلیل ہے جو کہ ضعیف ہے"[۳۳]۔ علامہ ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں: "ہمارے شیوخ کے شیخ علامہ شمس السخاویؒ کا قول ہے کہ ابو یعلیؒ نے اسکی تخریج بسند ضعیف کی ہے"[۳۵]۔ علامہ سخاویؒ "مقاصد الحسنہ" میں فرماتے ہیں: "ابو احمد ابن عدیؒ نے اپنی کامل میں بزیع عن ثابت عن انس کی روایت سے اس کو ذکر کیا اور اس پر نکارت کی ہے۔ اسی طرح ابو یعلیؒ اور طبرانیؒ نے معجم الاوسط میں بلفظ من بلغہ الخ اسکی تخریج کی ہے"[۳۶]۔

۳۱؎ بقایا: موضوعات لابن الجوزی جلد ۱ صفحہ ۳۰، جلد ۳ صفحہ ۱۵۳، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان صفحہ ۲۹۰، تنزیہ الشریعۃ لابن عراقؒ جلد ۱ صفحہ ۲۱۰، مجمع الزوائد للہیثمیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۴۹، جلد ۲ صفحہ ۲۴، فہارس مجمع الزوائد للزغلول جلد ۳ صفحہ ۲۵، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۱ صفحہ ۴۵۵،

۳۲؎ کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ جلد ۲ ق ۴۰، ۳۳؎ ایضاً، ۳۴؎ مجمع الزوائد للہیثمیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۴۹

۳۵؎ تنزیہ الشریعۃ لابن عراقؒ جلد ۱ صفحہ ۲۶۵۔ ۳۶؎ مقاصد الحسنۃ للسخاویؒ صفحہ ۴۰۵

علامہ حوت بیروتی فرماتے ہیں : "اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اسکی اسناد میں بیاضی اور اسماعیل بن یحیٰی کذاب ہیں۔ نیز ابن الجوزی نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے[۳۷]"۔ لیکن یہاں علامہ محمد درویش حوت البیروتی رحمہ سے یقیناً خطا ہوئی ہے کیونکہ اس روایت کی اسناد میں بیاضی اور اسماعیل بن یحیٰی موجود نہیں ہیں اور نہ ہی امام ابن الجوزی نے اس پر حکم وضع لگایا ہے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کو بطور تائید و استشہاد نقل کیا ہے[۳۸]۔ علامہ محمد اسماعیل عجلونی نے ملا علی قاری کے قول کو نقل کرنے پر اکتفا ہی کیا ہے[۳۹]۔ اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ نے علامہ ہیثمی کے قول کو نقل کرنے کے بعد اس حدیث پر "موضوع" ہونے کا حکم لگایا ہے[۴۰]۔

فی الواقع یہ حدیث موضوع ہی ہے جیسا کہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ اسکی اسناد میں بھی سابقہ حدیث کی اسناد کی طرح بزیع بن حسان ابو الخلیل الخصاف موجود ہے۔ بزیع پر تفصیلی نقد و جرح کے لئے سابقہ حدیث اور حاشیہ ۳۱ کی طرف رجوع فرمائیں۔

(ج) تیسری حدیث یہ حدیث بطریق "عباد بن عبد الصمد عن انس" ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے :

"من بلغه فضل عن الله أعطاه الله ذلك وإن لم يكن ذلك كذلك"

اسکی تخریج عبد اللہ ابن محمد البغوی نے "حدیث کامل بن طلحہ الجحدری[۴۱]" میں کی ہے، علامہ سیوطی نے اس کو "اللآلی المصنوعہ" میں امام ابن الجوزی پر تعقب کرتے ہوئے بطور استشہاد نقل کیا ہے، مگر حسب سابق اس پر بھی کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ اسی طرح

۳۷؎ اسنی المطالب للحوت ص ۲۸۷ ، ۳۸؎ اسرار المرفوعہ للقاری ص ۲۲۴ ،

۳۹؎ کشف الخفاء للعجلونی جلد ۲ ص ۳۰۹ - ۳۱۰ ۔ ۴۰؎ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی جلد ۱ ص ۴۵۵ ، ۴۵۸ - ۴۵۹ ۔

۴۱؎ حدیث کامل بن طلحہ الجحدری للبغوی جلد ۱ ص ۴ ۔

علامہ شوکانیؒ نے "فوائد المجموعۃ" میں اس حدیث کی طرف نشاندھی کی ہے اور اسپر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ جبکہ علامہ سخاویؒ نے "مقاصد الحسنہ" میں اور علامہ عجلونیؒ "کشف الخفاء" میں اس حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اسمیں عباد بن عبد الصمد متروک ہے"۔ علامہ ابن عراق الکنانی نے "تنزیۃ الشریعۃ" میں اس حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد حافظ ابن عبد البرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: "اسمیں ابو معمر عباد بن عبد الصمد متروک ہے"۔ علامہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث "موضوع" ہے۔

اس حدیث کی اسناد میں مجروح راوی "عباد بن عبد الصمد" کے متعلق علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "واہ ہے، امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث اور ابن حبانؒ نے واہ بتایا ہے ابو حاتمؒ کا قول ہے کہ "عباد" بہت زیادہ ضعیف تھا۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں: عام طور پر وہ فضائل علیؓ میں روایت کیا کرتا ہے۔ وہ ضعیف اور غالی شیعہ ہے"۔ علامہ ابن عراق الکنانیؒ، ابن حبانؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: "ہم نے اسکے نسخہ سے جو لکھا ہے اس کا اکثر حصہ موضوع ہے"۔ علامہ برہان الدین حلبیؒ فرماتے ہیں: "ابن الجوزیؒ نے اپنی موضوعات کے باب ذکر مایکون الی الثمانین میں اسکو ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں اس کے لئے عباد متہم ہے پھر امام بخاریؒ وغیرہ کا اسکی نسبت کلام نقل کرتے ہیں"۔ ابن حبان فرماتے ہیں: "بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ حضرت انسؓ سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو ان کی احادیث میں سے نہیں ہوتیں اور مجھے نظر نہیں آتا کہ اس نے حضرت انسؓ سے کوئی حدیث سنی ہو، پس اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں ہے الخ"۔ امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: "اسکی احادیث مناکیر ہوتی ہیں جن کو سوائے اسکے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے پاس حضرت انس سے روایت کی جانیوالی احادیث ہیں جنمیں بہت کثرت سے مناکیر شامل ہیں"۔ علامہ ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" میں عباد بن عبد الصمد کو ضعیف بتایا ہے۔

عباد بن عبد الصمد کے تفصیلی ترجمہ کے لئے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبیؒ"، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، مجروحین لابن حبانؒ، ضعفاء الکبیر

للعقیلیؒ، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق الکنانیؒ، کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث للشیخ برہان الدین حلبیؒ، موضوعات لابی الفرج ابن الجوزیؒ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للبسیونی الزغلول اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔[۴۲]

(د) چوتھی حدیث یہ حدیث بطریق "عمر بن بزیع ابوسعید الطیالسی عن الحارث بن الحجاج بن ابی الحجاج عن ابی معمر عن انس" اس طرح مروی ہے:

"من أدی الفریضۃ وعلّم الناس الخیر کان فضلہ علی العابد المجاھد کفضلی علی أدناکم رجلاً ومن بلغہ عن اللہ فضل فأخذ بذلك الفضل الذی بلغہ أعطاہ اللہ تعالیٰ ما بلغہ وإن کان الذی حدثہ کاذباً"

اس حدیث کی تخریج حافظ ابن عبدالبرؒ نے "جامع بیان العلم" میں ابواسماعیل السمرقندیؒ نے "ماقرب سند" میں اور ابن عساکرؒ نے "تجرید" میں کی ہے۔[۴۳] علامہ سیوطیؒ نے اسکو "اللآلی المصنوعہ" میں امام ابن الجوزیؒ پر تعقب کرتے ہوئے بطورِ استشہاد اور "درالمنتشرہ" وغیرہ میں وارد کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے بھی "الاسرار المرفوعۃ" میں اس حدیث کا تذکرہ تائیداً کیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: "ابن عبدالبرؒ

۴۲۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد ۲ ص ۳۶۹، تاریخ الکبیر للبخاریؒ جلد ۱ ص ۴۱، کامل فی الضعفاء لابن عدی جلد ۲ ق ۱۹۳، مجروحین لابن حبانؒ جلد ۲ ص ۱۸۰، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ جلد ۳ ص ۱۳۸، موضوعات لابن الجوزیؒ جلد ۳ ص ۱۹۷، کشف الحثیث للحلبیؒ ص ۲۲۱، تنزیہ الشریعہ لابن عراقؒ جلد ۱ ص ؟، مجمع الزوائد للہیثمیؒ جلد ۲ ص ۲۶۲، فہارس مجمع الزوائد للزغلول جلد ۳ ص ۲۱۵، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۱ ص ۴۵۷-۴۵۸۔

۴۳۔ جامع بیان العلم للحافظ ابن عبدالبرؒ جلد ۱ ص ۲۲، ماقرب سند للسمرقندیؒ جلد ۱ ص ۲، تجرید لابن عساکرؒ جلد ۱ ص ۴

کا قول ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابو معمر عباد بن عبداللہ کا اسمیں تفرد ہے اور وہ متروک ہے لیکن اہل علم حضرات کی جماعتیں فضائل میں تساہل کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس باب میں ہر طرح کے راوی سے احادیث روایت ہیں مگر احکام کی احادیث میں تشدد اختیار کرتے ہیں۔" علامہ ابن عراق الکنانی نے "تنزیہ الشریعۃ" میں، علامہ شوکانی نے "فوائد المجموعۃ" میں، علامہ زرکشی نے "تذکرہ فی الاحادیث المشتہرۃ" میں اور علامہ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ" میں حافظ ابن عبدالبر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر کا یہ قول اگرچہ محل نزاع اور محتاج وضاحت ہے لیکن چونکہ اس موضوع پر تفصیلی بحث سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے لہذا تکرار اور بخوف طوالت اس بحث کو یہیں چھوڑا جا رہا ہے۔ علامہ عجلونی "کشف الخفاء ومزیل الالباس" میں، علامہ سخاوی "مقاصد الحسنہ" میں اور علامہ زرکشی "تذکرہ فی الاحادیث المشتہرۃ" میں اس حدیث کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس کی سند میں حارث وغیرہ ہیں" علامہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ نے اسکو "موضوع" تحریر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی اسناد میں دو مجروح راوی موجود ہیں:

(۱) ابو معمر عباد بن عبدالصمد، جس پر تفصیلی نقد وجرح اُوپر حدیث میں گزر چکی ہے۔

(۲) حارث بن الحجاج بن ابی الحجاج، جسے امام دارقطنی نے اپنی کتاب "الضعفاء والمتروکون" میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ "مجہول" ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: "حارث، ابو معمر عن سالم بن عبداللہ سے روایت

۴۴؎ یہاں امام سیوطی اور علامہ شوکانی کو حافظ ابن عبدالبر کا قول نقل کرنے میں خطاء ہوئی ہے کیونکہ "ابو معمر" عباد بن عبداللہ کی کنیت نہیں بلکہ عباد بن عبدالصمد کی کنیت ہے، چنانچہ علامہ ابن عراق الکنانی نے تنزیہ الشریعہ میں حافظ ابن عبدالبر کے قول میں "ابو معمر عباد بن عبدالصمد" ہی درج کیا ہے۔

کرتا ہے۔ امام دارقطنیؒ کے نزدیک مجہول ہے"۔ حارث کے تفصیلی ترجمہ کے لئے ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ، لسان المیزان لابن حجرؒ اور مجموع فی الضعفاء والمتروکون للسیروان وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔ ۱۹

اس باب کی چند دوسری روایات اور مشاہیر علماء کی آراء

اب اس ذیل میں اس باب کی چند دوسری روایات اور ان سے متعلق کبار محدثین اور مشاہیر علماء کا کلام مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

عزّ بن جماعہ نے اپنی "منسک الکبیر" میں اس حدیث کو بلا سند وارد کیا ہے اور اسکی نسبت مخرجین میں سے کسی کی طرف بھی نہیں کی ہے، نیز ملا علی قاریؒ نے "اسرار المرفوعہ" میں اسکو تائیداً بیان کیا ہے ۴۶ حالانکہ کسی حدیث کا بلا سند وارد ہونا عند المحدثین بذات خود ایک علّت ہے تو ایسی کوئی روایت کسی دوسری روایت کے لئے کس طرح شاہد ومؤید ہو سکتی ہے؟

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں: "صاحب مسند الفردوس (حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمیؒ المتوفی ۵۰۹ھ) نے "مسند الفردوس" میں اسے مختلف طرق کے ساتھ روایت کیا ہے" ۴۷ لیکن آں رحمہ اللہ نے ان طرق کی نشاندہی نہیں فرمائی ہے کہ ان کا جائزہ لیا جا سکتا اسی طرح علامہ سخاویؒ اور علامہ ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں: "اس حدیث کے لئے حضرات ابن عباس، ابن عمر اور ابی ھریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث بھی شاھد ہیں واللہ تعالیٰ اعلم"۔ ابن عمرؓ کی حدیث پر مفصل بحث اوپر پیش کی جا چکی ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث تلاش بسیار کے باوجود کسی کتاب میں نہ مل سکیں۔

علامہ محمد اسماعیل عجلونیؒ فرماتے ہیں: "اس حدیث کی تخریج دوسرے محدثین نے بھی کئی اسانید کے ساتھ کی ہے لیکن ان تمام اسانید پر باعتبار سند کلام کیا گیا ہے"۔

---

۴۶ اسرار المرفوعہ للقاریؒ ص ۱۸۹، ۲۲۴، ۴۷ تذکرہ فی الاحادیث المشتہرۃ للزرکشیؒ ص ۱۱۴

اسی طرح علامہ شیبانیؒ، علامہ حوت بیروتیؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کے اور بھی کئی طرق ہیں جو متروک اور غیر معروف (مجہول) رواۃ سے خالی نہیں ہیں۔"

علامہ سخاویؒ ضعیف حدیث میں تساہل در باب فضائل اعمال والے حافظ ابن عبد البرؒ کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر عمل کے جواز میں اس کے عدم ثبوت سے اعتقاد والی شرط کا اطلاق اس حدیث پر کیسے ممکن ہے (کیونکہ اسمیں "ایماناً بہ" یعنی اس پر ایمان رکھتے ہوئے وارد ہے)؟ تو ہم کہتے ہیں: اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جسکی تصحیح کی گئی ہے وہ قطعی نہیں ہے اس حیثیت سے کہ ہو سکتا ہے وہ نفس الامر میں صحیح نہ ہو یا پھر اس بات پر محمول کیا جاتے کہ یہ حدیث عام ہے کیونکہ اسمیں ضعیف حدیث اعتقادِ ثبوت کی بنا پر شامل ہوتی ہے اور اس کا اعتقادِ ثبوت عمومات میں ادراج کی حیثیت سے ہوگا سند کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔"[۴۸]

علامہ سخاویؒ کا یہ تمام کلام کہ جس کی عمارت احتمالات وامکانات پر کھڑی کی گئی ہے انتہائی قابلِ گرفت ہے کسی حدیث کی تصحیح کا غیر قطعی ہونا اور اس بات کا احتمال کہ نفس الامر میں وہ غیر صحیح ہو، نیز محض عمومات میں ادراج کی بنا پر ضعیف وموضوع روایات کے متعلق بلا تمیز اسناد، اعتقادِ ثبوت رکھنا —— ان تمام امور پر کچھ بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے باقی انشاء اللہ آگے "ملا علی قاری" کی تاویلات اور انکا جائزہ کے زیر عنوان پیش کی جائیگی۔

علامہ مناویؒ فرماتے ہیں: "ابن الجوزیؒ نے "موضوعات" میں اس پر "وضع" کا حکم لگایا ہے سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" میں اسکی توقیر کی ہے اور سخاویؒ نے "مقاصد الحسنہ" میں اسکے "وضع" کا ابطال کرتے ہوئے اس کے شواہد کا ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں: (اسکے بعد علامہ سخاویؒ کا مذکورہ بالا کلام نقل کیا گیا ہے)۔"[۴۹]

۴۸؎ مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص ۴۰۵، ۴۹؎ فیض القدیر للمناویؒ جلد ۱ ص ۹۵

علامہ محمد اسماعیل عجلونی ، ملا علی قاری ؒ کے اس قول کی توقیر پر ہی اکتفا فرماتے ہیں :
"غایت امر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ۔۔۔ فی الجملہ اسکی کچھ کچھ اصل ہے ۔" [۵۰]

علامہ شوکانی ؒ ، حافظ ابن عبدالبر ؒ کے تساہل درباب فضائل اعمال والے قول پر تعقب فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"میں کہتا ہوں کہ تمام احکام شرعیہ متساویۃ الاقدام ہیں ، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لہذا جب تک حجت قائم نہ ہو جائے ، اسکی کسی چیز کا اثبات جائز نہیں ہے ورنہ ایسا کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی جانب ایسی بات کہنے کا مرتکب ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی ہے یہ فعل باعث عقوبت ہے جیسا کہ معروف ہے اور قلب ان تمام روایات کے بطلان اور موضوع ہونے کی شہادت دیتا ہے جو اس معنی میں وارد ہیں ، واللہ اعلم ۔" [۵۱]

علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ نے ایک موضوع حدیث "لو حَسَّنَ أَحَدُكُم ظَنَّهُ بِحَجَرٍ لَنَفَعَهُ اللّٰهُ بِهِ" [۵۲] پر کلام کرتے ہوئے زیر مطالعہ حدیث کا بطلان کیا ہے ، چنانچہ فرماتے ہیں : " اس کی کوئی اصل نہیں ہے ۔ اسی طرح وہ حدیث بھی ،

---

[۵۰] اسرار المرفوعہ للقاری ؒ ص ۲۲۴ و کشف الخفاء للعجلونی ؒ جلد ۲ ص ۳۱ ، [۵۱] فوائد المجموعہ للشوکانی ؒ ص ۲۸۳ ، [۵۲] (ترجمہ : اگر کوئی شخص پتھر کے ساتھ اچھا گمان کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکے ذریعہ بھی اسے نفع پہنچا دیتا ہے) یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مشہور ہے مثلاً "لو اعتقد أحدکم علی الحجر لنفعه" ، "لو حسن أحدکم ظنه بحجر لنفعه الله به" ، "لو اعتقد احدکم حجر أنفعه الله به" اور "لو اعتقد احدکم حجر أنفعه" اس حدیث کو ابن تیمیہ ؒ نے "موضوع" اور "کذب" بتایا ہے ۔ ابن حجر ؒ "لا اصل له" بتاتے ہیں ۔ علامہ ابن قیم ؒ فرماتے ہیں : "یہ ان بت پرستوں کا کلام ہے جو پتھروں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں " تفصیل کے لئے اسرار المرفوعہ للقاری ؒ ص ۱۴۹ ، ۲۲۴ ، تمیز الطیب للشیبانی ؒ ص ۱۴۹ - ۱۵۰ ، اسنی المطالب للحوت ؒ ص ۲۵۴ ، آگے دیکھیں

(لا اصل) ہے کہ جمیں وارد ہے: من بلغه شيء الخ (یعنی زیر مطالعہ حدیث)[۵۳]"۔ ملا علی قاریؒ نے "اسرار المرفوعہ" میں حافظ ابن حجرؒ کے نصف کلام کی توثیق فرمائی ہے لیکن باقی نصف کلام کہ جس سے انکی فکر و نظریہ پر ضرب پڑتی تھی اس پر یہ اعتراض جڑ دیا: "لیکن حق یہ ہے کہ توضیح معنی اور تصحیح مبنی کے لحاظ سے دونوں (یعنی لو حسن أحدکم ظنه بحجر الخ اور من بلغه شيء فيه فضيلة الخ) میں فرق ہے"[۵۴]۔

اور محدثِ عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"فی الجملہ اس حدیث کے تمام طرق میں سے کسی کے ساتھ بھی کوئی حجت قائم نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس کے جملہ طرق شدید ضعیف ہیں بلکہ شدتِ ضعف میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ حافظ ابن ناصر الدین الدمشقیؒ نے "ترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن الجوزیؒ کا اس حدیث کو موضوعات میں وارد کرنا صواب و برحق ہے۔ ابن الجوزیؒ کی اتباع ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی کی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اسکی کوئی اصل نہیں ہے"[۵۵]۔

بعض علماء کی پیش کردہ لچر تاویلات اور انکا جائزہ

اب بعض ان علماء کا کلام پیش خدمت ہے جنہوں نے اس حدیث کی حقیقت سے بخوبی باخبر ہوتے ہوئے بھی اس سے چمٹے رہنے کے لئے انتہائی عامیانہ روش اختیار کی ہے پھر دیدہ دلیری یہ کہ اپنے اس مذموم رویہ کو لوگوں کے ہدف تنقید بننے سے بچانے کے لئے مشہور اردو مقولہ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے مصداق کمزور سے کمزور اور لچر سے لچر تاویلات کی جستجو اور انہیں جمع کرنا شروع

بقیہ ۵۲ مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص ۳۴۱، کشف الخفاء للعجلونیؒ جلد ۲ ص ۱۹۸، ۱۹۹، ۳۱۰، المصنوع للقاریؒ ص ۱۴۷-۱۴۸ اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۱ ص ۴۵۲-۴۵۳ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ ۵۳ کما فی اسرار المرفوعۃ للقاریؒ جلد ص ۱۸۹-۱۹۰-۲۲۴، تمیز الطیب للشیبانیؒ ص ۱۴۹-۱۵۰، مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص ۳۴۱، کشف الخفاء للعجلونیؒ جلد ۲ ص ۱۹۸، ۱۹۹، ۳۱۰، قول البدیع للسخاویؒ ص ۱۹۷، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۱ ص ۴۵۳۔ ۵۴ اسرار المرفوعۃ للقاریؒ ص ۲۲۴۔

۵۵ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی جلد ۱ ص ۴۵۰

کر دیا، مگر جب خود ان کو اپنے کھوکھلے پن کا احساس ہونے لگا تو محدثین واصولیین کے مسلمہ اصول وقواعد سے انحراف کرتے ہوئے طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کرنے شروع کر دیئے، فانا للہ الخ۔ ان قابلِ گرفت علماء میں علامہ سیوطیؒ، ملا علی قاریؒ اور ابن حجر مکی ھیتمیؒ وغیرہ کا نام آتا ہے۔ شاید ان قدآور اور بلند و بالا مرتبہ پر فائز علماء کے متعلق ہماری یہ بات بعض قارئین کو تلخ محسوس ہو لیکن جب ہم ان حضرات کی تحریروں کو بغور پڑھتے ہیں تو اس تلخ حقیقت کو قبول کرنے کے سوا ہمارے پاس کوئی اور چارہ بھی نہیں رہ جاتا۔

۱۔ علامہ سیوطیؒ کی تائیدات اور انکی حقیقت!

(الف) علامہ سیوطی کا تنقیح، تحقیق وتضعیف میں تساہل علامہ سیوطیؒ کے متعلق اوپر کئی مقامات پر واضح کیا جا چکا ہے کہ آں رحمہ اللہ نے "اللآلی المصنوعہ" میں امام ابن الجوزیؒ پر تعاقب کرتے ہوئے زیر مطالعہ حدیث کی تائیدات وشواہد کو جمع کیا ہے لیکن اکثر محققین بخوبی جانتے ہیں کہ آں رحمہ اللہ کی بیان کردہ اکثر روایات اور شواہد لائق حجت نہیں ہوتے کیونکہ علامہ سیوطیؒ اپنی تصانیف میں الم غلم ہر طرح کی روایات بلا تمیز جمع کرنے کے معاملہ میں بہت مشہور ہیں۔ انھیں تو محض روایات کے انبار لگانے کا شوق تھا، حدیث کی تنقیح، تحقیق، تصحیح وتضعیف اور اسناد ورواۃ کی چھان بین کے میدان کے وہ شہسوار نہ تھے اگرچہ کبھی کبھی منہ کا ذائقہ بدلنے کی غرض سے ان فنون پر بھی اُنہوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعات و خرافات سے متعلق تمام ضعیف، موضوع اور گمراہ کن روایات علامہ سیوطیؒ کی تصانیف میں بہ آسانی اور وافر مقدار میں مل جاتی ہیں جنہیں علمائے سوء، اہل بدعت اور جاہل لوگوں نے حجت بنا رکھا ہے۔ اپنے اس قول کی تائید میں ہم علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی رحمہ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں۔ جیسے آں رحمہ اللہ نے علامہ سیوطیؒ کے ترجمہ میں انکی ثنا کے بعد اُن کے اِس تساہل کی طرف

اشارہ فرماتے ہوئے رقم کیا ہے:

"و تصانیف سیوطیؒ" بایں ہمہ جلالت شان علم و عمل و حصول رتبہ اجتہاد نوع تساہل است زیراکہ نظر او بر جمع روایات و درایات ست بس بس، با تنقیح و تحقیق و تصحیح و تضعیف کارے ندارد الا قلیلاً نادراً، و ظاہر ست کہ تبحر و اطلاع و عبور چیزے دیگر ست و تنقید و تفتیش صحیح از سقیم و قوی از ضعیف و مرجوع از راجح چیزے دیگر و لہذا علمائے محققین تحریر ایشان را بدوں شہادت تحریر مصنفین دیگر و اعتضاد محققین آخر قبول نمی کنندہ و سرمایہ شور و غوغائے اہل بدعت و اہوار از فرق اہل سنّت بلکہ از فرق شیعہ غالبا تالیف ایشان است کہ از رطب و یابس و غث و سمین ہمہ حصہ وافر دارد مع ذالک شک نیست کہ تصانیف ایشاں برائے مبتدی و منتہی راس المال کمال ست اگر شخصے محقق باشد و نصیبے از امعان نظر داشتہ باشد و خواہد کہ در بابے از ابواب علوم تالیف پرداز ورسائل مؤلفات سیوطی برائے مدد او کافی و وافی است کہ روایات ہر مذہب و اقوال مختلفہ اہل علم را مشتمل و محتوی است و در نقل آں معتمد اگرچہ در نفس الامر بعضے ضعیف و بعضے قوی خواہد بود، واللہ اعلم بالصواب۔" ۵۶ھ

(ب) علامہ سیوطیؒ کا ایک منامی روایت کو دلیل بنانا

علامہ سیوطیؒ کی پیش کردہ بیشتر تائیدی روایات کا جائزہ اوپر پیش کیا جا چکا ہے، اب علامہ سیوطیؒ کے عجائبات میں سے ایک انتہائی قابل گرفت روایت پیش خدمت ہے جسے آں موصوف نے زیر مطالعہ حدیث کی آخری تائید کے طور پر "فوائد للخلعی" کے حوالہ سے پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

خلعیؒ نے "فوائد" میں ابوالحسن عبدالوہاب بن محمد بن جعفر بن ابی الکرام

۵۶ھ اتحاف النبلاء المتقین لنواب صدیق حسن خانؒ ص ۲۹۲ طبع کانپور

حدثنا أبو بكر احمد بن محمد بن اسماعيل المهند ميں حدثنا ابو الحسن زید بن الحسن المدینی حدثنا ابو یونس محمد بن احمد بن یزید المکی عن ابیه کے طریق سے روایت کی ہے کہ حمزہ بن عبدالمجید نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، یا رسول اللہ! ہم تک آپ کی یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے ایسا فرمایا ہے کہ جس نے کوئی ایسی حدیث سنی جس میں ثواب کا ذکر ہے پس وہ اس حدیث پر اس ثواب کی غرض سے عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو وہ ثواب عطا فرما دیتا ہے خواہ وہ حدیث باطل ہی ہو۔ آں صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے) فرمایا: "وأى رب هذه البنية إنه لمنى وأنا قلته" ۵۷

اس روایت کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سیوطی حقیقت کی دنیا سے بہت دور خوابوں کی دنیا میں بسنے والے کوئی شخص تھے، اسی لئے انہوں نے "خلعی" کی اس منامی روایت پر اعتبار کرتے ہوئے اسے اپنے لئے دلیل بنایا ہے حالانکہ تمام علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ کسی فرد کے مکاشفات، الہامات اور منامات (خوابوں) کو شرعی دلیل کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان سے شریعت مطہرہ کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ جب خوابوں کی شرعی حیثیت محقق و متعین ہے تو یہ امر اس سے بدرجہا اولیٰ ہے نہ کہ الہام و مکاشفات اور خوابوں سے احادیث نبوی بھی ثابت نہ ہوں کیونکہ قرآن کریم کے بعد احادیث نبوی ہی تو اصل الاحکام ہیں۔ اس سلسلہ میں تفصیلی بحث رسالہ ہذا کے حصہ اول میں گزر چکی ہے۔

عقل یہ بات تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی جیسے جید عالم اور برق رفتار مصنف خوابوں، کشف و الہامات کے ذریعہ تصحیح احادیث کے حکم یا

---

۵۷ اللآلی المصنوعة للسیوطی مجلد ۱ صفحہ ۲۱۵

ان کے حجتِ شرعی نہ ہونے سے قطعی لاعلم ہوں۔ پھر آخر علامہ رحمہ اللہ نے ایسا کیوں کیا؟
اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خلعیؒ کی منامی روایت کو علامہ سیوطیؒ نے اس لئے دلیل بنایا ہے کہ آں رحمہ اللہ خود بھی ایک صوفی مزاج عالم تھے اور ہر صوفی شیخ اکبر (محی الدین عربی) کی تقلید و اتباع کو اپنے لئے باعث سعادت بلکہ طریقت کی معراج تصور کرتا ہے۔ آں رحمہ اللہ کے ترجمہ میں اُن کا صوفی ہونا بصراحت مذکور[۵۸] ہے۔ نیز شیخ اکبر کے نزدیک کشف و الہام اور خوابوں کے ذریعے تصحیح احادیث جائز ہے جیسا کہ رسالہ ہذا کے حصہ اول میں مفصّل طور پر مذکور ہو چکا ہے۔

(۲) ملّا علی قاریؒ کی تاویلات اور انکا جائزہ

اب زیرِ مطالعہ حدیث کی بیجا تاویلات پیش کرنے والی دوسری قابلِ گرفت شخصیت، یعنی ملا قاریؒ، کا پورا کلام اور اس کا علمی پوسٹ مارٹم پیش کیا جاتا ہے اور اسی ضمن میں تیسری قابلِ گرفت شخصیت، یعنی ابن حجر مکی الهیتمیؒ، کی تاویلاتِ عبث پر نقد و جرح بھی۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"اس سے قبل حدیث: لو حسّن احدکم ظنه بحجر لنفعه الله به کے تحت عسقلانیؒ کا کلام گزر چکا ہے کہ اسکی کوئی اصل نہیں ہے اور اسی طرح یہ بھی ہے: من بلغ شیئاً الخ، لیکن حق یہ ہے کہ تلویح معنی اور تصحیح مبنی کے لحاظ سے دونوں میں فرق

۵۸؎ چنانچہ مشہور ہے کہ "جب آں رحمہ اللہ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو عبادت کے لئے تجرد اختیار کر لیا تھا، جو متصوفانہ اور زاہدانہ طریق زندگی کے لئے لازم ہے، براہ راست اللہ تعالیٰ سے اشتغال کیلئے دنیا اور دنیا والوں سے قطع تعلق کر لیا تھا نیز اپنی مؤلفات، افتاء، اور تدریس کا سلسلہ بھی ترک کر دیا تھا اور روضہ المقیاس میں گوشہ نشین رہے حتیٰ کہ یوم الجمعہ ۱۹ رجادی الاولیٰ ۹۱۱ھ بعد اذان الفجر آں رحمہ اللہ نے وفات پائی"۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں: الکواکب السائرہ للغزیؒ ج۱ ص۲۲۶، ۲۳۱، شذرات الذہب باخبار من ذہب جلد۸ ص۵۱-۵۵، خطبۃ المحقق علی تدریب الراوی للشیخ عبدالوہاب جلد۱ ص۱۴-۱۵، مقدمہ تعلیقات السلفیۃ علی السنن النسائیؒ ص۲۶، وتاریخ ابن ایاسؒ وذیل الطبقات للشعرانیؒ ونور السافر للعیدروسؒ وطبقات الشافعیۃ للاسدیؒ وغیرہ۔

ہے۔ دوسری حدیث جسے ابوالشیخؒ نے مکارم الاخلاق میں حضرت
جابرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اسکی سند میں بشیر بن عبید متروک ہے
اس کے کئی اور طرق بھی ہیں جو متروک اور مجہول رواۃ سے خالی نہیں ہیں
جیساکہ سخاویؒ نے ذکر کیا ہے۔ غایۃ الامر یہ کہ یہ ضعیف ہے اور
اسکی تقویت وہ حدیث کرتی ہے جسے ابن عبدالبرؒ نے حضرت انسؓ
سے روایت کیا ہے جیساکہ زرکشیؒ نے ذکر کیا ہے۔ ایسے ہی عزّ بن
جماعہ نے اپنی منسک الکبیر میں بغیر سند کے اسکو ذکر کیا ہے، اور کسی
کی جانب اس کی نسبت نہیں کی ہے۔ اسکی تائید وہ سند بھی کرتی ہے
جسے سیوطیؒ نے اپنی جامع الصغیر میں ذکر کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:
طبرانیؒ نے اوسط میں حضرت انسؓ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا
ہے: من بلغه عن الله فضيلة فلم يصدق بها لم ينلها
پس فی الجملہ اسکی کچھ نہ کچھ اصل ہے، لیکن اسکے ساتھ مشکل یہ ہے کہ
اگر اسے ضعیف حدیث پر محمول کیا جائے تو "ایمانا به" کا قول
اسکی نفی کرتا ہے۔ اگر "ایمانا به" کے اس قول سے امتثالاً
اس کے ثبوت کا اعتقاد کیا جائے تو اس بارے میں جو بھی حدیث ہم
تک پہنچی ہے وہ ضعیف ہے، نیز ضعیف اس وقت تک نہیں بولی
جاتی جب تک کہ اس کا مضمون ثابت نہ ہو۔ اگر اس کو صحیح پر محمول
کیا جائے تو اس کا قول: ان لم يكن الأمر كذلك (خواہ
ایسا نہ ہو) اس کے لئے باعث نیف وارتفاع ہے کیونکہ اس
طرح کسی امر کا فرض ہونا کسی دوسری شئے کی صحت مستلزم کی نفی نہیں کرتا
ان مشکلات کا جواب یہ ہے کہ ہم اول کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے
ہیں: ثبوت کا اعتقاد سند پر موقوف نہیں ہے اس خیال کی بنا پر
کہ اسکی کوئی اور سند بھی ہو کیونکہ جب یہ عام ہو گئی تو ہم اسے عمومات

میں شمار کریں گے لہذا اب اسکا ثبوت اِس ادراج کی بناء پر ہوگا نہ کہ کسی اور بناء پر۔ اگر ہم دوسرے قول کو اختیار کریں تو ہم اسے بظاہر ظنی طور پر صحت سند پر محمول کریں گے لہذا اس کے ثبوت کی یہ تصدیق اسی حیثیت سے ہوگی مگر اس بات کا احتمال ہے کہ باطن یہ غیر صحیح ہو، پس حدیث کے غیر واقعی ہونے کے باوجود اس کا مذکورہ ثواب لکھا جائے گا کیونکہ اسکے بعض رواۃ ظاہراً و باطناً بقیہ شرط عادل ہیں۔ اور محققین کے نزدیک حکم صحت و حسن و ضعف فقط ظاہر کی حیثیت سے ہوتا ہے جسمیں یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ صحیح موضوع ہو یا اس کے برعکس ہو جیسا کہ ابن حجر المکی نے اس حدیث کے معنی کے حل میں لکھا ہے۔ مگر آپ رحمہ اللہ نے قول: "فاخذ بہ" کا مرجع ضمیر فضیلت بمعنی فضل کو بتایا ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ شیئ فیہ فضیلۃ کی طرف فاخذ بہ کی ضمیر کو لوٹایا جائے اور اخذ بہ کے معنی یہ ہوں کہ قولاً اور فعلاً اس پر عمل کیا۔ اور قول: ایماناً بہ سے مراد اس حدیث پر ایمان رکھتے ہوئے نہیں بلکہ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے، ہے جیسا کہ شیخ نے حل کیا ہے الخ"۔ ۵۹

پہلا اختلاف

ملا علی قاری نے مذکورہ بالا کلام میں ابو الشیخ کی حضرت جابرؓ والی حافظ ابن عبد البر کی حضرت انسؓ والی، عز بن جماعہ کی منسک الکبیر والی اور سیوطیؒ کی جامع الصغیر میں بحوالہ طبرانی، حضرت انسؓ والی جن جن احادیث کو تائیداً پیش کیا ہے ان پر تفصیلی گفتگو گزشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی روایت ایسی نہیں جو صالح الاحتجاج یا باعث و تقویت ہو۔ خود ملا علی قاری سے یہ حقیقت پوشیدہ نہ تھی چنانچہ علامہ سخاویؒ کے قول کی توقیر فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: "اسکے کئی اور طرق بھی ہیں جو متروک اور مجہول رواۃ سے خالی نہیں

۵۹ اسرار المرفوعہ لابی الحسنات ص ۲۲۴ - ۲۲۵

ہیں :" پھر آں رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ " غایت الامر یہ کہ یہ ضعیف ہے اور اِسکی تقویت وہ حدیث کرتی ہے ..... پس فی الجملہ اسکی کچھ نہ کچھ اصل ہے"۔؟

اس حدیث سے چمٹے رہنے میں جو مشکلات درپیش آتی ہیں انکا ذکر خود آں رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے اور پھر ان مشکلات کے حل کے طور پر جو کچھ آگے تحریر فرمایا ہے اس پر تبصرہ ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔

دوسرا اختلاف: ضعیف و موضوع حدیث کی مشکلات کے جواب کا تکلف محدثین کے اصول سے انحراف ہے

دوسرا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ ملا علی قاری کا اس ضعیف بلکہ موضوع حدیث کی مشکلات کے جواب کا تکلف فرمانا تمام علماء و محدثین و اصولیین کے متفقہ اصول سے کھلا انحراف ہے۔ مشہور قاعدہ ہے کہ " مشکل حدیث کے جواب کا تکلف نہ کیا جائے جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو۔ ضعیف حدیث کے لئے ہرگز ایسا نہ کیا جائے کیونکہ اِسکے جواب کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔"[۱] محدثین کے اس اصول پر مفصّل بحث پہلے ہی پیش کی جا چکی ہے۔

تیسرا اختلاف: عمومات میں اِدراج کسی روایت کے ثبوت کی دلیل نہیں

تیسرا اختلاف اس بات سے ہے کہ ملا علی قاری کی یہ کون سی منطق ہے کہ کسی حدیث کے ثبوت کا اعتقاد تمام محدثین اور اصولیین کے مسلّم اصول یعنی صحتِ اسناد، ضبط و حفظ رواۃ اور عدم شذوذ وغیرہ پر موقوف نہ ہو کر محض عمومات میں ادراج اور شائع و عام ہو جانے پر موقوف ہو؟ نیز اس بات کی کیا دلیل ہے کہ جو چیز عمومات میں اِدراج یا عوام میں شہرت پا گئی ہو وہ حتمی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ جو روایات زبان

---

[۱] حدیث النبوی مصنفہ محمد بن لطفی الصباغ صفحہ ۲۲۵ و قواعد التحدیث للقاسمی صفحہ ۱۲۱-۱۲۲ وغیرہ

زد عام ہیں اور اکثر بلیشتر امثال وحکم کے طور پہ بیان کی جاتی ہیں ان میں ہر طرح کی ملی جلی روایات شامل ہیں، صحیح اور حسن روایات کے علاوہ ہزار ہا ایسی غیر ثابت اور ضعیف بلکہ موضوع روایات بھی مل جائیں گی جو بظاہر عمومات میں درج نظر آئیں گی تو کیا ان سب کے متعلق بلا امتیاز و تحقیق ثبوت کا اعتقاد کر لینا درست ہوگا ؟

ملا علی قاری کا یہ قول محدثین واصولیین کے قائم کردہ بنیادی اصول سے کھلا انحراف ہے۔ شاید آں رحمہ اللہ فرطِ جذبات میں یہ بھول گئے کہ ضعیف حدیث کو عمومات میں ادراج کی بنا پر بشرط عدم شدتِ ضعف و عدم اعتقادِ سنیت تمام محدثین کے نزدیک نہیں بلکہ صرف ایک گروہ کے نزدیک قابلِ عمل سمجھا گیا ہے۔ اس ادراج کی بنا پر کسی ضعیف حدیث کا ثابت ہو جانا کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔ شاید یہ ملا علی قاری کا خود ساختہ کلیہ ہو۔ واضح رہے کہ ضعیف حدیث جو عمومات کے تحت ہو اور اسمیں باقی دونوں شرائط بھی پائی جاتی ہیں تو اس پر عمل کی جو رخصت دی گئی ہے وہ اصلاً اس ضعیف حدیث پر عمل کی رخصت نہیں ہے بلکہ اس اصل العام کے تحت ہے کہ جس پر عمل وارد و ثابت ہے، واللہ اعلم۔ اس سلسلہ میں مفصل بحث گزشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔

چوتھا اختلاف: کسی ضعیف یا موضوع روایت کو ظنی طور پر صحتِ سند پر محمول کرنا درست نہیں ہے

ہمارا چوتھا اختلاف کسی ضعیف یا موضوع روایت کو محض ظنی طور پر صحتِ سند پر محمول کرنے سے متعلق ہے کیونکہ تمام اہلِ علم اور محدثین کے نزدیک یہ ایک غیر معروف بلکہ مذموم فعل ہے۔ ویسے بھی ظن حقیقت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ لہٰذا قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ظن سے بچنے کا حکم فرماتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

"إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا"[۱۶۱]

"یقیناً بے اصل خیالات (ظن) امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے"

۱۶۱ سورۃ النجم - ۲۸

اور :

" اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ "

" یہ لوگ صرف بے اصل خیالات (ظن) پر چل رہے ہیں "

نیز صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" إیاکم والظَّنَّ فإن الظَّنَّ أکذب الحدیث "[۶۳]

" بچو تم گمان سے کیونکہ ظن باتوں میں سب سے زیادہ جھوٹ ہے "

ایک اور صحیح حدیث میں وارد ہے :

و قد ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظَّنَّ "[۶۴]

پانچواں اختلاف : ابن حجر مکیؒ کے اِس قول کی حقیقت کہ "کسی حدیث کی تصحیح، تحسین و تضعیف کا حکم بحیثیت ظاہر ہوتا ہے جس میں صحیح کے موضوع ہونے اور موضوع کے صحیح ہونے کا احتمال باقی رہتا ہے"

ہمارا پانچواں اختلاف ابن حجر مکی الھیتمیؒ کی اس عبارت سے ہے جسے ملا علی قاریؒ نے توقیر فرماتے ہوئے نقل کیا ہے، حالانکہ یہ معروف بات ہے کہ کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف و تحسین کے حکم کا بیشتر دارومدار اسکی اسناد کے کوائف پر موقوف ہوتا ہے چنانچہ " دائرۃ المعارف الاسلامیۃ " میں سند حدیث کو " برھان علی

---

۶۳ صحیح بخاریؒ مع فتح الباری جلد ۵ ص ۳۷۵، جلد ۹ ص ۱۹۸، جلد ۱۰ ص ۴۸۱، ۴۸۴، جلد ۱۲ ص ۴، صحیح مسلمؒ کتاب البر باب ۲۸، جامع الترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی جلد ۳ ص ۱۴۱، مؤطا امام مالکؒ کتاب حسن الخلق باب ۱۵، مسند احمدؒ جلد ۲ ص ۲۴۵، ۲۸۷، ۳۱۲، ۳۴۲، ۴۶۵، ۴۷۰، غایۃ المرام حدیث ۴۱۷، صحیح جامع الصغیر وزیادتہ بتحقیق الألبانی جلد ۱ ص ۵۲۱ - ۵۲۲،

۶۴ صحیح بخاریؒ مع فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۵۸ -

صحة الروایة" بتایا گیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ ابن جماعہؒ سے نقل فرماتے ہیں: "طریق المتن کی اخبار کا نام سند اس لئے ہے کہ حفاظ حدیث کسی حدیث کی صحت اور ضعف کے لئے اس پر اعتماد کرتے ہیں.... طیبیؒ کا قول ہے: معنوی اعتبار سے سند اور اسناد آپس میں متقارب ہیں یعنی صحتِ حدیث اور اس کے ضعف کے لئے حفاظ کا ان پر اعتماد کرنا الخ" ۶۶ مولانا عبدالرحمٰن بن عبید اللہ رحمانی مبارکپوری فرماتے ہیں: "سند کا نام سند اس لئے رکھا گیا ہے کہ محدث کسی حدیث کی صحت اور ضعف کے لئے اس سلسلہ پر اعتماد کرتے ہیں الخ" ۶۷ اور شیخ عبدالسمیع ابو الفضل شفاء اثریؒ (مصحح مقدمہ تحفۃ الاحوذی) فرماتے ہیں:

"حدیث کی تصحیح کا مدار تصحیح کے اوصاف مقتضیہ مثلاً عدالت، ضبط، اتقان اتصالِ سند، شذوذ و علل سے سلامتی وغیرہ کے وجود پر ہے۔ پس اگر کسی حدیث کے رواۃ عدالت و ضبط اور تمام صفات کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں تو وہ حدیث لائق ترجیح بلکہ اصح ہوتی ہے" ۶۸

تمام اصحابِ بصیرت جانتے ہیں کہ کسی حدیث پر صحت، حسن، ضعف اور وضع کا حکم اجتہادی، تخمینی یا ظنی نہیں بلکہ قطعی ہوتا ہے۔ فن حدیث اور سلسلہ اسناد کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ یہ تمام امورِ محسوسہ ہیں جن کا تعلق یا تو مشاہدات سے ہے یا مسموعات سے۔ اتصالِ سند، توثیق رواۃ، ان کا ضابط القلب اور جید الحافظ ہونا، راوی و مروی عنہ کی معاصرت اور آپس میں انکی لقاء سماع وغیرہ یہ سب امور مسموعات یا مشاہدات ہی تو ہیں۔ اسی وجہ سے جب کسی حدیث کے جملہ قرائن و شواہد و دلائل کی تحقیق کے بعد اس پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے تو یہ حکم قطعی اور قابلِ یقین ہوتا ہے۔ اگر اس میں ذرا سا بھی شبہ موجود ہو تو وہ حدیث صحت کے درجے

---

۶۵ دائرۃ المعارف الاسلامیہ (عربی) جلد ۲ ص ۲۳۲

۶۶ تدریب الراوی بشرح تقریب النواوی للسیوطیؒ جلد ۱ ص ۴۱

۶۷ تحفۃ اھل الفکر فی مصطلح اھل الاثر ص ۲۶، ۶۸ حاشیہ بر مقدمہ تحفۃ الاحوذی للشفاء اثری ص ۱۶۰

کو پہنچتی ہی نہیں ہے۔ لہٰذا محدث کو بربنائے اسناد و دلائل و قرائن و شواہد و شرائط، حدیث کی صحت اور اسکے واجب العمل ہونے پر جزم ہوتا ہے۔
جہاں تک حکم صحت وحسن وضعف کا فقط ظاہر کی حیثیت سے ہونے کا تعلق ہے تو یہ بھی کوئی ایسی باعثِ تشویش بات نہیں ہے کیونکہ شارع نے اپنے بندوں کو نفس الامر کی تلاش کیلئے مکلف نہیں ٹھیرایا ہے بلکہ اس پر جو کچھ بظاہر موجود ہو خواہ وہ نفس الامر اور واقع کے خلاف ہی ہو جیساکہ حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے بصراحت فرمایا ہے:

"والشارع لم یکلف العباد بما فی نفس الامر بل بما ظهر وبدا وان کان مخالفاً لنفس الامر"[۶۹]

اِس سلسلہ میں ابن حجر مکی الھیتمیؒ اور ملا علی قاری الھرویؒ کا یہ قول کہ "یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ صحیح موضوع ہو یا اِسکے برعکس" اِنتہائی مضحکہ خیز اور خطرناک ہے کیونکہ اگر کسی حدیث کی تصحیح وتحسین وتضعیف اور موضوع ہونے کے حکم میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں تو اِسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ حدیث کا پورے کا پورا ذخیرہ مشکوک، مشتبہ اور غیر یقینی علم کا ذریعہ بن کر رہ جائیگا۔ پھر کوئی مسلمان کسی موضوع روایت کو اس احتمال کی بنا پر نہیں چھوڑ سکتا کہ ہوسکتا ہے وہ نفس الامر میں صحیح ہو اور کسی صحیح حدیث پر اس لیے عمل نہیں کرسکتا کہ ہوسکتا ہے وہ نفس الامر میں موضوع ہو۔ لہٰذا جب حدیث کا پورے کا پورا ذخیرہ مشکوک، مشتبہ اور غیر یقینی علم کا ذریعہ ٹھیرا تو کوئی حدیث حجت شرعیہ کیسے ہوسکتی ہے؟ اِس سے تو دَر پردہ حدیث کا اِنکار لازم آتا ہے، فنعوذ باللہ من ذلک۔

چھٹا اِختلاف: ابن حجر مکیؒ کا زیرِ نظر حدیث سے پوری طرح باخبر نہ ہونا، نیز تاویلِ حدیث کا آں رحمہ اللہ کی طرف اِنتساب مشکوک ہے۔

چھٹی اور آخری بات یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ کی وہ عبارت جو آں رحمہ اللہ نے

---

۶۹ قواعد ص ۳۵۶

علامہ شیخ شہاب الدین ابن حجر الہیتمی المکی (م ۹۷۳ھ) سے اس حدیث کے عمل میں نقل فرمائی ہے اسکی صحت نسبت انتہائی مشکوک ہے کیونکہ ابن حجر مکی تو اس حدیث کے وارد شدہ الفاظ سے بھی صحیح طور پر واقف نہ تھے لہذا اپنی کتاب "فتح المبین فی شرح الاربعین للنووی" میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا جواز پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

"فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے کیونکہ اگر کوئی (ضعیف حدیث) نفس الامر میں صحیح ہوئی تو اسکو اسکے عمل کا حق مل گیا ورنہ اس عمل پر تحلیل و تحریم اور ضیاع حق غیر کا فساد مترتب نہیں ہوتا۔ ایک ضعیف حدیث میں وارد ہے :

من بلغه عني ثواب عمل فعمله حصل له أجره وإن لم أكن قلته ، أكما قال "۔[۷۰]

حالانکہ تمام اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ذخیرۂ احادیث میں کہیں موجود نہیں ہے، حتیٰ کہ کتب الضعفاء والموضوعات تک میں اس کا وجود نہیں ہے۔ البتہ اس مفہوم کی احادیث دوسرے الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں جیساکہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی کی معرفت حدیث کے اس نمونہ کو جو آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم نے "قواعد فی علوم الحدیث"[۷۱] میں اور مولانا ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی مرحوم نے "رسالۃ الاجوبۃ الفاضلہ"[۷۲] میں نقل کیا ہے مگر اس عبارت پر آں رحمہا اللہ کا سکوت اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ علامہ ہیتمی المکی کی رائے سے انکو اتفاق ہے نیز اس ان کی طرح یہ دونوں حضرات بھی اس حدیث سے لاعلم ہیں، یہ امر باعث حیرت نہیں بلکہ قابل صد افسوس ہے۔

---

۷۰ فتح المبین فی شرح الاربعین ص ۳۲ ، ۷۱ قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۹۳

۷۲ الاجوبۃ الفاضلہ لابو الحسنات ص ۴۱-۴۲

"قواعد فی علوم الحدیث" کے محشی شیخ عبدالفتاح ابوغدہ مصری حنفی نے ابن حجر مکی کی اس عبارت پر جو حاشیہ مرتب فرمایا ہے وہ بھی ہمارے قول کی تائید کرتا ہے فرماتے ہیں:

"مجھے یہ لفظ کتب الضعفاء یا موضوعات میں کہیں نہیں ملے .... علامہ مناوی نے ابن حجر الہیتمی کے اس سیاق پر تعقب کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ابوالشیخ ابن حیان نے کتاب الثواب میں حضرت جابر سے اور ابن عبدالبر نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کی ہے: من بلغه عن الله شیئ فیه فضیلة فاخذ به ایماناً ورجاءً لثواب أعطاه الله ذلك وان لم یکن کذلك - بعض شراح - یعنی ابن حجر الہیتمی نے اس حدیث کو مشوشاً علی غیر وجہہ وارد کیا ہے پس وہاں نہ کسی مخرج کا نام موجود ہے نہ کسی صحابی کا، فقط اس کے عقب میں " أو کما قال " لکھ دیا گیا ہے لیکن اس سے اجتناب اولیٰ ہے الخ" [۴۳]

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ علامہ ابن حجر المکی الہیتمی زیر مطالعہ حدیث کے وارد شدہ الفاظ سے بھی صحیح طور واقف نہ تھے تو " فاخذ به "، "ایماناً به" "رجاءً لثوابه " کے معنی و مراد کو انکی طرف منسوب کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اگر اسے علامہ ابن حجر المکی کے تساہل پر محمول کیا جائے تو ہم یہی کہیں گے کہ جو شخص نقلِ حدیث میں اسقدر متساہل ہو اسکی حدیث دانی، حلِ مشکلات حدیث کے مراد و معنی کی تعیین اور تاویلات ملا علی قاری حنفی کے نزدیک تو معتبر و موقر ہو سکتی ہیں کسی مصنف مزاج محقق کے نزدیک ہرگز نہیں۔

---

[۴۳] حاشیہ علی قواعد فی علوم الحدیث لابو غدہ ص ۹۳

خلاصۂ کلام : حدیث زیرِ نظر موضوع ہے اور اسکے آثار سیئہ ہیں :

خلاصۂ کلام کے طور پر ہم یہاں محدثِ عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ کا مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں :

"اِس حدیث کے آثار سیئہ ہیں کیونکہ یہ بلاتمیز ہر حدیث پر ثواب کی لالچ میں عمل کرنیکی دعوت دیتی ہے خواہ وہ اہل علم حضرات کے نزدیک صحیح ہو یا ضعیف یا موضوع - جمہور مسلمانوں، علماء، خطباء اور مدرسین وغیرہ کا روایت حدیث اور اِس پر عمل میں تساہل اِسی کا نتیجہ ہے نیز اِسمیں ان احادیث صحیحہ کی صریح مخالفت موجود ہے جو بطور تحذیر اِس بارے میں وارد ہیں کہ جب تک آں صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کی صحت ثابت نہ ہو جائے اسے آں صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہ کیا جائے جیساکہ ہم نے اپنی کتاب (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ) کے مقدمہ میں بیان کیا ہے - پھر یہ حدیث یا اس کے ہم معنیٰ جو کچھ بھی وارد ہے اِس سے فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کو جائز بتانے والوں کا قول زیادہ بہتر ہے، اگرچہ ہم اِس قول کو بھی خلاف واقع جانتے ہیں، کیونکہ کسی حدیث پر بغیر کسی ثبوت کے عمل جائز نہیں ہے جیساکہ علماء نے محققین مثلاً ابن حزمؒ اور ابن العربی المالکیؒ وغیرہ کا مذہب ہے - پھر اس کے جواز کو قائلین نے چند شروط کے ساتھ مقید بھی کیا ہے جنمیں سے ایک شرط یہ ہے کہ عامل یہ

اعتقاد رکھے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسکو شہرت نہ دے اور نہ ہمیشہ ضعیف حدیث پر عمل کرتا رہے کیونکہ ایسا کرنا ایسی چیز کو مشروع کرنا ہے جو شریعت میں نہیں ہے اور اس پر عمل اس طرح برسرِعام نہ کرے کہ بعض جہال اسکو دیکھ کر یہ گمان کر بیٹھیں کہ وہ سنتِ صحیح ہے۔ اسکی دلیل حافظ ابن حجر کا یہ قول ہے:

اور اس معنی کی صراحت استاذ ابن عبد السلام وغیرہ نے کی ہے کہ آں صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے تحت داخل ہونے سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیئے:

من حدث عنی بحدیث یُرَی أنہ کذبٌ فھو أحدُ الکذّابینَ[۷۴] .... اور احکام یا فضائل کی احادیث پر عمل میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ سب تشریع ہے[۷۵]"۔ ——— میں کہتا ہوں کہ یہ شرائط خود اس موضوع حدیث پر عمل کی نفی کرتی ہیں جو کسی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں ہے الخ"[۷۶]

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین

---

۷۴ جامع ترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی جلد ۳ صہ ۳۷۳، طبقات ابن سعدؒ جلد ۲ صہ ۱۰۱۔

۷۵ تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب لابن حجرؒ صہ ۳-۴۔

۷۶ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی جلد ۱ صہ ۴۵۶-۴۵۷

اِشاریہ

آیاتِ قرآنیہ

اخبار و احادیث

- من اغتسل بالماء المشمس فاصابه وضح فلا يلومن إلا نفسه ۱۳۵
- من بلغه عن الله عز وجل او عن النبي صلى الله عليه وسلم فضيلة كان منى اولم يكن فعمل بها رجاء ثوابها اعطاه الله عز وجل ثوابها۔ ۱۶۵
- من بلغه فضل عن الله اعطاه الله ذلك وان لم يكن ذلك كذالك۔ ۱۶۸
- من بلغه عن الله فضيلة فلم يصدق بها لم ينلها۔ ۱۶۶
- من بلغه عن الله عز وجل شيئ فيه فضيلة فاخذ به ايماناً به ورجاء ثوابه اعطاه الله ذلك وان لم يكن كذلك۔ ۱۶۸
- من بلغه عن الله فضل شيئ من الاعمال يعطيه عليها ثوابا فعمل ذلك العمل رجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب وان لم يكن ما بلغه حقا۔ ۱۷۱
- من بلغه شيئ من الاحاديث التي يرجى فيها الخير فقاله نيوى به ما بلغه اعطيه وان لم يكن۔ ۱۷۳
- من حدث عنى بحديث يرى انه كذب فهو احدا لكاذبين
- من قال على مالم اقل فليتبوا مقعده من النار ۱۶۰
- من أدى الفريضة وعلم الناس الخير كان فضله على العابد المجاهد كفضلي على أدناكم رجلا ومن بلغه عن الله فضل فأخذ بذلك الفضل الذى بلغه اعطاه الله تعالىٰ ما بلغه وإن كان الذى حدثه كاذباً۔ ۱۷۰، ۱۸۰
- مسح الرقبة امان من الغل يوم القيامة۔ ۱۲۶
- مسح راسه من مقدمه إلى موخره حتى اخرج يديه من تحت اذنيه۔ ۱۲۵

- نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتوضأ بالماء المشمس او يغتسل به وقال انه يورث البرص - ۱۳۲

- يا بلال إذا اذنت فترسل فى اذانك واذا أقمت فاحدد واجعل بين اذانك واقامتك قدر ما يفرغ الآكل من اكليه والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى تروني -

- يأتيكم عكرمة بن ابى جهل مؤمناً مهاجراً فلا تسبوا أباه فان سب الميت يؤذى الحى ولا يبلغ الميت فلما بلغ باب رسول الله صلى الله عليه وسلم استبشر و وثب له رسول الله صلى الله عليه وسلم قائماً على رجليه فرحاً لقدومه - ۱۳۶

تراجم رُواۃ

۴۔ مَراجع ومَصادر

ابجد العلوم لابی الطیب صدیق حسن قنوجیؒ۔ طبع منشورات وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی دمشق ۱۹۷۸ء۔

اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین للنواب صدیق حسن خان القنوجی۔ مطبع النظامی کانپور ۱۲۸۹ھ۔

آثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ لابوالحسنات عبدالحیٔ بن محمد عبدالحلیم اللکنویؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۴ء۔

اجوبۃ الفاضلۃ للأسئلۃ العشرۃ الکاملۃ لابوالحسنات عبدالحیٔ اللکنویؒ (تحقیق عبدالفتاح) مکتبۃ الراشد بالریاض ۱۹۸۴ء

احکام فی اصول الاحکام لابن حزمؒ۔ مطبعۃ السعادۃ بمصر ۱۳۴۵ھ

احکام الجنائز وبدعہا للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی۔ المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۴ء۔

اخبار اصبہان للحافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ۔ طبع لیدن ۱۹۳۴ء۔

اختصار علوم الحدیث للامام ابن کثیرؒ۔ مطبع صبیح بمصر ۱۳۷۰ھ۔

اذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم للامام محی الدین ابی زکریا بن شرف النوویؒ دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۹ء۔

اسامی والکنیٰ للامام ابی عبداللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ۔ مکتبۃ دار الاقصیٰ کویت ۱۹۷۵ء

اسنی المطالب فی حدیث مختلف المراتب للشیخ محمد درویش الحوت بیروتیؒ۔ طبع دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۳ء۔

اسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ لملا علی القاریؒ۔ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۵ء۔

اعتصام لابی اسحٰق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الشاطبی الغرناطیؒ۔ دار المعرفۃ بیروت (بدون سنہ طباعت)

اعلام الموقعین عن رب العالمین للامام ابن القیم الجوزیہؒ۔ مطبعۃ السعادۃ بمصر ۱۳۷۴ھ۔
اعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (مع علم التاریخ عند المسلمین) للشمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاویؒ مطبعۃ العانی بغداد ۱۳۸۲ھ۔
اِمتناع بسیرۃ الامامین الحسن زیاد و محمد بن شجاع للکوثریؒ۔ مطبعۃ الانوار بمصر ۱۳۶۸ھ۔
انوار الکاشفہ لمافی کتاب اضواء علی السنۃ من الزلل والتضلیل والمجازفۃ للعلامہ عبد الرحمن بن یحییٰ المعلمی الیمانیؒ۔ حدیث اکیڈمی فیصل آباد ۱۴۰۲ھ۔
اُنموذج العلوم للعلامہ جلال الدین محمد بن سعد الدوانیؒ۔ مرطبع مصطفائی ہند ۱۳۲۲ھ۔
بذل المجہود شرح سنن ابو داؤد للشیخ خلیل احمد سہارنفوریؒ۔ طبع دار اللواء بالریاض (بدون سنہ طباعت)۔
بنایہ فی شرح الہدایہ للعینیؒ۔ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۳ھ۔
تاریخ للامام ابی ذکریا یحییٰ بن معین المری البغدادیؒ۔ نشر مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الاسلامی مکۃ المکرمۃ ۱۳۹۹ھ۔
تاریخ بغداد لابی بکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادیؒ مطبعۃ السعادۃ بمصر ۱۳۴۹ھ۔
تاریخ الکبیر للامام بخاریؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۸۲ھ۔
تاریخ الصغیر للامام بخاریؒ۔ دار الوعی بحلب مصر ۱۳۹۷ھ۔
تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی للعلامہ عبد الرحمٰن المبارکفوریؒ۔ نشر السنہ ملتان ۱۴۰۲ھ
تحفہ اہل الفکر فی مصطلح اہل الاثر للشیخ عبد الرحمٰن عبید اللہ الرحمانی المبارکفوری۔ مکتبہ رحمانیہ مبارکفور اعظم گڈھ ۱۹۸۲ء
تحفۃ الکلام حاشیہ تحفۃ الطلبۃ فی تحقیق مسح الرقبۃ لابوالحسنات عبد الحیٔ اللکنوی۔ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۷ھ۔
تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام للشیخ محمد عبد الرحمٰن محدث مبارکپوریؒ۔ المکتبۃ الاثریہ

شیخوپورہ پاکستان (بدون سنہ طباعت)
ترغیب والترھیب للحافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ۔ مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی مصر سنہ ۱۳۵۲ھ
تذکرۃ الحفاظ للامام ابوعبداللہ شمس الدین محمد الذھبی۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۶۸ء
تذکرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ للعلامہ بدرالدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الزرکشیؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۸۶ء۔
تعلیق علی شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمیؒ۔ مکتبۃ المقدسی سنہ ۱۳۵۷ھ۔
تعقبات علی الموضوعات للسیوطیؒ۔ مطبع علوی لکھنؤ سنہ ۱۳۰۳ھ۔
تعلیق الحسن علی آثار السنن للنیمویؒ۔ دارالاشاعت الاسلامیہ کلکتہ سنہ ۱۳۷۶ھ۔
تعظیم المنۃ للسیوطیؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۲۴ھ۔
تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس للامام ابن حجر عسقلانیؒ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۸۴ء۔
تقریب النواوی مع تدریب الراوی للامام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ (بتحقیق عبدالوھاب عبداللطیف) دارالکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۷۹ء۔
تقریب التھذیب للامام احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔ دارالمعرفۃ بیروت سنہ ۱۹۷۵ء
تعلیقات السلفیہ علی السنن النسائی للشیخ محمد عطاءاللہ حنیف الفوجیانی۔ مکتبۃ السلفیہ لاہور (بدون سنہ طباعت)
تقدمہ المعرفت لکتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ۔ دارالمعرفۃ العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۷۱ھ۔
تقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاحؒ للحافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقیؒ (بتحقیق شیخ محمد راغب الطباخ) دار الحدیث بیروت سنہ ۱۹۸۴ء۔
تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر للامام ابن حجر عسقلانیؒ۔ شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ بالقاہرہ سنہ ۱۳۸۴ھ۔
تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث للامام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن عمر الشیبانی

دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۱ء۔
تنقیح الرواۃ تخریج احادیث المشکوٰۃ للسید ابی الوزیر احمد حسن وابی سعید محمد شرف الدین محدث دہلوی۔ مجلس العلمی لاہور ۱۹۸۳ء۔
تنسیق النظام فی مسند الامام (ابی حنیفہ) للشیخ محمد حسن سنبھلی۔ نور محمد اصح المطابع کراچی (بدون سنہ طباعت)
تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ لابی الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۱ء۔
تنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل للشیخ عبد الرحمٰن بن یحیی المعلمی الیمانی بتحقیق الالبانی۔ مکتبۃ السلفیہ لاہور ۱۹۸۱ء۔
تنبیہ والایقاظ لما فی ذیول تذکرۃ الحفاظ للشیخ احمد رافع الحسینی القاسمی الطہطاوی۔ مطبعۃ القدوس دمشق (بدون سنہ طباعت)
تہذیب السنن ابو داؤد للامام ابن القیم الجوزیہ مطبع انصار السنۃ المحمدیۃ بمصر ۱۳۶۷ھ۔
تہذیب التہذیب للامام احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۵ھ۔
ثقات الامام محمد بن حبان التیمی البستی۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۹۳ھ۔
جامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر للحافظ جلال الدین السیوطی (مع فیض القدیر) مصطفیٰ محمد بمصر ۱۳۵۶ھ۔
جامع الصحیح للامام مسلم لشرح النووی۔ مطبعۃ المصریۃ ۱۳۴۷ھ۔
جامع الآثار مصنفہ اشرف علی تھانوی۔ مطبع القاسمی دیوبند (بدون سنہ طباعت)
جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر۔ مطبعۃ المنیریہ بمصر ۱۳۴۶ھ۔
جرح والتعدیل لابو لبابہ حسین۔ دار اللواء للنشر والتوزیع الریاض ۱۹۷۴ء۔

جرح والتعدیل للامام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۷۱ھ۔
جوھر النقی علی سنن البیہقیؒ لعلاء الدین الماردینیؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۴۴ھ۔
حاوی للفتاوی للعلامہ جلال الدین السیوطیؒ۔ مطبعۃ السعادہ بمصر سنہ ۱۳۷۸ھ۔
حدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم للشیخ محمد بن لطفی الصباغ۔ المکتب الاسلامی دمشق سنہ ۱۹۸۶ء۔
حطہ بذکر الصحاح الستہ لنواب صدیق حسن خان۔ مطبع النظامی بالھند سنہ ۱۲۸۳ھ۔
حقیقۃ الانسان والروح الجوال فی العالم للدوانیؒ (بتحقیق الکوثریؒ)۔ مطبع عزت العطار بمصر سنہ ۱۹۴۷ء۔
خلاصہ فی معرفۃ الحدیث للطیبیؒ۔ دارالارشاد بغداد سنہ ۱۳۹۱ھ۔
خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال للخزرجیؒ۔ طبع بولاق بمصر سنہ ۱۳۰۱ھ۔
خیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفہ النعمانؒ لابن حجر الھیتمی المکیؒ۔ مطبوعہ الخیریۃ بمصر سنہ ۱۳۰۴ھ۔
دائرۃ المعارف الاسلامیہ ترتیب محمد فرید وجدی۔ طبع بیروت سنہ ۱۹۷۱ء۔
درالمختار فی شرح تنویر الابصار لعلاء الدین الحصفکیؒ۔ مطبعۃ بولاق بمصر سنہ ۱۳۷۲ھ۔
درر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرہ للحافظ جلال الدین السیوطیؒ۔ جامعۃ الملک السعود بالریاض سنہ ۱۹۸۳ء۔
دعا للشیخ عبداللہ الخضری۔ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کویت سنہ ۱۹۸۴ء
دیوان الضعفاء والمتروکین للحافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی۔ نشر مکتبہ ومطبعۃ النھضۃ الحدیث بمکۃ المکرمہ سنہ ۱۳۸۷ھ۔
ذیل الاحادیث الموضوعہ للحافظ جلال الدین السیوطیؒ۔ مطبع علوی لکھنؤ سنہ ۱۳۵۳ھ
ردالمختار علی الدرالمختار لابن عابدینؒ۔ مطبعۃ بولاق بمصر سنہ ۱۳۷۲ھ۔

رسالۃ المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ للسید محمد جعفر الکتانیؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۴۰۰ھ۔
رسالہ فی تفضیل ابی بکر علی علی رضی اللہ عنہما للامام ابن تیمیہؒ۔ مطبعۃ النہضہ بحلب سنہ ۱۳۷۲ھ
رفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل لابی الحسنات محمد عبد الحیؒ اللکنویؒ (تحقیق عبد الفتاح ابو غدہ) مکتب المطبوعات الاسلامیہ بحلب سنہ ۱۹۸۷ء۔
زاد المعاد فی ہدی خیر العباد للامام ابن القیمؒ۔ مطبعۃ السنۃ المحمدیہ مصر سنہ ۱۳۷۰ھ۔
زہر الربی علی السنن المجتبیٰ للحافظ جلال الدین السیوطیؒ۔ مطبعۃ المصریہ سنہ ۱۳۴۸ھ۔
سبل السلام شرح بلوغ المرام من جمع ادلۃ الاحکام للامام محمد بن اسمٰعیل الکحلانیؒ احیاء التراث العربی بیروت سنہ ۱۹۶۰ء۔
سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرھا السیئ فی الامہ للشیخ محمد ناصر الدین الالبانی المکتب الاسلامی ۹۹-۱۳۹۸ سنہ بیروت ومکتبۃ المعارف الریاض ۸۸-۱۹۸۷ سنہ۔
سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ وشیئ من فقہہا وفوائدہا للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی۔ المکتب الاسلامی بیروت سنہ ۱۹۸۵ء ودار السلفیہ کویت سنہ ۱۹۷۹ء ومکتبۃ السلفیہ عمان سنہ ۱۴۰۴ھ۔
سنن الکبریٰ للامام ابی بکر احمد بن الحسنین بن علی البیہقیؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۵۶ھ۔
سنن الامام علی بن عمر الدارقطنیؒ۔ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ سنہ ۱۳۸۶ھ۔
سنن ابن ماجہؒ۔ مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی مصر سنہ ۱۳۸۲ھ۔
سنن للامام ابو عبداللہ بن عبد الرحمٰن الدارمیؒ۔ مدینۃ المنورہ سنہ ۱۹۶۶ء
سنن والمبتدعات للشیخ محمد الشقیری۔ دار الکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۷۵ء
سؤالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہؒ لعلی بن المدینی فی الجرح والتعدیل (تحقیق موفق بن عبداللہ)۔ مکتبۃ المعارف الریاض سنہ ۱۹۸۴ء۔
شرح مواہب اللدنیہ للزرقانیؒ۔ مطبعۃ الازہریہ مصر سنہ ۱۳۲۵ھ۔
شرح الوجیز لابن علانؒ یہ حاشیہ کتاب الاذکار للنوویؒ۔ دار الکتاب

العربی بیروت سنہ ۱۹۷۹ء۔
شرح معانی الآثار المختلفہ الماثورہ للطحاویؒ۔ طبع مصطفائی بالہند سنہ ۱۳۰۰ھ۔
شرح علل الترمذیؒ للحافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلیؒ۔ وزارۃ الاوقاف الجمہوریہ العراقیہ بغداد سنہ ۱۳۹۶ھ۔
شرح النخبۃ الفکر للحافظ احمد بن حجر عسقلانیؒ۔ مکتبۃ الغزالی دمشق سنہ ۱۳۹۹ھ
شروط الائمۃ الستہ للمقدسیؒ مع شروط الائمۃ الخمسہ للحازمی۔ مکتبۃ القدسی سنہ ۱۳۵۷ھ
شذرات الذهب فی اخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحئی بن عماد حنبلیؒ مکتبۃ القدسی سنہ ۱۳۵۰ھ۔
شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام للسبکیؒ۔ مطبعۃ بولاق بمصر سنہ ۱۳۱۸ھ و دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۸۲ء
صحیح جامع الصغیر وزیادۃ بتحقیق شیخ محمد ناصر الدین الالبانی۔ المکتب الاسلامی بیروت سنہ ۱۹۸۶ء۔
صحیح لابن حبانؒ۔ دارالمعارف بمصر سنہ ۱۹۵۱ء۔
ضعیف جامع الصغیر و زیادۃ بتحقیق شیخ محمد ناصر الدین الالبانی۔ المکتب الاسلامی بدمشق سنہ ۱۹۶۹ء۔
ضعفاء الکبیر لابی جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلیؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۸۴ء۔
ضعفاء والمترکون للدارقطنیؒ من مجموع الضعفاء والمترکین للسیروان۔ دار القلم بیروت سنہ ۱۹۸۲ء۔
ضعفاء والمترکون للنسائیؒ۔ دار الوعی حلب بمصر سنہ ۱۳۹۶ھ۔
طبقات الکبریٰ لابن سعدؒ۔ دار صادر بیروت سنہ ۱۳۷۶ھ۔
طلوع الثریا باظہار ما کان خفیاً للحافظ جلال الدین السیوطیؒ من الحاوی للفتاوی۔ مطبعۃ السعادۃ بمصر سنہ ۱۳۷۸ھ۔

ظفر الامانی بشرح مختصر الجرجانی لابوالحسنات عبدالحیٔ اللکنویؒ۔ مطبع چشمہ فیض لکھنؤ سنہ ۱۳۰۴ھ۔
علل ومعرفۃ الرجال للامام احمدؒ بن حنبل۔ جامعۃ انقرہ ترکیا سنہ ۱۳۸۲ھ۔
علل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ للامام عبدالرحمٰن بن علی ابی الفرج ابن الجوزیؒ۔ مکتبۃ الامدادیہ، مکۃ المکرمہ (بدون سنہ طباعت)
عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ لابوالحسنات عبدالحیٔ اللکنویؒ۔ طبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۳۴ھ
عون الباری لحل ادلۃ البخاریؒ للعلّامہ نواب صدیق حسن خاں بوفالی۔ مطبع صدیقی بھوپال سنہ ۱۳۰۶ھ۔
عون المعبود شرح سنن ابوداؤدؒ لابی الطیب شمس الحق عظیم آبادیؒ۔ نشر السنہ ملتان سنہ ۱۳۹۹ھ۔
عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر لابن سید الناسؒ۔ مکتبۃ القدس سنہ ۱۳۵۶ھ
فتوحات المکیہ لابن عربیؒ دار الکتب الکبریٰ بمصر سنہ ۱۳۲۹ھ۔
فتح المبین فی شرح الاربعین لابن حجر الهیتمیؒ۔ مطبعۃ المیمنیہ سنہ ۱۳۱۷ھ۔
فتح الباری شرح صحیح البخاریؒ للامام ابن حجر عسقلانیؒ۔ دار المعرفہ بیروت (بدون سنہ طباعت)
فتح المغیث لبشرح الفیۃ الحدیث للامام سخاویؒ۔ مکتبۃ السلفیہ مدینۃ المنورہ سنہ ۱۹۶۸ء۔
فتح القدیر للکمال بن الھامؒ۔ مطبعۃ بولاق بمصر سنہ ۱۳۱۵ھ۔
فصل فی الملل والأھواء والنحل للامام ابی محمد علی ابن حزم اندلسی الظاھریؒ۔ مطبعۃ الادبیۃ بمصر ۱۳۱۷ھ۔
فقہ السنہ للسید السابق۔ طبع دار الکتاب العربی بیروت سنہ ۱۹۸۳ء
فقہ الاسلامی وادلتہ لدکتور الزحیلی۔ طبع دار الفکر بدمشق سنہ ۱۹۸۵ء۔

فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ للشیخ محمد بن علی الشوکانیؒ (بتحقیق عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانیؒ)
مطبعۃ السنۃ المحمدیہ بمصر ۱۹۷۸ء۔
فہارس کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لابو ہاجر محمد السعید بن بسیونی الزغلول، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۶ء۔
فیض القدیر شرح جامع الصغیر للعلامہ محمد عبدالرؤف المناویؒ۔ طبع مصطفیٰ محمد بمصر ۱۳۵۶ھ۔
فیض الباری شرح صحیح بخاریؒ للشیخ انور شاہ کشمیری بمع تعلیقات للمولوی بدر عالم میرٹھی۔ مطبعۃ حجازی ۱۳۵۷ھ
قاعدہ جرح والتعدیل وقاعدہ فی المؤرخین للتاج السبکی۔ نشر دارالوعی بمصر ۱۳۹۸ھ
قاعدہ الجلیلہ فی التوسل والوسیلہ للامام ابن تیمیہؒ۔ طبع القدس والمکتب الاسلامی بیروت۔
قرآن کریم۔ طبع تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور ۱۹۸۳ء۔
قواعد فی علوم الحدیث للمولوی ظفر احمد عثمانی تھانویؒ (بتحقیق عبدالفتاح ابو غدہ) مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ بحلب مصر ۱۹۸۴ء۔
قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث للشیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۷۹ھ
قول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع للامام السخاویؒ۔ مطبع انوار احمدی بالہند ۱۳۲۱ھ۔
کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ۔ طبع بیروت ۱۹۸۴ء ولیقوم مجموعہ من حملۃ الشہادات العالیہ بتحقیقہ وقد أشرف علی الانتہاء۔
کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی الالسنۃ الناس للعلامہ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحیؒ۔ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۹۸۵ء۔

کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون لحاجی خلیفہؒ۔ طبع دار الفکر بیروت سنہ ۱۴۰۲ھ۔

کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث للعلامہ برہان الدین الحلبیؒ۔ احیاء التراث الاسلامی بغداد سنہ ۱۹۸۴ء۔

کفایہ فی علم الروایہ للخطیب البغدادیؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۷۰ء۔

کواکب السائرۃ بأعیان المائۃ العاشرہ الشیخ نجم الدین العزیؒ۔ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت سنہ ۱۹۷۹ء۔

لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ للامام جلال الدین السیوطیؒ۔ دار المعرفۃ بیروت سنہ ۱۹۷۵ء۔

لسان المیزان للامام ابن حجر عسقلانی۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۲۹ھ

ماتمس الیہ حاجۃ القاری لصحیح الامام البخاریؒ للامام النوویؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت (بدون سنہ طباعت)

ماہنامہ محدث المجلد ۱۸ مجلس التحقیق الاسلامی لاہور سنہ ۱۹۸۸ء

مجموع فی الضعفاء والمتروکین للشیخ عبدالعزیز عز الدین السیروان۔ دار القلم بیروت سنہ ۱۹۸۲ء۔

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ۔ دار الکتب العربی بیروت سنہ ۱۹۸۲ء۔

مجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین للامام محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم التیمی البستیؒ دار الباز مکۃ المکرمہ (بدون سنہ طباعت)

مجموع شرح المہذب للنوویؒ۔ مطبعۃ التضامن الأخوی سنہ ۱۳۴۴ھ۔

مجموع الفتاویٰ للامام ابن تیمیہؒ۔ مطابع الریاض سنہ ۱۳۸۱ھ۔

محلّی لابن حزمؒ۔ مطبعۃ المنیریۃ بمصر سنہ ۱۳۴۷ھ۔

مختصر فی علم رجال الاثر للشیخ عبدالوہاب عبداللطیف۔ دار الکتب الحدیثیہ بالقاہرہ سنہ ۱۹۶۶ء

مختصر الباعث الحثیث لابن کثیرؒ (بتحقیق استاذ شاکر) ۔ مطبعۃ الصبیح بمصر ۱۳۷۰ھ
مختصر الترغیب والترہیب للامام ابن حجرؒ (بتحقیق مولوی حبیب الرحمان اعظمی) طبع ہند (بدون سن طباعت)
مدخل فی اصول الحدیث للامام محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوریؒ ۔ مطبعۃ العلمیہ بحلب مصر ۱۳۵۱ھ
مدخل لابن الحاجؒ بتحقیق محمد عبداللطیف ۔ مطبعۃ المصریہ (بدون سنہ طباعت)
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح لملا علی قاری الہروی المکیؒ ۔ مطبعۃ المیمنہ بمصر ۱۳۰۹ھ ۔
مسند للامام احمد بن حنبل ۔ مطبعۃ المیمنہ بمصر ۱۳۱۳ء ۔
مسند ابوداؤد الطیالسیؒ ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ ۔
مستدرک علی الصحیحین للامام محمد بن عبداللہ الحاکمؒ ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۳۴ھ ۔
مشکوٰۃ المصابیح للحافظ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ بتحقیق شیخ محمد ناصر الدین الالبانی ۔ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ ۔
مصعد الاحمد لابن الجزریؒ ۔ مطبعۃ السعادۃ بمصر ۱۳۴۷ھ ۔
مصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع لملا علی القاریؒ بتحقیق عبدالفتاح ابوغدہ ۔ مکتبۃ الراشد بالریاض ۱۹۸۴ء ۔
معارف السنن للبنوریؒ ۔ ایچ ایم سعید کمپنی (بدون سنہ طباعت)
معالم السنن للخطابیؒ ۔ مطبعۃ العلمیہ بحلب، مصر ۱۳۵۱ھ ۔
معرفۃ الثقات من رجال اہل العلم والحدیث ومن الضعفاء وذکر مذاہبہم واخبارہم لابی الحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلیؒ ۔ مکتبۃ الدار ۔ مدینۃ المنورہ ۱۹۸۵ء ۔
معرفۃ الثقات المتکلم فیہم بما لا یوجب الرد للامام الذہبیؒ ۔ دار المعرفہ بیروت ۱۹۸۶ء
معرفۃ والتاریخ لابی یوسف یعقوب بن سفیان البسویؒ ۔ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۱ھ ۔

مغنی لابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسیؒ۔ مکتبۃ الریاض الحدیثہ سنہ ۱۹۸۱ء۔
مغنی فی الضعفاء للذہبیؒ۔ مطبعۃ البلاغۃ بحلب مصر سنہ ۱۳۹۱ھ۔
مفتاح السعادۃ و مصباح الستادہ للوی احمد بن مصطفیٰ ابن خلیل المعروف بطاکش کبری زادہؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۲۲۸ھ۔
مقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہر علی الألسنۃ للامام شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ۔ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۷۹ء۔
مقالات الکوثری۔ مطبعۃ الانوار بمصر سنہ ۱۳۷۳ھ۔
مقدمہ علوم الحدیث لابن الصلاحؒ (معرفۃ أنواع علم الحدیث لابن الصلاحؒ) مطبعۃ النمکانی بحلب مصر سنہ ۱۳۸۶ھ۔
مقدمہ کتاب الثقات للامام ابن حبان البستیؒ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۹۳ھ۔
مقدمہ الاسماء والاصفات للبیہقیؒ۔ مطبعۃ السعادۃ بمصر سنہ ۱۳۵۸ھ۔
مقدمہ تحفۃ الاحوذی للعلامہ عبدالرحمٰن المبارکفوریؒ (بحاشیہ مولوی عبدالسمیع شفا الأثریؒ) نشر السنۃ ملتان سنہ ۱۴۰۲ھ۔
ملخص ابطال الرائی والقیاس والاستحسان للامام ابن حزم الظاہریؒ۔ دمشق سنہ ۱۳۷۹ھ
مناسک الحج والعمرہ للشیخ محمد ناصر الدین الالبانی۔ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کویت سنہ ۱۴۰۳ھ۔
مناقب الامام ابی حنیفہؒ للامام ذہبی۔ دار الکتاب العربی بیروت سنہ ۱۳۶۷ھ۔
منہاج السنۃ النبویہ للامام ابن تیمیہؒ۔ مطبعۃ بولاق بمصر سنہ ۱۳۲۱ھ۔
منہاج الصالحین من احادیث وسنۃ خاتم الانبیاء والمرسلین للشیخ عز الدین بلیق۔ دار الفتح للطباعۃ والنشر بیروت سنہ ۱۹۸۴ء۔
میزان الاعتدال فی نقد الرجال لابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ دار المعرفہ

میزان الکبریٰ لعبدالوہاب الشعرانیؒ۔ مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر سنہ ۱۳۵۹ھ۔
مؤطا امام مالکؒ۔ عیسیٰ البابی الحلبی بمصر (بدون سنہ طباعت)
موضوعات للامام ابی الفرج عبدالرحمان بن علی بن الجوزیؒ۔ مکتبۃ السلفیہ مدینۃ المنورۃ سنہ ۱۹۶۶ء۔

موضوعات کبیر لملا علی القاری مترجم مولوی حبیب الرحمان صدیقی کاندھلوی محمد سعید اینڈ سنز کراچی (بدون سنہ طباعت)
موافقات للشاطبیؒ۔ مطبعۃ المکتبۃ التجاریہ (بدون سنہ طباعت)
مہذب لابی اسحٰق الشیرازی۔ دارالکتب العربیۃ الکبریٰ سنہ ۱۳۳۳ھ۔
نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاضؒ للخفاجیؒ۔ دارالسعادۃ باسطنبول سنہ ۱۳۱۲ھ
نصب الرایہ للامام [illegible] جمال الدین ابی محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعیؒ۔ دارالحدیث بمصر (بدون سنہ طباعت)
نکت علی مقدمہ ابن الصلاح للحافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔ طبع جامعۃ الاسلامیہ مدینۃ المنورہ سنہ ۱۴۰۴ھ۔
نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار للعلامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ۔ مصطفیٰ البابی بمصر سنہ ۱۳۴۷ھ۔
وابل الصیب من الکلم الطیب للامام شمس الدین محمد بن ابی بکر القیم الجوزیہؒ انصار السنۃ المحمدیہ لاہور (بدون سنہ طباعت)
وسیلہ للامام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانیؒ مترجم احسان الٰہی ظہیرؒ۔ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء۔
ھدی الساری مقدمہ فتح الباری للامام ابن حجر العسقلانیؒ۔ دارالمعرفہ بیروت (بدون سنہ طباعت)